جہانگیر ورلڈ ٹائمز

جلد III شمارہ I اپریل 2020ء

موضوعات

- ملکی و عالمی معاملات
- بین الاقوامی تعلقات
- بین الاقوامی تنظیمیں
- سیاسی و سماجی مسائل
- معاشی معاملات
- ماحولیاتی تبدیلی
- اسلامیات
- تاریخ و شخصیات
- سائنس و ٹیکنالوجی
- جنرل نالج

برصغیر کا مستقبل | روزہ اور زکوٰۃ

اسلام اور مغرب | متنازع شہریت قانون

امریکا، طالبان امن معاہدہ | مسئلہ کشمیر اور عالمی قوتیں

جنرل نالج

خصوصی انٹرویوز

کورونا وائرس

جان لاک

ضروری نوٹس

کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے جاری لاک ڈاؤن کے باعث ہم ورلڈ ٹائمز اُردو کا اپریل 2020ء کا شمارہ شائع کرنے سے قاصر رہے۔ تاہم قارئین اور سبسکرائبرز کے اصرار پر یہ شمارہ آن لائن شائع کیا جارہا ہے جو ہماری ویب سائٹ www.jworldtimes.com پر Image اور PDF میں دستیاب ہوگا۔ ہم کوشش کررہے ہیں کہ مئی کا شمارہ حسب معمول شائع کیا جاسکے۔

Best Magazine for Researchers, Teachers,
Students and Aspirants of All Competitive Exams

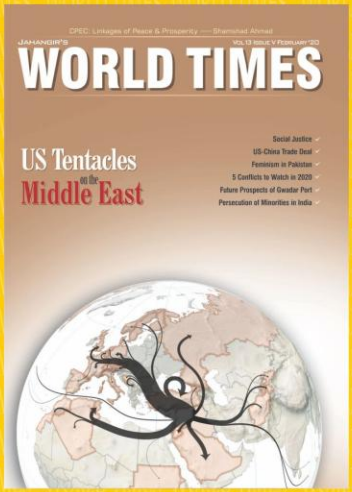

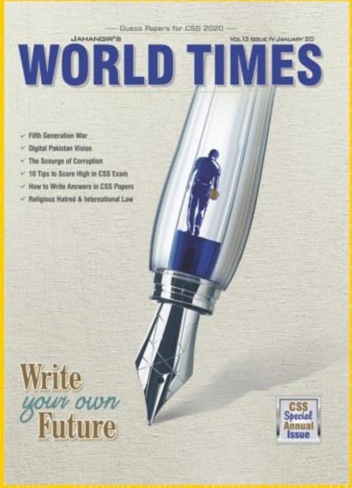

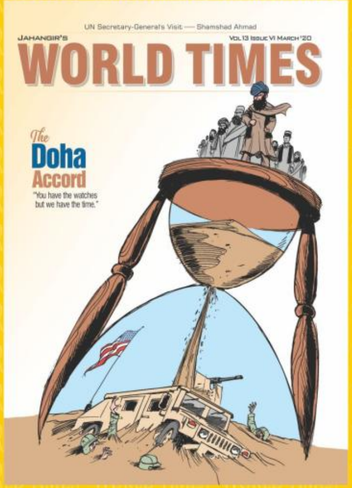

Monthly Magazine
Jahangir's World Times
Urdu & English

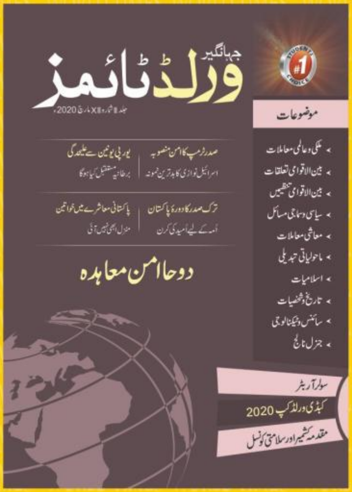

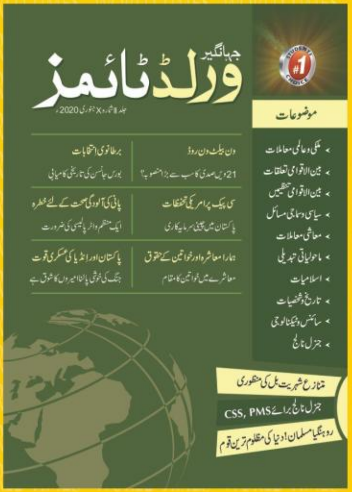

0302-5556802
SUBSCRIBE NOW
WWW.JWORLDTIMES.COM
WWW.FACEBOOK.COM/JWORLDTIMES

PAKISTAN'S LARGEST-CIRCULATION MAGAZINE

کورونا وائرس کی ابتدائی علامات کیا ہیں؟

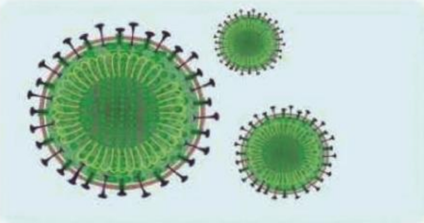

کورونا وائرس، جسے کووِڈ19 (COVID-19) کا نام دیا گیا ہے، سے مُراد 2019ء میں کورونا وائرس انفیکشن سے پیدا ہونے والا نمونیا ہے۔ یہ انفیکشن لگنے کی عام علامات میں نظام تنفس کے مسائل (کھانسی، سانس پھولنا، سانس لینے میں دشواری)، نظام انہضام کے مسائل (الٹی، اسہال وغیرہ) اور کُل بدنی علامات (جیسے تھکاوٹ) شامل ہیں۔ شدید انفیکشن نمونیہ، سانس نہ آنے، یہاں تک کہ موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

کورونا وائرس کیا ہے ؟

1 عمومی علامات

کورونا وائرس کی عمومی علامات بخار، تھکاوٹ اور خشک کھانسی ہیں۔
کچھ مریضوں میں ناک بند ہونا، ناک بہنا، گلے میں سوجن اور اسہال جیسی علامات بھی پائی جاتی ہیں۔
کچھ مریضوں میں ہلکی علامات ہوتی ہیں یا کسی قسم کی بخار کی علامات ظاہر نہیں ہوتیں۔

2 شدید متاثرہ مریض

بیماری لگنے کے ایک ہفتے بعد، سانس کے نظام کے مسائل ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں، جو کہ شدید متاثرہ مریضوں میں جلد ہی بگڑ کر شدید سانس کی تکلیف کی بیماری، سیپسس شاک، نا قابلِ اصلاح نظامِ انہضام میں تیزابیت اور خون جمنے میں مسئلے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

3 نظام تنفس کے علاوہ جسم میں ظاہر ہونے والی ابتدائی علامات

نظامِ انہضام میں ظاہر ہونے والی ابتدائی علامات: ہلکی تھکاوٹ، متلی، قے، اسہال؛
نظامِ قلبی میں ظاہر ہونے والی ابتدائی علامات: دھڑکن تیز ہونا، سینے میں تکلیف؛
آنکھوں میں ظاہر ہونے والی ابتدائی علامات: آنکھ کی جھلی کی سوزش؛
بازوؤں، ٹانگوں اور پیٹھ کے نچلے حصے میں ہلکا درد؛
کچھ مریضوں میں کسی قسم کی علامات ظاہر نہیں ہوتیں۔

AVAILABLE
NOW!

غالبؔ وظیفہ خوار ہو!

CSS سے CSA تک

جنوں رضوی

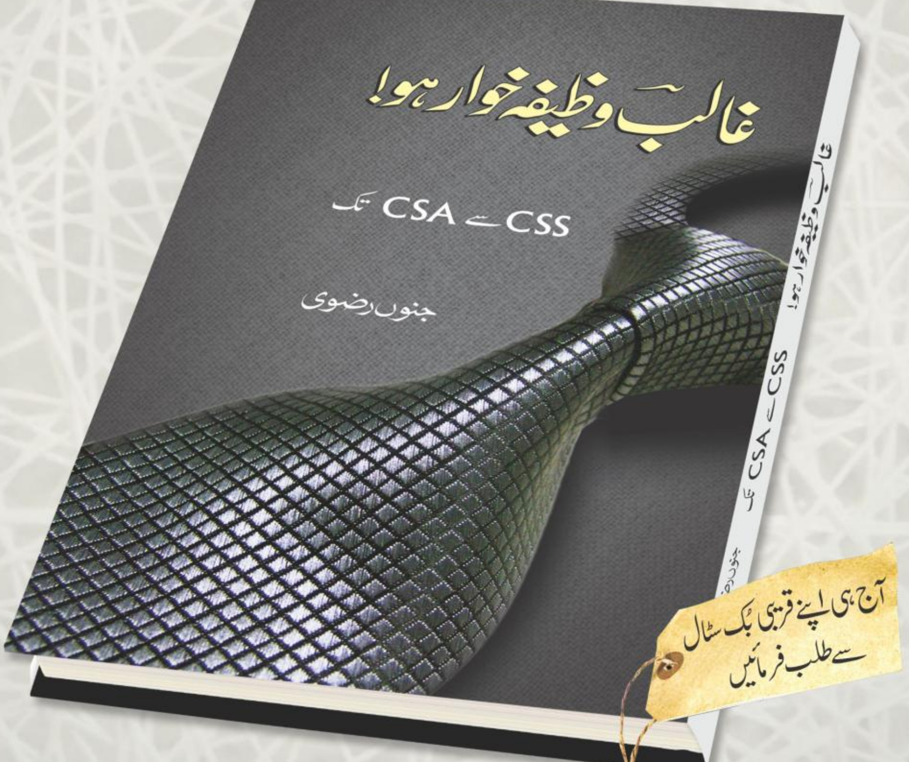

96
Since 1923
JAHANGIR BOOKS

Buy online:
www.jbdpress.com, www.jworldtimes.com

Available at:

Lahore	Rawalpindi	Karachi	Hyderabad	Quetta
37220879	5539609	32765086	2780128	2826741

اداریہ

کورونا وائرس کی تباہ کاریاں

راتیں وبا کی گزریں دنوں کی تلاش میں
راتوں کے انتظار میں گزرے وبا کے دن

کورونا وائرس کی تباہ کاریاں جاری ہیں اور اِس وقت پوری دنیا میں جاری طویل لاک ڈاؤن کے باعث ہر طرف ایک ہو کا عالم ہے۔ اِس قاتل وائرس سے جہاں دنیا کے کروڑوں انسانوں کی زندگیاں داؤ پر لگی ہیں، وہیں یہ اسبابِ زندگی کو بھی تیزی سے چاٹ رہا ہے۔ سارے جہان کی معیشت کا پہیہ جام اور زمینی، آبی وفضائی شاہراہیں ویران پڑی ہیں۔ ساری دنیا میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے کارخانوں اور کاروں کے پہیے جام، دکانیں بند اور دفاتر مقفل ہیں، جس کی وجہ سے خام تیل کی کھپت نہ ہونے کے برابر ہے۔ قیمتیں پہلے ہی دباؤ کا شکار تھیں، کورونا وائرس نے تیل کی رہی سہی تجارت کا بھی دیوالیہ نکال دیا۔ وائرس کے حملے سے پہلے دنیا میں تیل کی طلب کا تخمینہ 10 کروڑ بیرل یومیہ تھا، جو اِس آفت کے بعد کم ہو کر 6 کروڑ بیرل روزانہ رہ گئی۔ ماہرین کا خیال ہے کہ حالات کے معمول پر آجانے کے بعد بھی کم از کم ایک سال تک تیل کی مانگ گزشتہ برس کے مقابلے میں ایک سے ڈیڑھ کروڑ بیرل یومیہ کم رہے گی جس کا مطلب ہے کہ صنعت وحرفت کی بحالی میں کافی وقت لگے گا۔ یوں عالمی معیشت ایک سنگین بحران سے دوچار ہے۔ اگرچہ فی الوقت یہ کہنا مشکل ہے کہ اِس کا انجام کیا ہوگا لیکن یہ بات واضح ہے کہ اِس کے اثرات دُور رس ہوں گے اور پاکستان سمیت دنیا بھر میں غربت اور افلاس میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔ ابتدائی اعداد وشمار کے مطابق دنیا میں بھوک کا شکار ہونے والے لوگوں کی تعداد دگنی ہو جائے گی جب کہ 50 کروڑ انسان غربت میں دھکیلے جاسکتے ہیں۔

اِسی خوف ناک مستقبل کی ایک جھلک معروف عالمی ادارے آکسفیم کی ایک رپورٹ سے ملتی ہے جس میں خبردار کیا گیا ہے کہ کورونا وائرس سے پیدا ہونے والے معاشی اثرات عالمی غربت میں تقریباً نصف ارب تک افراد کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ آسٹریلین نیشنل یونیورسٹی اور کنگز کالج لندن کی تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے آکسفیم کا کہنا ہے کہ یہ 30 سال میں پہلی مرتبہ ہوگا جب عالمی سطح پر غربت میں اِس قدر شدید اضافہ ہوگا۔ رپورٹ کے مطابق اِس وائرس سے پیدا ہونے والے حالات کے سبب معاشی بحران طبی بحران سے کہیں زیادہ شدید ہوگا اور عالمی سطح پر غربت میں بڑے اضافے کا باعث بنے گا۔ عالمی مالیاتی ادارے (آئی ایم ایف) کی سربراہ کرسٹالینا جارجیوا کا کہنا ہے کہ کورونا کے باعث ایسا اقتصادی بحران پیدا ہو رہا ہے جس سے نمٹنے کے لیے بڑے پیمانے پر اقدامات کرنا ہوں گے۔ دوسری جانب اقوام متحدہ کی تجارت برائے ترقی (یو این سی ٹی اے ڈی) کے رچرڈ کوزول رائٹ نے واضح کیا کہ رواں برس عالمی معیشت کو 10 کھرب سے 20 کھرب ڈالر کے درمیان نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اِس وائرس اور اِس کے اثرات سے بچاؤ کے لیے حکومت پاکستان کے لاک ڈاؤن جیسے سخت اقدامات کے باعث روزمرہ اور دیہاڑی دار مزدوروں کے ساتھ ساتھ کاروبار سے وابستہ ملازم اور مالکان سب کے سب متاثر ہوں گے اور کاروبار سے منسلک مقامی سپلائی چین پر بھی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ اِس کے علاوہ پاکستانی برآمدات جو پہلے ہی دباؤ کا شکار ہیں، اُن میں مزید کمی آئے گی۔ اگرچہ پاکستان کے درآمدی بل میں کمی واقع ہوگی کیوں کہ عالمی سطح پر ایندھن کی مارکیٹ کئی دہائیوں کی کم ترین سطح پر آگئی ہے تاہم مجموعی قومی پیداوار میں بہتری توقع کے مطابق نہیں ہوگی۔

غیر رسمی معیشت کی بات کی جائے تو یہاں بھی تمام اشاریے معاشی صورت حال کی خرابی کی تصویر دکھا رہے ہیں۔ یومیہ اجرت پر کام کرنے والے بے روزگار ہیں۔ چھوٹے دکان نداروں کا کاروبار بند ہے۔ کپڑے، جوتے، سلے سلائے کپڑے وغیرہ کی خرید وفروخت بند ہے۔ درزیوں کا کام بند ہے۔ فیکٹریوں میں بہت ہی کم کام ہو رہا ہے۔ پرائیویٹ کمپنیوں نے بڑے آرام سے لیبر کی چھٹی کر دی ہے۔ عام رکشا، ٹیکسی اور پرائیویٹ ٹیکسی سروس بھی بند ہونے کے برابر ہے۔ مسافر ہی نہیں ہوں گے تو یہ گاڑیاں کیسے چلیں گی۔ پیٹرول اور گیس پمپوں نے یومیہ اجرت والوں کی چھٹی کر دی ہے۔ بیکریاں بند ہیں اور اُن میں کام کرنے والے کاریگر بھی یا تو چھٹی پر ہیں یا بے روزگار ہیں۔ اُنھیں مالکان کوئی رقم بھی نہیں دے رہے۔ صورت حال اِس قدر ہولناک ہے کہ جب لاک ڈاؤن ختم ہوگا تو لوگ گھروں سے نکل کر روزگار تلاش کریں گے اور فوری طور پر ہر ایک کو روزگار نہیں مل سکتا۔ ٹرانسپورٹرز کو کچھ ریلیف ملے گا۔ لیکن رنگ وروغن اور گھروں میں مستری وغیرہ کے کام کے لیے کوئی فوری طور پر ہمت نہیں کرے گا کیوں کہ تنخواہ دار طبقے کی کمر بھی ٹوٹی ہوئی ہے۔

اِس تناظر میں حکومت نے عوام کے لیے 1200 ارب روپے کے ریلیف پیکیج کا اعلان کیا جس کے تحت پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں 15 روپے فی لٹر کمی فوری طور پر کر دی گئی، ایک کروڑ 20 لاکھ لوگوں کو چار ماہ کے لیے 3 ہزار روپے ماہانہ امداد دی جائے گی، 300 یونٹ تک بجلی استعمال کرنے والے صارفین جو مجموعی تعداد کا 75 فیصد ہیں، سے بجلی کے بل تین ماہ کی قسطوں میں وصول کیے جائیں گے، گیس کے 81 فیصد صارفین جن کا بل 2 ہزار روپے مہینا سے کم آتا ہے، اُن کو بھی تین ماہ کی قسطوں میں بل ادا کرنے کی سہولت میسر ہوگی، برآمدی شعبے کو 100 ارب کے ٹیکس ری فنڈ کر دیے جائیں گے تاکہ اِن کے پاس فوری طور پر رقم میسر ہو تاکہ یہ اپنے مزدوروں پر خرچ کر سکیں۔ علاوہ ازیں میڈیکل ورکرز کے لیے 50 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں جن سے اُن کے لیے آلات خریدے جائیں گے اور طبی سہولیات کی فراہمی میں مدد دی جائے گی۔

کورونا وائرس کی معاشی اثرات سے کسی حد تک بچاؤ کے لیے اِس ریلیف پیکیج کا اعلان کر کے ایک صائب قدم اُٹھایا ہے۔ اِس پر کسی تنقید سے پیشتر اِس حقیقت کو بھی سامنے رکھا جانا چاہیے کہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہونے کے ناتے اِس وقت متعدد مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ ایک طرف غیر ملکی قرضوں کا پہاڑ تو دوسری جانب معاشی بحران جس کے حل کے لیے حکومت آئی ایم ایف کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہے۔ ایسی صورت میں ترقی یافتہ ممالک کی طرح بہت بڑے ریلیف پیکیج کا اعلان ممکن نہیں۔

آخر میں صرف تنا کہ کورونا وائرس کا پھیلاؤ روکنے کے لیے گھروں میں بیٹھ کر احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے علاوہ کوئی حکمت عملی مؤثر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ اِس سے خوراک وادویات کی قلت کے ساتھ ساتھ بے روزگاری بھی ملک کے غریب اور متوسط طبقات کو مصائب کا شکار کرے کی تاہم اجتماعی کاوشوں اور جذبہ صلہ رحمی کو بروئے کار لا کر ہم اِس آزمائش سے لڑ سکتے ہیں۔ ہمیں حکومتی اقدامات کے ساتھ ساتھ اپنی مدد آپ کے جذبے تحت دوسروں کی مدد کو اپنا شعار بنانا ہوگا۔

عدیل نیاز

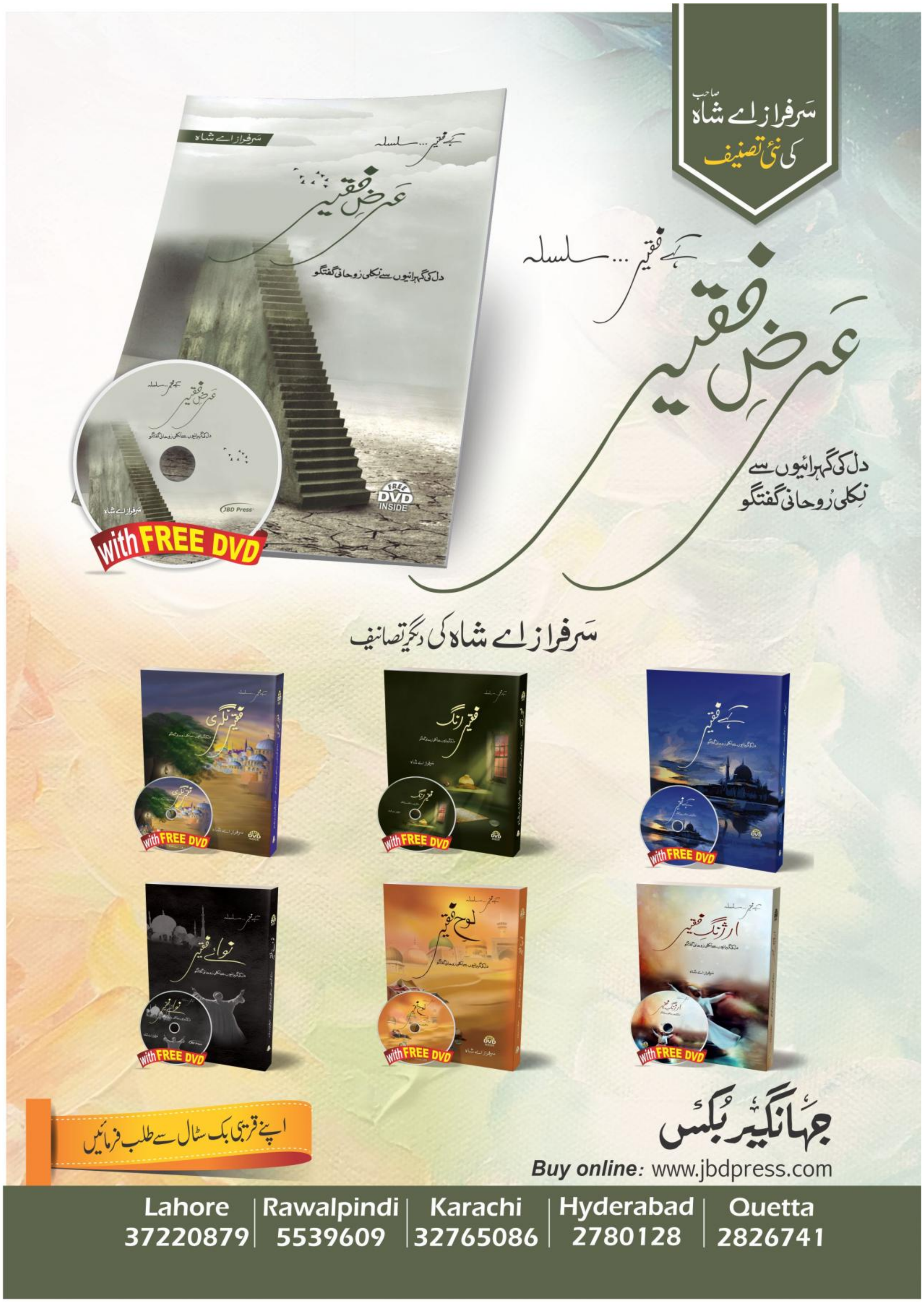
صاحب
سرفراز اے شاہ
کی نئی تصنیف
ہے فقیر... سلسلہ
عرضِ فقیر
دل کی گہرائیوں سے
نکلی روحانی گفتگو
with FREE DVD
سرفراز اے شاہ کی دیگر تصانیف
اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں
جہانگیر بکس
Buy online: www.jbdpress.com
Lahore 37220879
Rawalpindi 5539609
Karachi 32765086
Hyderabad 2780128
Quetta 2826741

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

جہانگیر بکس کے جناب نیاز جہانگیر صاحب (مرحوم) کی یاد میں کہ جنھوں نے بے مثال لگن، محنت شاقہ اور خوب سے خوب تر کی جستجو سے پیشہ ورانہ مہارت کے نئے معیار قائم کیے۔

جہانگیر ورلڈ ٹائمز

جلد III شمارہ ۱ اپریل 2020ء

ادارتی بورڈ

سرپرست اعلیٰ: اعجاز رحیم (ستارۂ امتیاز)
اعزازی مشیر: شمشاد احمد خان (سابق سیکرٹری خارجہ)
سینئر کنسلٹنٹ ایڈیٹر: کیپٹن (ر) سید محمد عابد قادری (سابق ایڈیشنل انسپکٹر جنرل آف پولیس)
چیف ایڈیٹر: نبیل نیاز | **مینجنگ ایڈیٹر:** فواز نیاز | **ایڈیٹر ایٹ لارج:** جواد اکمل بٹ
سینئر ایڈیٹر: خالد محمود شاہ | **ایڈیٹر:** عدیل نیاز | **اسسٹنٹ ایڈیٹرز:** محمد عثمان بٹ، ساجدہ نعیم
کنسلٹنٹ ایڈیٹرز: پروفیسر ڈاکٹر منور صابر، ڈاکٹر محمود عالم درانی، عثمان خان ایڈووکیٹ
سب ایڈیٹر: شفقت جاوید   **قانونی مشیر:** چوہدری ریاض اختر (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

جنرل

کروناوائرس	4
اداریہ	6
لیلیٰ خالد	50
حیرت انگیز پُل	60
ابوالقاسم زہراوی	62
انفوگراف	65
حضورﷺ کے زیر استعمال اشیا	96
سورہ المومنون کی دس آیتیں	100
Global Arms Race	106

نیشنل

ملکی برآمدات میں اضافہ	35
قومی وسائل کی غیر مساویانہ تقسیم	37
پاکستان میں امن کی بحالی	40
فنی تعلیم و تربیت	42
کیا ہماری کوئی منزل بھی ہے	44
بے روزگاری	46
ایک نئے سیاسی نظریے کی ضرورت	52

قیمت
300/- روپے

سیلز اینڈ مارکیٹنگ

انچارج سیلز: سجاد احمد
سرکولیشن منیجر: آفتاب احمد عباسی 0302-5556802
مارکیٹنگ منیجرز: محمد عمران (لاہور) 0345-4664771
عارف حسین (کراچی) 0345-2707906

کمپوزنگ، لے آؤٹ اور ڈیزائننگ

میگزین کوآرڈی نیٹر: محمد شیراز   **ڈیزائننگ:** عثمان احمد، حرا بتول
انچارج پبلشنگ: حنا عدیل   **کمپوزر:** وقار الحسن

LifeStyle Publishing

Also Available in UAE
Lifestyle Publishing
Office # 009714-3314114 Fax # 009714-3314224
Email: info@lifestylepublish.com www.lifestylepublish.com

ایگزام پیک

اسلام اور نظریۂ پاکستان	71
استقبالِ رمضان	75
روزہ	77
زکوٰۃ	79
اسلام دہشت گردی نہیں سکھاتا	83
سرکاری مناصب اور تعلیماتِ نبوی ﷺ	88
انسانی جسم کا مدافعتی نظام	94
جنرل نالج	102
GK Tidbits	118

107 نیوز راؤنڈ اپ + MCQs

انٹرنیشنل

ماحولیاتی تبدیلیاں اور سرمایہ دارانہ نظام	14
امریکی ٹیکنالوجی کی مشرقِ وسطیٰ منتقلی	17
کشمیر اور فلسطین	20
وسط ایشیا کے توانائی ذخائر	22
آمریت کی طرف بڑھتا بھارت	23
متنازع شہریت قانون اور اقوامِ متحدہ!	25
مقبوضہ کشمیر اور عالمی عدالت انصاف	28
مسئلہ کشمیر اور عالمی قوتیں	30

محمد ابوبکر
28th in Pakistan CSS-2018-19

بلال زبیر
3rdin Punjab, PMS 2019-20

جہانگیر ورلڈ ٹائمز سی ایس ایس، پی ایم ایس، پی سی ایس اور مقابلے کے دیگر امتحانات کے لیے اُردو میں پاکستان کا پہلا جامع ترین میگزین ہے۔
میگزین میں شامل تمام مضامین میں پیش کی گئی آراء مصنفین و مضمون نگاران کے ذاتی خیالات پر مبنی ہیں، ادارے کا ان سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
جہانگیر ورلڈ ٹائمز میں شامل مضامین کے لیے جن کتب، رسائل، جرائد اور اخبارات سے مدد لی گئی، ادارہ اُن سب کا تہ دل سے شکرگزار ہے۔

تجاویز و آراء کے لیے:
جہانگیر ورلڈ ٹائمز، 121-D گلبرگ II، لاہور
فون: 042-35757086; 0302-5556802; 0315-7795271
Email: adeelniaz78@gmail.com

امریکا، طالبان امن معاہدہ

ڈاکٹر ایم عثمانی

> نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے ہم لیکن
> بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

صبر آزما طویل انتظار اور مذاکرات کے کئی ادوار کے بعد امریکی مذاکرت کاروں اور طالبان کے نمائندوں نے انتیس فروری کو خلیجی ریاست قطر کے دارالحکومت دوحا میں ایک امن معاہدے پر دستخط کیے جس سے جنگ سے تباہ حال افغانستان میں امن کی بحالی اور یہاں تعینات ہزاروں امریکی فوجیوں کی وطن واپسی کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔ اِس معاہدے پر طالبان کی طرف سے ملاعمر کے دست راست اور تنظیم کے بانی رہنما ملاعبدالغنی برادر جب کہ واشنگٹن کی طرف سے افغان امن عمل کے لیے امریکا کے نمائندہ خصوصی زلمے خلیل زاد نے دستخط کیے۔ معاہدے پر دستخط کی تقریب میں پاکستان، انڈیا، انڈونیشیا، تاجکستان، ازبکستان، ترکی اور قطر کے حکومتی نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے طالبان کے ساتھ معاہدے کو افغانستان میں دیرپا امن کی جانب اہم قدم قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ آخر کار ہم امریکا کی طویل ترین جنگ ختم کرنے کے قریب ہیں، ہم امریکی فوجیوں کو گھر واپس لا رہے ہیں۔ افغانستان میں دو عشروں سے جاری جنگ کے خاتمے کے لیے طالبان اور امریکا کے درمیان ہونے والا معاہدہ فی الحقیقت امن کی فتح ہے اور اِسی بنا پر دنیا کے ہر امن پسند شخص کے لیے طمانیت کا باعث ہے۔ تاہم یہ ایک عبوری مرحلہ ہے اور حتمی کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لیے تمام فریقوں کی جانب سے ہر قدم انتہائی احتیاط سے اُٹھایا جانا ضروری ہے۔

2001ء میں نیو یارک میں ہونے والے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد شروع ہونے والی افغان جنگ کے خاتمے کے لیے پاکستان کی کامیاب سفارتی کوششوں کے بعد امریکا اور طالبان کے درمیان تاریخی معاہدہ طے پا گیا۔ 29 فروری کو قطر کے دارالحکومت دوحا میں 50 ممالک کے نمائندوں کی موجودگی میں اس تاریخی معاہدے پر دستخط ہوئے جس کے تحت امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ کے خاتمے کی اُمید پیدا ہوگئی ہے۔ 19 سالوں کے قریب جاری رہنے والی اس جنگ میں افغانستان نے جانی اور امریکا نے مالی قربانی دی۔ فروری 2019ء کی اقوامِ متحدہ کی رپورٹ کے مطابق اس جنگ میں 32 ہزار شہریوں نے جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ 42 ہزار جنگ جوؤں کی ہلاکت ہوئی۔ امریکا اور نیٹو کے 3500 کے قریب فوجی ہلاک ہوئے جن میں سے 2400 کے قریب امریکی فوجی تھے۔ نیز افغانستان میں امریکا کا 900 ارب ڈالرز کا نقصان ہوا۔

اہم نکات

4 صفحات پر مشتمل افغان امن معاہدہ 4 مرکزی حصوں پر مشتمل ہے۔

1۔ طالبان افغانستان کی سرزمین کسی بھی ایسی تنظیم، گروہ یا انفرادی شخص کو استعمال کرنے نہیں دیں گے جس سے امریکا یا اس کے اتحادیوں کو خطرہ ہوگا۔

2۔ افغانستان سے امریکی اور اس کی اتحادی افواج کا انخلا یقینی بنایا جائے گا۔

3۔ طالبان 10 مارچ 2020ء سے انٹرا افغان مذاکرات کا عمل شروع کریں گے۔

4۔ انٹرا افغان مذاکرات کے بعد افغانستان میں سیاسی عمل سے متعلق لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔

اِس ضمن میں واضح کیا گیا کہ معاہدے کے پہلے دو حصوں کی تکمیل بنیادی طور پر اگلے دو حصوں کی کامیابی سے مشروط ہے۔

دوحا معاہدے سے قبل امریکا اور افغان حکومت کی جانب سے جاری ایک مشترکہ بیان کے مطابق اگر طالبان نے معاہدے پر عمل کیا تو امریکا اور اتحادی 14 ماہ تک افغانستان سے تمام افواج نکال لیں گے۔ امریکا معاہدہ کے 135 دنوں کے اندر فوجیوں کی تعداد 8600 تک کم کرے گا، فوجیوں کا انخلا طالبان کے معاہدے پر عمل درآمد سے مشروط ہوگا۔ امریکا، طالبان امن معاہدے کے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ افغان سرزمین امریکا اور اِس کے اتحادیوں کے خلاف کسی کو استعمال نہیں کرنے دی جائے گی، افغان طالبان 10 مارچ سے بین الافغان مذاکرات شروع کریں گے جس میں افغانستان سے غیر ملکی فوجوں کے انخلا کے لیے گارنٹی، میکنزم اور ٹائم لائن کا اعلان شامل ہوگا، مستقبل اور جامع سیز فائر بھی بین الافغان مذاکرات کا اہم ایجنڈا ہوگا، 14 ماہ کے اندر غیر سفارتی عملہ نجی سکیورٹی کنٹریکٹرز اور ٹرینرز بھی نکال لیے جائیں گے۔ پانچ فوجی اڈوں سے بھی تمام فورسز نکال لی جائیں گی، 10 مارچ تک افغان طالبان کے پانچ ہزار قیدی رہا کر دیے جائیں گے اور افغان طالبان کی طرف سے ایک ہزار قیدی رہا کر دیے جائیں گے۔ متعلقہ فریق اگلے تین ماہ میں بقایا رہ جانے والے قیدی بھی رہا کریں گے۔

ایک خوش کن ابتدا

طالبان اور امریکا کے درمیان امن

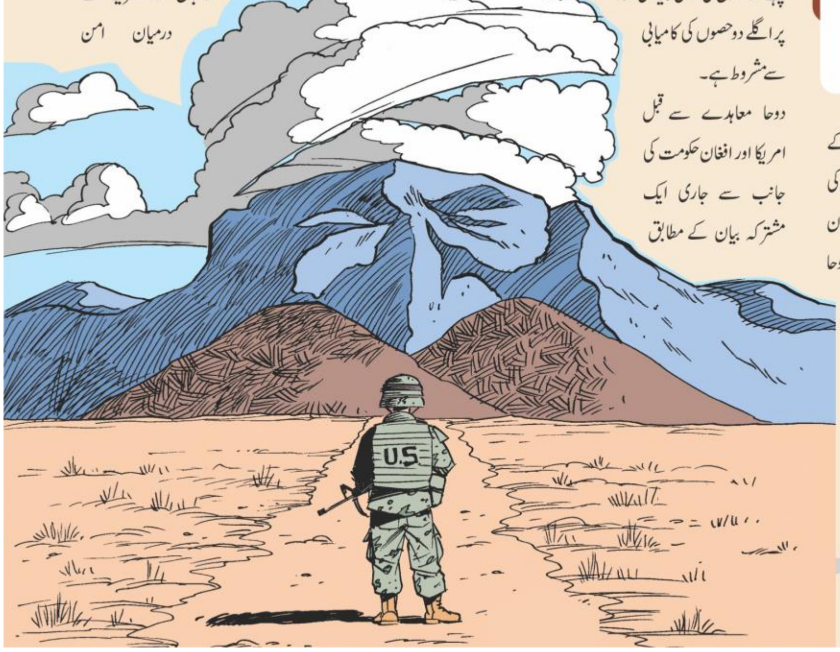

معاہدہ بلاشبہ ایک تاریخی واقعہ ہے، گوکہ اِس معاہدے سے کامیابی کے تناظر میں فوری نتائج نکالنا درست نہیں ہوگا۔ یہ دستاویز ایک ابتدائی معاہدہ ہے جس پر عمل درآمد کر کے مستقبل میں افغانستان سمیت خطے کی سیاست میں امن کا راستہ تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ معاہدہ نہ تو فوری طور پر ہوا ہے اور نہ ہی کسی سیاسی تنہائی میں کیا گیا ہے۔ اِس معاہدے پر پہنچنے کے لیے کئی برس تک مختلف فریقوں کے درمیان مشاورت کا عمل چلتا رہا، جو کبھی ٹوٹتا اور کبھی جڑ جاتا تھا، کیوں کہ فریقین میں بہت زیادہ بداعتمادی پائی جاتی تھی۔

پاکستان کا کردار

اِس معاہدے کی تکمیل میں پاکستان کا کلیدی کردار ہے، اور تمام فریقوں سمیت دنیا بھر نے اِس معاہدے پر پاکستان کے کردار کو تسلیم کیا ہے۔ پاکستان کے لیے یہ کردار ادا کرنا آسان نہیں تھا، اور نہ ہی افغان طالبان کے فیصلے ہمارے ہاتھ میں تھے۔ خاص طور پر بداعتمادی کے سائے میں پاکستان کا مثبت کردار اور سب اہم فریقوں کو مذاکرات اور اب معاہدے تک لانا واقعی غیر معمولی بات تھی۔ ماضی میں امریکا نے پاکستان کو باہر نکال کر افغان مسئلے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی تھی، جو سودمند نہیں ہوسکی تھی۔ پاکستان بنیادی طور پر افغان بحران کے حل کو محض افغانستان تک محدود کر کے نہیں دیکھتا تھا بلکہ اِس کے بقول اِس سے دونوں ممالک سمیت خطے کی سیاست کا استحکام بھی جڑا ہوا ہے، اور افغان بحران کے حل کے بغیر پاکستان بھی داخلی محاذ پر مستحکم نہیں ہوسکے گا۔

ٹرمپ کا ٹرمپ کارڈ

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اِس تاریخی معاہدے کی صورت میں امریکا اور اپنے ووٹروں کو یہ واضح پیغام دینا چاہتے ہیں کہ افغان بحران اُنھوں نے حل کیا ہے اور یوں امریکا کو ایک بڑی جنگ سے باہر نکالا ہے۔ امریکا کی کوشش تھی کہ وہ اِس معاہدے کی صورت میں یہ تاثر نہ ابھرنے دے کہ اِسے کوئی شکست ہوئی ہے۔ وہ عملی طور پر ایسی صورتِ حال چاہتا ہے جس میں سب فریق اِسے اپنی اپنی جیت کی صورت میں پیش کریں۔ امریکا کی خواہش یہ بھی ہے کہ امریکی فوجیوں کے انخلا کے باوجود اِس کا ایک اثر یہاں کی فیصلہ سازی میں عملاً کسی نہ کسی شکل میں موجود رہے۔

جب کہ افغان طالبان اِس معاہدے کو اپنی بڑی جیت اور امریکا کی پسپائی سے جوڑنا چاہتے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ یہ تاثر نہ پیدا ہو کہ یہ معاہدہ ہماری کمزوری تھا۔ اِسی طرح وہ امریکی فوجی انخلا کی صورت میں امریکا سے چاہتے ہیں کہ وہ اصل طاقت، اقتدار اور اختیار کسی اور کو منتقل کرنے کے بجائے افغان طالبان کو منتقل کرے۔ جب کہ افغان حکومت چاہتی ہے کہ اِس معاہدے کی صورت میں اُس کا اپنا کردار ختم نہ ہو، اور طالبان اُس کو ایک بڑے فریق کے طور پر تسلیم کریں، اور اگر امن کی طرف بڑھنا ہے تو افغان طالبان عملی طور پر افغان حکومت کے ساتھ مل کر کام کریں۔ پاکستان چاہتا ہے کہ امریکا ماضی کی طرح یہاں سے انخلا کے بعد فوری طور پر نہ جائے کیوں کہ اِس کی موجودگی ہی یہاں کے مستقل امن کی ضمانت بن سکتی ہے۔ امریکا میں بھی یہ احساس موجود ہے کہ ہم ماضی کی غلطی نہ دہرائیں اور فوری طور پر افغانستان سے نکلنے کی پالیسی سے گریز کیا جائے۔ اِس تاریخی معاہدے کے امریکا اور اتحادی فوجیوں کا انخلا، دونوں طرف سے قیدیوں کا تبادلہ، بین الافغان مکالمہ، طالبان کی جانب سے مستقبل میں امریکا یا پاکستان سمیت کسی بھی ملک کے خلاف اپنی سرزمین کو استعمال نہ کرنے دینا، افغانستان اور طالبان پر لگی تمام پابندیوں کا خاتمہ بشمول اُن کو دہشت گردوں کی فہرست سے نکالنا، طالبان کو تمام دہشت گردوں سے اپنے رابطے ختم کرنا سمیت بہت سے اہم نکات ہیں۔ اِس معاہدے کو یقینی بنانے میں چین، روس اور قطر نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اِس معاہدے میں شامل تمام نکات بتدریج آگے بڑھیں گے، اور اِس کی کامیابی کا انحصار تمام فریقوں کے باہمی کردار اور اعتماد کے ماحول سے جڑا ہوا ہوگا۔

معاہدے کے مثبت اور منفی پہلو

اِس منصوبے میں منفی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ مثبت اشارے بھی ہیں جو امن کی راہوں کا تعین کریں گے۔ اُمید ہے کہ منفی پہلوؤں کے مقابلے میں مثبت پہلوؤں کو سبقت حاصل ہوگی۔ آیئے دونوں پہلوؤں کا تجزیہ کر لیتے ہیں:

منفی پہلو

☆ امریکی انخلا کا یہ منصوبہ بھارت کے لیے خاصے صدمے کا باعث بنا ہے۔ لہٰذا این ڈی ایس (NDS) اور را (RAW) باہمی اشتراک سے پاکستان اور دیگر ہمسایہ ممالک میں دہشت گرد کاروائیاں کر کے طالبان کو بدنام کرنے کی کوشش کریں گے کیوں کہ بھارت کو آئی ایس آئی (ISI) کی کامیابی اور پاکستان کی پرسکون مغربی سرحدوں کی حقیقت ہضم نہیں ہورہی ہے۔

☆ اندرون ملک، اشرف غنی، جنگی سردار اور دیگر چھوٹے چھوٹے گروپ ملک میں طالبان کی حکومت کے قیام کی مخالفت کریں گے۔ اُن کی کوشش ہوگی کہ افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے، مشترکہ کوششوں کے ذریعے انٹرا افغان مذاکرات ناکام ہو جائیں۔ اگر انٹرا افغان مذاکرات کامیاب ہوتے ہیں تو یہ بات مستقبل میں افغانستان میں حکومت کے لیے مضبوط بنیاد بنے گی۔

☆ امریکا بذاتِ خود بھی افغانستان میں اسلامی مملکت کے قیام کی راہ میں مزاحمت کرے گا کیوں کہ امن منصوبے میں سترہ (17)

> افغان حکومت چاہتی ہے کہ اِس معاہدے کی صورت میں اُس کا اپنا کردار ختم نہ ہو، اور طالبان اُس کو ایک بڑے فریق کے طور پر تسلیم کریں، اور اگر امن کی طرف بڑھنا ہے تو افغان طالبان عملی طور پر افغان حکومت کے ساتھ مل کر کام کریں۔ پاکستان چاہتا ہے کہ امریکا ماضی کی طرح یہاں سے انخلا کے بعد فوری طور پر نہ جائے کیوں کہ اِس کی موجودگی ہی یہاں کے مستقل امن کی ضمانت بن سکتی ہے۔

مرتبہ اِن الفاظ کی تکرار کی گئی ہے کہ ''امریکا افغانستان میں اسلامی مملکت کے قیام کو منظور نہیں کرتا۔'' مزید برآں منصوبے پر کسی امریکی حکومتی عہدہ دار کے دستخط بھی نہیں ہیں، تاکہ حکومت کے لیے بعد میں یوٹرن (U-Turn) لینا آسان ہو۔

☆ ایک خاص مقصد کی خاطر امریکی اور اتحادی فوجوں کے انخلا کے لیے اٹھارہ ماہ کے عرصے کی شرط رکھی گئی ہے اور درپردہ عزائم کی خاطر اچھی خاصی تعداد میں فوج موجود رہے گی۔ یہ ایک سازش ہے، اسی وجہ سے ایران نے اِس منصوبے کو مسترد کر دیا ہے۔

☆ 1989-90ء میں افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلا کے بعد جن ممالک نے وہاں پر اسلامی مملکت کے قیام کی مخالفت کی تھی؛ وہی اب بھی اِس امر کی مخالفت کر رہے ہیں کیوں کہ ایک جہادی افغانستان، انقلابی ایران اور اسلامی پاکستان مل کر ایک تزویراتی محور بن جائیں گے جو تمام اسلامی دنیا کی سلامتی کی ضمانت ہوگا۔

مثبت پہلو

منصوبے کے مثبت پہلو زیادہ مضبوط ہیں اور اِس بات کا قوی امکان ہے کہ منفی پہلوؤں پر مثبت پہلو غالب ہوں گے۔

☆ امریکی اِس طویل جنگ سے تھک چکے ہیں اور طالبان کے ہاتھوں اُٹھائی جانے والی شرم ناک شکست پر افسردہ ہیں۔ وہ باعزت انخلا چاہتے ہیں، قبل اِس کے کہ اُنھیں ذلت آمیز پسپائی پر مجبور ہونا پڑے۔ افغانستان میں امریکا کو ویتنام جیسی صورت حال کا سامنا ہے۔ ''امریکا افغانستان سے نکلنا چاہتا ہے لیکن شرمندگی سے بچنے کے لیے ہی اِس نے فوجوں کے انخلا کے لیے اٹھارہ ماہ کی مدت مانگی ہے۔

☆ طالبان سے متعدد ضمانتیں مانگی جا رہی ہیں مگر اُن کی قوت منتشر ہے اور اُن کی حکمرانی میں کوئی ادارہ جاتی نظم نہیں ہے کہ وہ ایسی ضمانتیں اتنی جلدی فراہم کر سکیں۔ اُنھیں استحکام حاصل کرنے کے لیے وقت درکار ہے۔ یہی وہ ''خطرناک وقفہ'' ہے جس کو استعمال کر کے امن مخالف قوتیں اِس منصوبے کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گی۔

☆ وقت اور ماحول (Time and Space) کو جنگی نقطہ نگاہ سے بڑی اہمیت حاصل ہے اور اِن دونوں عناصر کو طالبان نے بڑی دانش مندی سے استعمال کیا ہے۔ امریکا کو فضائی سبقت حاصل ہے لیکن یہ برتری جنگ میں فتح کے لیے مددگار نہیں ہے۔ چالیس سالہ ظالمانہ تصادم کے باوجود طالبان جنگ سے تھکے نہیں اور حالیہ دنوں میں اشرف غنی کی فوجوں کے خلاف اُنھوں نے تیرہ (13) صوبوں میں کامیاب کارروائیاں کرتے ہوئے (33) اہداف کو نشانہ بنایا ہے جب کہ امریکا فضائی کارروائیاں کر کے طالبان کو حکومتی فوجوں کیخلاف حملوں سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے۔

☆ 1989-90ء کے عرصے میں مجاہدین کے سات (7) جنگی کمانڈر اور دو (2) سرپرست تھے، آئی ایس آئی اور سی آئی اے جب کہ اِس وقت ان کا صرف ایک کمانڈر ہے اور وہی سرپرست بھی ہے اور رہبر بھی ہے۔ طالبان کی کمانڈ کا شمالی ڈھانچا مزار شریف سے بدخشاں تک کے علاقے ملا عمر کے بیٹے کی کمان میں ہیں اور ہرات سے نورستان تک کے جنوبی علاقے سراج الدین حقانی کی انتہائی مضبوط کمان میں ہیں۔ طالبان کی کمانڈ کا ہیڈکوارٹر صوبہ قندوز میں ہے۔ افغانستان کے اسی (80) فیصد علاقوں پر اُنھیں کنٹرول حاصل ہے جہاں پر شرعی قوانین نافذ ہیں۔ یعنی ایک پورا حکومتی

نظام موجود ہے۔

☆ طالبان کے جنگ جوؤں کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے جو گزشتہ چالیس سالوں کے دوران پیدا ہوئے اور جنگ کے سائے میں پل کر جوان ہوئے ہیں۔ یہ جنگ جو نہ صرف بہادر اور سخت جان ہیں بلکہ ملا عمر کے نظریے سے غیر متزلزل طور پر منسلک ہیں۔

درپیش چیلنجز

بھارت کا منفی کردار

بھارت اب تک اپنی خفیہ ایجنسی اور افغان خفیہ ایجنسی کی مدد سے افغانستان اور پاکستان کے داخلی استحکام کو متزلزل کرتا رہا ہے۔ اب اِس تاریخی معاہدے کی صورت میں بھارت کس حد تک اِس عمل میں مثبت کردار ادا کرے گا، یہ خود ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔ لیکن اگر بھارت نے امریکی ایجنڈے کے برعکس اِس افغان امن معاہدے کو خراب کرنے کی کوشش کی تو اِسے امریکا بھی قبول نہیں کرے گا۔

روایتی سازشی عناصر

افغانستان میں عشروں سے جاری ناگفتہ بہ صورت حال میں اپنا مفاد دیکھنے والے عناصر امن عمل میں رخنہ ڈالنے کے لیے ایک بار پھر چابک دستی کا مظاہرہ کرتے محسوس ہو رہے ہیں۔ اُن کے ماضی کے رویوں اور حربوں کو دیکھتے ہوئے اِسے خلاف توقع نہیں کہا جا سکتا مگر دوحا معاہدہ محض کاغذ کا ایک ٹکڑا نہیں ہے بلکہ اِس کی بے پناہ اہمیت ہے جس کا اندازہ اِس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ مذکورہ امن معاہدے کے دوسرے دن صدر اشرف غنی کے بیان جس میں اُنھوں نے کہا کہ ''طالبان نے قیدیوں کی پیشگی رہائی کو انٹرا افغان مذاکرات سے جوڑا ہے تو ہماری بھی شرائط ہیں۔ اُنھیں، مجھے بتانا ہوگا کہ وہ کب پاکستان سے اپنا تعلق ختم کرتے ہیں''، سے ایک تشویش ناک صورت حال پیدا ہوئی۔ اِس کے جواب میں افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا کہ معاہدے کے مطابق جب تک پانچ ہزار قیدی رہا نہیں کیے جائیں گے، تب تک ہم افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کی میز پر نہیں بیٹھیں گے۔ اِس صورت حال کے تناظر میں اہم عالمی طاقتیں اور مغربی ملکوں کے سفارتی حلقے اِس معاہدے کو بچانے کی خاطر پوری طرح سرگرم نظر آئے۔

دیکھا جائے تو امن اور اِس کے نتیجے میں جمہوری افغانستان میں اشرف غنی کا کوئی مستقبل نہیں۔ یہ اُن کے لیے ایک نوکری کی طرح ہے جب تک چلتی ہے، چلائیں گے ورنہ بوریا بستر لپیٹ لیں گے۔ طالبان، امریکا معاہدے سے اگر امن قائم ہو جاتا ہے تو پہلی Casualty اشرف غنی ہوں گے۔ اشرف غنی کا افغانستان میں کوئی حلقہ اثر نہیں، وہ صرف امریکا کے نامزد آدمی ہیں اور جب تک امریکا چاہے گا، وہ منظرِ عام پر رہیں گے۔ اِس لیے وہ کوشش کریں گے کہ اُن کا اقتدار قائم رہے چاہے اِس کے لیے افغان امن عمل کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

امریکا، ایک ناقابل اعتبار پارٹنر

امریکا کبھی بھی کسی بھی معاہدے کا قابلِ بھروسا فریق نہیں رہا۔ امریکا کے سابق وزیر خارجہ ہنری کسنجر کا مشہورِ زمانہ فقرہ ہے کہ ''امریکا کی دشمنی خطرناک اور دوستی جان لیوا ہے۔'' امریکا کے ممتاز دانش ور نوم چومسکی امریکا کو ''بدمعاش ریاست'' قرار دیتے ہیں۔

پاکستان نے امریکا کے ساتھ F-16 طیاروں کی خریداری کا ''دوطرفہ معاہدہ'' کیا اور امریکا کو ایک ارب ڈالر کی خطیر رقم ادا کی، مگر امریکا معاہدے سے مکر گیا۔ اُس نے ایک دہائی سے زیادہ عرصے تک نہ پاکستان کو ایف سولہ طیارے دیے نہ پاکستان کی رقم واپس لوٹائی۔ امریکا کے بین الاقوامی معاہدوں کی پاس داری کا یہ عالم ہے کہ امریکا نے ایران کے ساتھ اُس کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے بین الاقوامی نوعیت کا معاہدہ کیا۔ روس، چین، جرمنی، فرانس اور برطانیہ بھی اِس معاہدے کے فریق تھے، مگر امریکا کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک لمحے میں اِس معاہدے کو اُٹھا کر تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیا۔ چناں چہ اِس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ امریکا طالبان سے کیے گئے معاہدے پر عمل کرے گا۔ امریکا کے ''وزیر جنگ'' مارک ایسپر نے معاہدے سے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ اگر طالبان نے اپنے وعدے پورے نہ کیے تو امریکا معاہدے سے نکل جائے گا۔ مسلمانوں کے لیے معاہدے کی پاس داری ایک مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے، چناں چہ طالبان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے، مگر امریکا کا کوئی مذہب اور کوئی اخلاقیات ہی نہیں ہے۔ نوم چومسکی کے الفاظ میں وہ ایک ''بدمعاش ریاست'' ہے، چناں چہ وہ کسی بھی وقت معاہدے سے مکر سکتا ہے۔

ٹرمپ کی سیمابی طبیعت

یہ حقیقت راز نہیں کہ طالبان کے ساتھ معاہدہ ڈونلڈ ٹرمپ کی ''سیاسی ضرورت'' ہے۔ اُنھیں آئندہ صدارتی انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ''ٹرافیوں'' کی ضرورت ہے۔ اِن میں سے ایک ٹرافی طالبان کے ساتھ معاہدہ بھی ہے۔ لیکن جب ڈونلڈ ٹرمپ کی ضرورت پوری ہوجائے گی تو پھر وہ معاہدے کے ساتھ کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ امریکا وہ ملک ہے جس نے امریکی سرزمین پر قبضے کے لیے 8 سے 10 کروڑ ریڈ انڈینز کو مارڈالا، کوریا کی جنگ میں 20 لاکھ لوگوں کو تہ تیغ کردیا، ویت نام میں 10 سے 15 لاکھ لوگ مار ڈالے، دوسری عالمی جنگ میں جاپان امریکا کے آگے ہتھیار ڈالنے ہی والا تھا --- اِس سلسلے میں امریکا نے جاپانی فوج کے فوجی پیغامات تک رسائی حاصل کرلی تھی --- مگر جاپان اور دنیا کو خوف زدہ کرنے کے لیے امریکا نے جاپان کے دو شہروں ناگاساکی اور ہیروشیما کو ایٹم بموں سے تباہ کردیا۔ امریکا کی ایک یونیورسٹی کی تحقیق کے مطابق امریکا نے گزشتہ 19 سال میں افغانستان اور عراق سمیت مختلف مسلم ملکوں میں 16 لاکھ مسلمانوں کو قتل کرڈالا ہے۔ ایسے ملک کے لیے ایک معاہدے کو روند ڈالنا کیا مشکل ہے!

معاہدہ کامیاب کیسے ہوگا؟

اگر فریقین نے اِس معاہدے کی پاس داری نہ کی اور اِسے اپنی ذاتی اَنا اور ضد کی بھینٹ چڑھایا تو یقینی طور پر یہ معاہدہ آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ امریکا اور افغان حکومت کے بقول اِس معاہدے کی کامیابی افغان طالبان کے مثبت کردار سے جڑی ہوئی ہے۔ جب کہ افغان طالبان ہی نہیں، بلکہ خود افغان حکومت اور امریکا کا اپنا کردار بھی اِس معاہدے کی کامیابی یا ناکامی سے جڑا ہوگا۔

افغان حکومت کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اِس معاہدے کو اپنی سیاسی کمزوری سمجھتی ہے اور اِسے اندازہ ہے کہ افغان طالبان اِس کی سیاسی حیثیت اور کردار کو تسلیم نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ موجودہ افغان حکومت کے حامی ہیں۔ اِس لیے اگر افغان حکومت کو لگا کہ اِس کا کردار محدود ہو رہا ہے اور طالبان زیادہ بااختیار ہو رہے ہیں تو وہ اِس معاہدے کو ناکام بنا سکتی ہے۔ لیکن طالبان کسی بھی صورت میں افغان حکومت کی بالادستی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ خود افغان طالبان کی بڑی ذمہ داری یہ ہوگی کہ وہ خود سے جڑے تمام فریقوں کو اِس معاہدے کا حصہ بنائیں، کیوں کہ اگر کسی نے اِسے چیلنج کیا اور اپنی مزاحمت جاری رکھی تو مسائل پیدا ہوں گے۔ اگر اِس معاہدے کو آگے بڑھنا ہے تو امریکا اور افغان حکومت کے درمیان بھی مسائل دیکھنے کو ملیں گے۔ اِس کی ابتدائی شکل افغان صدر ڈاکٹر اشرف غنی کی جانب سے قیدیوں کی فوری رہائی کے امریکی فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار ہے۔ اُن کے بقول قیدیوں کی رہائی کا نکتہ مذاکرات کا حصہ ہوسکتا ہے، لیکن فوری طور پر قیدیوں کی رہائی ممکن نہیں ہوگی۔

اختتامیہ

اگر امریکا، طالبان معاہدہ پر شق وار عمل درآمد شروع ہوجاتا ہے تو گزشتہ دو دہائیوں میں پہلی بار امن وامان کے حوالے سے اِس خطے کے لوگوں اور عالمی برادری کو ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آئے گا کیوں کہ معاہدے کے تحت طالبان اپنی سرزمین سے کسی بھی ملک میں دہشت گردی نہیں ہونے دیں گے۔ یہی آج کا تقاضا اور ہماری ضرورت بھی ہے۔ اگر اِس حوالے سے مذاکرات کی بیل منڈھے چڑھ گئی ہے اور اب فریقین ایک دوسرے کے اخلاص کو جانچ رہے ہیں تو اِس کے ثمرات علاقائی اور عالمی امن کی صورت میں سب تک پہنچنے چاہییں اور اب کسی کو امن کی بحالی میں لات مارنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ بے شک امن کی بحالی امریکی صدر ٹرمپ کا کریڈٹ بنے گی جس کا اُنھیں آئندہ امریکی صدارتی انتخاب میں فائدہ پہنچ سکتا ہے مگر گزشتہ 20 سال سے خون خرابے سے دوچار پاکستانی اور افغان دھرتی کو بھی تو سکون ملے گا اور امن کی بحالی کی صورت میں ہماری صنعتی ترقی، بیرونی سرمایہ کاری اور اِس کے نتیجہ میں خوش حالی کی راہ ہموار ہوگی۔ اِس سے سی پیک کے آپریشنل ہونے کی بھی ضمانت مل جائے گی اِس لیے اب انٹرا افغان مذاکرات سبوتاژ کرنے کی افغان صدر کو کسی صورت اجازت نہیں ملنی چاہیے کیوں کہ اِس حوالے سے اُن کا ایجنڈا محض اپنے مفادات کا حصول اور بھارتی مقاصد کی تکمیل ہے جسے افغان سرزمین پر امن وامان کی خرابی ہی سوٹ کرتی ہے کیوں کہ اِس سے بھارت کو اپنے تربیت یافتہ دہشت گرد آزادی کے ساتھ پاکستان بھجوانے کا موقع ملتا ہے۔ صدر اشرف غنی نے افغان جنگ میں اپنے لیے بہت سے مفادات سمیٹ لیے ہیں۔ اب اُنھیں افغان عوام پر بھی رحم کرنا چاہیے اور اِس خطے کو بھی امن وسکون سے رہنے دینا چاہیے۔ اُنھیں بہرصورت یہ باور ہونا چاہیے کہ امن عمل کو خراب یا سبوتاژ کرنے کی اُن کی کوئی سازش اب کامیاب نہیں ہوسکتی اور اِس کے ردعمل میں خود اُنھیں ناقابل یقین نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے۔

ماحولیاتی تبدیلیاں اور سرمایہ دارانہ نظام

احمد حسن

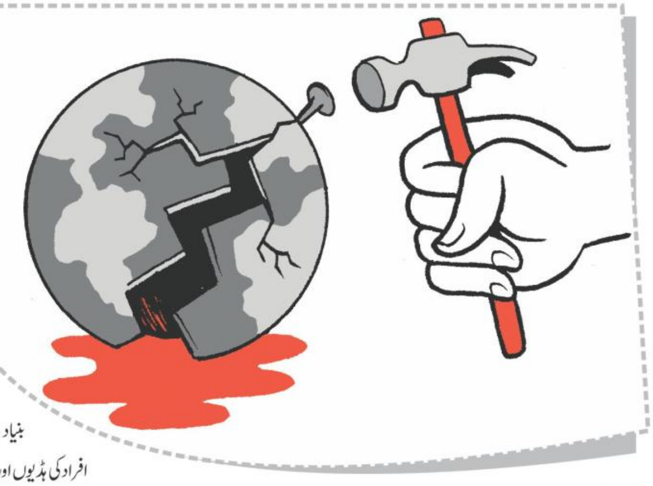

گزشتہ کچھ دہائیوں سے دنیا بھر میں موسموں کے پیٹرن تبدیل ہورہے ہیں۔ شدید گرم علاقوں میں سردی پڑ رہی ہے اور ٹھنڈے ممالک میں لوگ گرمی سے بے حال ہورہے ہیں۔ میکسیکو، برازیل اور آسٹریلیا میں ہزاروں ایکڑ رقبے پر پھیلے جنگلات آگ سے خاکستر ہوگئے۔ یہ موسمیاتی تبدیلیاں لاکھوں افراد، جانوروں اور نباتات کو متاثر کررہی ہیں۔ قطبی ریچھ گرمی سے بے حال ہورہے ہیں، گلیشیرز پگھل رہے ہیں، جانوروں اور پودوں کی انواع معدوم ہورہی ہیں، سمندر زہریلے ہورہے ہیں اور موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے لوگ ہجرت کررہے ہیں۔ ماحولیاتی سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ جو کچھ ابھی ہورہا ہے وہ ایک ایسی دیوہیکل ماحولیاتی تبدیلی کا محض ایک ٹریلر ہے جس کی مکمل شکل بہت خوف ناک ہوگی۔

معاشرے کے تمام طبقے اِس حوالے سے فکرمندی کا اظہار کررہے ہیں اور فوری اقدامات کرنے پر متفق ہیں۔ تاہم اِس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اِس حقیقت کا ادراک ضروری ہے کہ ماحولیاتی تباہی انسانی فطرت کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ یہ سرمائے کی ہوس کا شاخسانہ ہے۔ عام افراد اِس کے ذمہ دار نہیں بلکہ یہ پیداوار کے اُس طریقے کی دین ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کہلاتا ہے۔ عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد اُن اربوں افراد کی ہڈیوں اور خون پر رکھی گئی جو اِس ظالمانہ بھٹی کا ایندھن بنے اور اب تک بن رہے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام اپنی اصل میں توسیع پسند ہے اور وہ اپنے اردگرد کے ماحول اور اشیا کے ساتھ کبھی توازن برقرار نہیں رکھ سکتا۔ منافع کی نہ ختم ہونے والی حرص اِس نظام کو نئے وسائل اور نئی منڈیوں کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رکھتی ہے۔ ماحولیاتی سیاست کے ماہر جان بیلامی فوسٹر اِس رجحان کو 'ٹریڈمل آف پروڈکشن' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جس میں سرمایہ دار کو ٹریڈمل پر اپنی جگہ برقرار رکھنے کے لیے ہمیشہ بھاگنا بلکہ دوسروں سے آگے نکلنا ہوتا ہے۔

> اِس وقت پوری دنیا تیزی سے ہونے والی ماحولیاتی تبدیلیوں کی زد میں ہے۔ گزشتہ اور رواں برس کسی خطے میں سخت ترین سرد موسم کے ریکارڈ ٹوٹے تو کہیں گرمی نے کرۂ ارض کو پگھلا کر رکھ دیا۔ کہیں سیلابوں اور طوفانوں نے تباہی مچائی تو کہیں طوفانی بارشوں نے بے حال کردیا۔ ماحولیاتی آلودگی اور کرہ ارض کے درجہ حرارت میں مسلسل اضافے کی سب سے بڑی وجہ فوسل فیولز کا استعمال ہے جو اب اِس سطح کو پہنچ چکا ہے کہ ماہرین تسلیم کرتے ہیں کہ تمام ممالک اور تمام آبادی کے لیے عالمی سطح کی عظیم تباہی لازمی ہوچکی ہے۔ موسمی تبدیلی اور ماحولیاتی بربادی سرمایہ داری کے مسائل میں سے ہے۔ سرمایہ داری کی ساخت اور حرکیات میں وہ عوامل پوشیدہ ہیں جو انسانی سماج کو برباد کرسکتے ہیں۔ سرمائے کے مسلسل پھیلاؤ اور اجتماع اور تمام تر نتائج کو خاطر میں لائے بغیر منافع کی نہ ختم ہونے والی ہوس کا مطلب انسانوں کا بے رحمانہ استحصال اور قدرتی وسائل کی لوٹ مار اور بربادی ہے۔

سرمایہ دارانہ کمپنیاں اِس بات کا التزام کرتی ہیں کہ دنیا کو کنزیومر سوسائٹی میں تبدیل کردیا جائے۔ 1.2 ٹریلین ڈالرز کی اشتہار بازی کی صنعت اِس معاملے میں سرمایہ داروں کے ایجنٹ کا کردار ادا کرتی ہے اور چوبیس گھنٹے اشتہارات کے ذریعے لوگوں کو یہ محسوس کرواتی ہے کہ جدید ترین اشیا کے بغیر انسان نامکمل، ناآسودہ اور دوسروں سے کمتر ہے۔ یہ شیطانی چکر نہ صرف ماحولیاتی نقصان کا باعث ہے بلکہ فرد کے سماج اور دیگر افراد سے تعلقات کو بھی منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔ اب ایک فرد کی قدر و قیمت کا تعین اُس کے عہدے، اثاثوں یا بالفاظ دیگر اُس کی خریدنے کی صلاحیت سے ہوتا ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشروں میں اشیا کی خرید و فروخت ہر سرگرمی کا مرکز ہے۔ سرمایہ داری کے اُصول کے مطابق لوگوں کو اشیا کے حصول کی ایک نہ ختم ہونے والی دوڑ میں لگے رہنا چاہیے۔ اشیا کی فراوانی کے ساتھ ساتھ اِس بات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ یہ اشیا پائیدار نہ ہوں۔ مہنگی سے مہنگی اشیا بہت مختصر عرصے میں یا تو کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں یا پرانی ہوجاتی ہیں اور پھر فرد کو نئی شے کی ضرورت محسوس کروائی جاتی ہے اور یہ خراب یا پرانی اشیا دنیا کو نہ تلف ہونے والے کچرے کے ڈھیر میں تبدیل کرتی رہتی ہیں۔

سرمائے کے ارتکاز اور فطرت کا توازن خراب ہونے میں براہ راست تعلق ہے۔ کاروباری کمپنیاں اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کے لیے اپنے اثاثے بڑھانے، نئی مارکیٹوں پر قابض ہونے اور اپنے مخالفین کو شکست دینے کے لیے زیادہ سے زیادہ خام مال خریدنا چاہتی ہیں۔ یوں کمپنیاں قدرتی وسائل کو اِس بے دردی سے استعمال کرتی ہیں کہ یہ خام مال دوبارہ پیدا ہونے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ یہ رویہ اینمل فارمنگ، مونوکلچر زراعت، کان کنی، ضرورت سے زیادہ مچھلیاں پکڑنے اور ایسے کسی بھی عمل میں دیکھا جاسکتا ہے جہاں وسائل کا بے دریغ استعمال ہورہا ہو اور قدرت کے کام میں رکاوٹ ڈالی جارہی ہو۔ یہ نظام فوسل فیول یعنی ایندھن، تیل اور

گیس پر انحصار کرتا ہے جس کی وجہ سے گرین ہاؤس گیسیں خارج ہوتی ہیں اور ماحولیاتی تباہی کا سبب بنتی ہیں۔

اِس استحصال کی ایک اہم مثال کانگو ہے۔ کانگو دیگر معدنیات کے ساتھ ساتھ کوبالٹ کے ذخائر سے بھی مالا مال ہے۔ کوبالٹ کی اہمیت یہ ہے کہ سمارٹ فون، لیپ ٹاپ اور الیکٹرک گاڑیوں کی لیتھیم آئن ری چارج ایبل بیٹریاں کوبالٹ کے بغیر کام نہیں کرسکتیں۔ علاوہ ازیں یہ جیٹ انجن، گیس ٹربائن اور میگنیٹک سٹیل کی تیاری میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوبالٹ نہ ہو تو آپ نہ کوئی ای میل بھیج سکتے ہیں، نہ سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس استعمال کرسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی کار یا جہاز چلا سکتے ہیں۔ کوبالٹ کی نہ ختم ہونے والی ڈیمانڈ ایپل، گوگل، ڈیل، مائیکروسوفٹ اور ٹیسلا جیسے اداروں کی نہ ختم ہونے والی حرص سے جڑی ہوئی ہے۔ کوبالٹ کی ڈیمانڈ گزشتہ پانچ برسوں میں تین گنا بڑھ چکی ہے۔ دنیا بھر میں استعمال ہونے والا 60 فیصد سے زائد کوبالٹ کانگو سے نکالا جاتا ہے جو دنیا کا غریب ترین اور غیر مستحکم ملک ہے۔ کوبالٹ کو کانوں سے نکالنے کا عمل انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، بدعنوانی، ماحولیاتی تباہی اور چائلڈ لیبر سے جڑا ہوا ہے۔ کانگو کے غریب افراد خاص طور پر بچے اِن کانوں میں نہایت خطرناک حالات میں کام کرتے ہیں۔ یہ بچے کانوں کے انہدام اور تابکاری اثرات کی وجہ سے خطرناک امراض کا شکار ہو کر مرجاتے ہیں۔ گزشتہ برس مقامی افراد نے اِن تمام بین الاقوامی اداروں پر مقدمہ کیا لیکن تا حال وہ انصاف ملنے کے منتظر ہیں۔

سرمایہ دار طبقے کے تمام گروہوں کے اپنے اپنے مفادات اور اُن مفادات کی نگہبانی کرنے کے لیے لابیاں ہوتی ہیں جو دنیا کے تمام ممالک میں سیاست دانوں کے ذریعے اپنے فیصلوں پر عمل درآمد کرواتی ہیں۔ آٹوموبیل اور آئل کمپنیوں کو چلانے والی عالمی اجارہ داریاں اپنے مفادات کا دفاع نہایت عیاری سے کررہی ہیں۔ اِن عظیم الشان کمپنیوں کے مفاد کا تقاضا ہے کہ تیل کو بنیادی ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا رہے۔ اگر آپ کو اِس بات پر حیرت ہو کہ پٹرول اور ڈیزل کے استعمال سے ماحول کو پہنچنے والے نقصانات کے باوجود نقل و حمل کے ماحول دوست طریقے کیوں نہیں اپنائے جاتے تو اِس کا جواب اِن سرمایہ دار بین الاقوامی کمپنیوں کے مفاد میں چھپا ہوا ہے۔

کارل مارکس نے کہا تھا کہ سرمایہ دار ہمیشہ دو طرح کے وسائل کا بے انتہا استحصال کرتا ہے، فطرت اور انسان۔ ماحولیاتی تباہی کے حوالے سے اِن سرمایہ داروں کی نیک نیتی کا اندازہ عالمی رہنماؤں کے بیانات اور عمل سے لگایا جاسکتا ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ ماحولیاتی تبدیلیوں کو مذاق سمجھتا ہے اور برازیلین

صدر بولسونارو نے مبینہ طور پر سرمایہ داروں کو امیزون جنگل تباہ کرنے کی اجازت دی تاکہ وہاں جانور پال کر مغربی ممالک کی گوشت کی بڑھتی ہوئی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔ یہ بات واضح ہے کہ اُمراء کو اِس ماحولیاتی تبدیلی سے کوئی سروکار نہیں۔ قحط ہو یا سمندری طوفان آئیں اُنھیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ محفوظ علاقوں میں اپنی پرتعیش آرام گاہوں میں رہ رہے ہیں۔

دوسرے سیاروں پر زندگی کی تلاش کے منصوبے اِسی منصوبے کی کڑی ہیں۔ سرمایہ دار طبقہ اِس بات سے واقف ہے کہ اُس کی منافع کی ہوس نے دنیا کو رہنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے اِس لیے آپ کو یہ جان کر حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ ایلون مسک اِس ایک فیصد استحصالی طبقے کے لیے مریخ پر بستیاں بسانے کی تیاری کررہا ہے۔ لیکن زیادتی یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے اِس دنیا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اُنھی کے پاس کوئی جائے پناہ نہیں۔ اگر اِن ماحولیاتی تبدیلیوں کے نتیجے میں لاکھوں غریب افراد مر بھی جاتے ہیں تو اِن سرمایہ داروں کی زندگیوں پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ماحولیاتی تباہی کے نتائج ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ جنوبی افریقہ کے بہت سے شہروں میں پانی کی شدید قلت ہے، ارجنٹائن کی سڑکوں پر لوگ غیر معمولی سردی کی وجہ سے مر رہے ہیں اور منگولیا میں فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس کے امراض پھیل رہے ہیں۔ دہلی اور لاہور کا شمار دنیا کے آلودہ ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ 2015ء میں شدید گرمی کی وجہ سے کراچی میں تقریباً 1500 لوگ ہلاک ہوگئے تھے۔ سمندروں میں پانی کی سطح بڑھنے کی وجہ سے زرعی زمین بنجر ہورہی ہے۔ سال 2019ء جنگلاتی آگ کے حوالے سے براعظم آسٹریلیا کے لیے بدترین سال ثابت ہوا اور پوری دنیا میں ماحولیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگ گئیں۔ لگ بھگ 1 لاکھ مربع کلومیٹر رقبے پر پھیلے جنگلات، باغات اور عمارتیں اِس آگ کی زد میں آکر راکھ کا ڈھیر بن گئیں جب کہ اب تک اِس آگ سے 1 ارب سے زائد مختلف النوع جانور ہلاک ہوچکے ہیں۔ جانوروں کی کئی انواع کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے۔ مزید برآں، خوراک کی کمی اور شدید موسم سے بچنے کے لیے لوگ محفوظ علاقوں کا رخ کررہے ہیں۔ نتیجتاً مختلف علاقوں میں آبادی کے دباؤ میں اضافہ ہورہا ہے جس کے اپنے سیاسی اور سماجی مضمرات ہیں۔

اِس ماحولیاتی تباہی کے ذمہ دار عام لوگ نہیں ہیں۔ گو کہ انفرادی کوششیں مثلاً پانی بچانا اور اشیا کو دوبارہ استعمال کرنا مفید ہیں تاہم مسئلے کی نوعیت کے پیشِ نظر انفرادی طور پر افراد بالکل بے یار و مددگار ہیں۔ ہم فضائی سفر میں کمی کرسکتے ہیں، مقامی طور پر

اُگائی اور بنائی ہوئی اشیا استعمال کر سکتے ہیں، شمسی توانائی کا استعمال شروع کر سکتے ہیں اور برقی کاریں چلا سکتے ہیں تاہم ہمیں مسئلے کی اصل وجہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جو دیوانگی کی حد تک بڑھی ہوئی منافع کی ہوس ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 1988ء سے اب تک فضا میں خارج ہونے والی تقریباً 70 فیصد گرین ہاؤس گیسز کی ذمہ دار 100 کارپوریشنز ہیں۔

ماحولیاتی تباہی طاقت اور سرمائے کے ایک غیر مساوی نظام کا منطقی نتیجہ ہے۔ رائے عامہ کے دباؤ کے پیش نظر یہ دیو ہیکل کاروباری ادارے خود کو بظاہر ماحول دوست کہنے لگے ہیں۔ اِن کی زیادہ سے زیادہ تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے لوگو کو تبدیل کر کے اُس پر ایک درخت یا پھول لگا لیتے ہیں اور اپنی ای میل میں لکھ لیتے ہیں کہ جب تک اشد ضرورت نہ ہو اِس ای میل کا پرنٹ آؤٹ نہ لیں لیکن یہ تبدیلی اشک شوئی سے زیادہ نہیں۔

یہ بڑی بڑی اجارہ داریاں ماحولیاتی تباہی کی اصل ذمہ دار ہیں۔ اِن کو نیشنلائز کرتے ہوئے مزدوروں کے جمہوری کنٹرول میں دینا ہوگا تاکہ پیداوار کی منصوبہ بندی اور مضر ماحول گیسوں کے اخراج کو روکنے کی ٹیکنالوجی کے استعمال کی راہ ہموار کی جا سکے۔ خام مال کا استعمال عقلی، منطقی اور دیرپا انداز میں کرنا ہوگا تاکہ ماحولیاتی آلودگی میں کمی آئے، پائیدار اشیا بنائی جائیں اور اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کیا جائے نہ کہ سماجی رتبے میں اضافے کے لیے۔ کام کی جگہوں پر بہترین سائنسی دماغوں کی قابلیت اور مزدوروں کے ہنر کو اکٹھا کرتے ہوئے اور پیداوار کو مزدوروں کے جمہوری کنٹرول کے تابع کرتے ہوئے ہی ہم اِس دنیا کی تمام تر سائنسی صلاحیتوں اور ذرائع کو انسانیت اور اِس سیارے کی خدمت کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

اِس متبادل نظام کا نام سوشلزم ہے۔ اِس نظام کے تحت پیداوار لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کی جاتی ہے نہ کہ سرمایہ داروں کے منافع کو تحفظ دینے کے لیے۔ اِس معاشی نظام کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ مزدور صنعتوں بالخصوص توانائی کے شعبے کا انتظام سنبھال لیں اور سائنس دانوں اور تکنیکی مہارت کے حامل افراد کی مدد سے ریاست کا انتظام چلائیں۔ ریاست مختلف ماہرین کی مدد سے اِس بات کا تعین کرے کہ آبادی کی ضرورت کے حساب سے کن وسائل کو کتنی مقدار میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ انسانیت کا مستقبل تاریک نہیں ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ ایک ایسا معاشرہ تخلیق کیا جائے جہاں زندگی تمام سرگرمیوں کا مرکز ہو نہ کہ منافع، اور یہ ایک سوشلسٹ معاشرے میں ہی میں ممکن ہے۔

پچھلے سال دنیا بھر میں ماحولیاتی تبدیلیوں کے خلاف مظاہروں میں لاکھوں افراد نے شرکت کی جن میں اکثریت سکول اور کالج کے طلبا کی تھی۔ لاکھوں نوجوانوں کے یہ احتجاج، جن کا کوئی کچھ عرصہ پہلے تک تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، ایک بہتر مستقبل کی نوید ہیں کہ نئی نسل اِن طفیلیے سر مار۔ دار ۱۰ ، کے ہاتھوں کرہ ارض کو پہنچنے

والے ناقابل تلافی نقصان اور ماحولیاتی تبدیلیوں میں منافع کی ہوس کے کردار کا نہ صرف ادراک کر رہے ہیں بلکہ اِس کے خلاف جدوجہد کے میدان میں بھی اُتر چکے ہیں۔ آج دنیا بھر میں بائیں بازو کی سیاسی اور سماجی تحریکیں اپنے عروج پر ہیں۔ ضرورت اِس مرکی ہے کہ ماحولیاتی تبدیلیوں کے خلاف طلبا کی اِن لڑاکا ہڑتالوں کو وسیع تر تحریکوں کے ساتھ جوڑا جائے اور نوجوان اور مزدور متحد ہو کر سوشلسٹ ماحولیاتی پالیسیوں کے لیے لڑائی کو منظم کریں۔

موسمیاتی تبدیلیاں اور بچے

گزشتہ دنوں عالمی ادارہ صحت، یونیسیف اور طبی جریدہ دی لینسیٹ نے اپنی ایک مشترکہ رپورٹ شائع کی جس میں انکشاف کیا گیا کہ دنیا بھر میں بچوں کا مستقبل خطرے سے دوچار ہے کیوں کہ کوئی بھی ملک ماحولیاتی تبدیلی کے منفی اثرات سے بچاؤ کے لیے خاطر خواہ اقدامات نہیں کر رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق، ''ماحولیاتی تبدیلی، حیاتیاتی انحطاط، بڑے پیمانے پر مہاجرت، تصادم کے واقعات، بڑھتی ہوئی عدم مساوات اور تجارتی مقاصد کے لیے بچوں کے استعمال نے دنیا کے ہر ملک میں بچوں کی صحت اور اُن کے مستقبل کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔'' اِس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ خوش حال ملکوں میں بچوں کے بقا اور نشوونما کے زیادہ بہتر امکانات ہیں لیکن اِن ممالک کی طرف سے کاربن کے حد سے زیادہ اخراج کے سبب تمام بچوں کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ بچوں کی بہتری کے حوالے سے جن تین پیمانوں، یعنی بچوں کی بہتر نشوونما، پائیداری اور مساوات کی بنیاد پر ملکوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اُن پر کوئی ایک بھی ملک پورا نہیں اتر سکا۔ رپورٹ میں بچوں کو کمرشل سیکٹر کی طرف سے لاحق خطرات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پرکشش اشتہارات اور بڑے پیمانے پر مارکیٹنگ کے ذریعہ جنک فوڈ اور چربی اور چینی سے بھرپور اشیائے خورونوش کی طرف بچوں کو لبھایا جاتا ہے جس کے نتیجے میں بچوں میں مٹاپے کی بیماری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 1975ء میں موٹاپے کی بیماری کے شکار بچوں اور نوعمروں کی تعداد گیارہ ملین تھی جو 2016ء میں بڑھ کر 124 ملین ہوگئی۔ اشتہارات کی وجہ سے بچے تمباکو اور الکوحل جیسی مصنوعات کی طرف راغب ہو جاتے ہیں جو خالصتاً بالغوں کے لیے ہیں۔ یوں بچوں میں بھی اِن کے استعمال کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔ رپورٹ میں تمام ملکوں سے اپیل کی گئی ہے کہ اُنھوں نے پائیدار ترقی کے اہداف (SDGs) کے حوالے سے 2015ء میں جو وعدے کیے تھے اُن کے حصول کے لیے کیے جانے والے اقدامات میں بچوں پر سب سے زیادہ توجہ دیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے ''پائیدار ترقیاتی اہداف دو مقاصد پر مبنی ہیں، پہلا یہ کہ ہم اپنے کرۂ ارض کو خطرناک اور غیر یقینی مستقبل سے بچائیں اور دوسرا یہ کہ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ، منصفانہ اور صحت مند زندگی کو یقینی بنائیں۔ بچوں کو اُن کی ضروریات، حقوق، مناسب حالات اور شراکت کے ساتھ اِن مقاصد کے مرکز میں رکھنے کی ضرورت ہے۔''

امریکی ٹیکنالوجی کی مشرق وسطیٰ منتقلی

دنیا کو آگے چل کر سلامتی کے حوالے سے جو چند بڑے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں اُن میں ایک سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کو حساس ہتھیاروں اور آلات کی ٹیکنالوجی کی منتقلی بھی شامل ہے۔

آج کی دنیا جدید ترین ٹیکنالوجی کی مدد سے بنائے جانے والے ہتھیاروں اور متعلقہ ساز و سامان کے حوالے سے مسابقت (Competition) سے عبارت ہے۔ ہتھیاروں کو زیادہ سے زیادہ جدید اور کارگر بنانے کے معاملے میں یورپ نے بھی بہت محنت کی ہے مگر امریکا اِس معاملے میں سب پر بازی لے گیا ہے۔ آج بھی سب سے زیادہ پیچیدہ اور کارگر جدید ہتھیار امریکا ہی بنا رہا ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے اسلحہ فروخت کرنے والے ادارے لاک ہیڈ مارٹن، بوئنگ اور ریتھیون جیسے بڑے اداروں کو امریکی حکومت نے اجازت دے رکھی ہے کہ سعودی عرب کو اندرون ملک جدید ترین ہتھیاروں کی تیاری کے قابل بنانے کے حوالے سے جدید ترین آلات اور ٹیکنالوجی فراہم کریں۔

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور دیگر ممالک اگر اپنے ہاں اسلحہ ساز اداروں کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آگے چل کر وہ اسلحہ اور دفاعی آلات کے حوالے سے امریکا پر کم منحصر ہوں گے اور جدید ترین ہتھیار برآمد کرنے کے قابل بھی ہو جائیں گے۔

امریکی کانگریس کی ریسرچ سروس کو 2017ء میں معلوم ہوا کہ متحدہ عرب امارات نے 2014ء میں دی ایمیریٹس ڈیفنس انڈسٹریز کمپنی قائم کی ہے۔ متحدہ عرب امارات نے روس، سعودی عرب، کویت، الجزائر اور لیبیا سے کسٹمر ایگریمنٹس پر دستخط کیے ہیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ متحدہ عرب امارات میں تیار کردہ آرمرڈ وہیکلز، اسالٹ رائفلز اور پرسونل کیریئر زمین میں لڑائی کے دوران دکھائی دی ہیں۔

معروف سکالر جوڈی وٹوری نے ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے لیے تیار کردہ ایک رپورٹ The Military Industrial Complex and US Foreign Policy: The Cases of Saudi Arabia and UAE میں لکھا ہے: ''مئی 2017ء میں اُس وقت کے سعودی نائب ولی عہد محمد بن سلمان نے سعودی عربین ملٹری انڈسٹریز کمپنی (SAMI) کے قیام کا اعلان کیا جو امریکی ڈیزائن کے مطابق میزائل، ہتھیار اور الیکٹرانکس سسٹم تیار کرے گی۔ یہ کمپنی دراصل محمد بن سلمان کے اُس خواب کا حصہ ہے کہ 2030ء تک سعودی عرب کے تمام دفاعی اخراجات نصف ہو جانے چاہییں۔

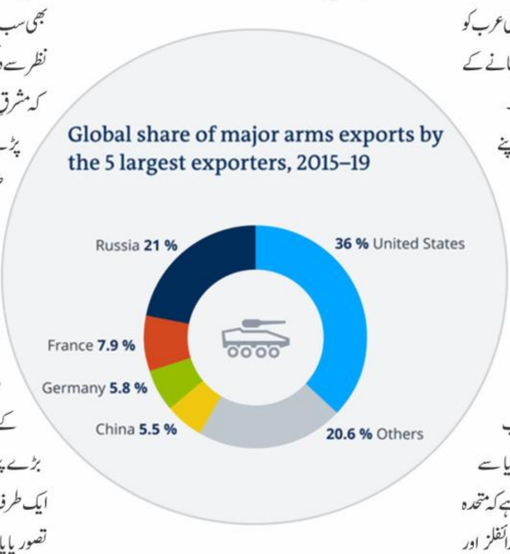

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے معاملے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تجارت کے حوالے سے چین کے معاملے میں امریکی سوچ کی یاد دلا رہا ہے۔ چینی مارکیٹ میں بڑا شیئر پانے کے لیے امریکی کمپنیاں جدید ترین ٹیکنالوجی چینی کمپنیوں کے حوالے کرنے کے لیے تیاری کر رہی ہیں۔ یہ بات زیادہ حیرت انگیز نہیں کہ آج بہت سی چینی کمپنیاں امریکی اداروں سے حاصل کردہ یا چرائی ہوئی ٹیکنالوجی کی مدد سے نہ صرف اندرونی مارکیٹ کی تشفی کر رہی ہیں بلکہ بیرونی منڈیوں میں بھی اپنا شیئر بڑھا رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر مزید حیرت ہوتی ہے کہ امریکی حکومت انتہائی سادگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بڑی غلطی دہرا رہی ہے اور مقصد صرف یہ ہے کہ ہتھیاروں کی فروخت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے۔ یہ بات بھی سب پر واضح ہو جانی چاہیے کہ خالص سیاسی اور سٹریٹجک نقطۂ نظر سے دیکھیے، تب بھی یہ سب کچھ غلط ہے۔ امریکا ہی کہا کرتا تھا کہ مشرقِ وسطیٰ کو سب سے آخر میں جس چیز کی زیادہ ضرورت پڑے گی، وہ ہیں مزید ہتھیار۔ جب مشرقِ وسطیٰ کو اسلحے کی کم ضرورت پڑنی ہے تو وہاں اسلحہ ساز اداروں کو مضبوط بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ مغربی ہتھیار اور ٹیکنالوجی منتقلی سے متعلق معاہدے اور نظام نقائص سے بھرے پڑے ہیں تو اسلحہ سازی کے عمل کو مقامی رنگ دینے کا عمل تخفیفِ اسلحہ (Disarmament) سے متعلق تمام دعووں اور تصورات کی نفی کرتا ہے۔ متحدہ عرب امارات کے اسلحہ ساز تو بہت خوش ہوں گے کہ اب وہ ''دوستوں'' کو بڑے پیمانے پر اسلحہ فروخت کر سکیں گے۔

ایک طرف تو چین کے حوالے سے امریکا میں یہ پریشان کن تصور پایا جا رہا ہے کہ وہ اسلحہ سازی اور دیگر شعبوں میں امریکی مفادات کے لیے شدید خطرہ بن کر اُبھر رہا ہے اور دوسری طرف متحدہ عرب امارات کو اسلحہ سازی میں مدد فراہم کرنا؟ شاید یہ تو دنیا میں سے سب سے کم محسوس کی جانے والی ضرورت ہے۔ ایسا لگتا

ہے کہ اِس معاملے میں امریکا اپنی روایت برقرار رکھے گا یعنی وقت گزر جانے کے بعد ہی ہوش میں آئے گا۔

اسلحے کا بے مثال تاجر

ایران کے میجر جنرل قاسم سلیمانی کی ہلاکت کے بعد سعودی حکام امریکی ایوانِ صدر پہنچے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو ہتھیار بیچنے کا شوق ہے اور اُن کے پسندیدہ کسٹمر سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان ہیں۔ 03 جنوری کو امریکی فوج کے ہاتھوں ایران کے جنرل قاسم سلیمانی کی ہلاکت کے فوراً بعد صدر ٹرمپ اسلحہ فروخت کرنے پر تُل گئے۔ اُن کے نزدیک یہ امریکی کانگریس یا نیٹو کے ارکان سے مشاورت سے کہیں بڑھ کر اور بہتر تھا۔

سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کے بھائی اور نائب وزیر دفاع خالد بن سلمان کے دورۂ امریکا کا اہتمام کیا گیا۔ اُنھوں نے 6 اور 7 جنوری کو امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ، سیکرٹری دفاع اور سیکرٹری خارجہ سے ملاقات کی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ ملاقاتیں خفیہ رکھی گئیں۔ سعودی حکام نے تو معاملہ طشت از بام کیا تاہم امریکی ایوانِ صدر کی ویب سائٹ پر خالد بن سلمان کی ملاقاتوں کا تا حال کوئی باضابطہ ذکر نہیں۔ امریکی صدر نے 7 جنوری کو ایک ٹویٹ کے ذریعے بتایا کہ اُنھوں نے سعودی عرب کے نائب وزیر دفاع سے ملاقات کی ہے۔ اِس ملاقات کے دوران چوں کہ صدر ٹرمپ کے ذہن پر صرف اور صرف کیش سوار تھا اِس لیے اُنھوں نے اپنے ٹویٹ میں لکھا کہ ''خالد بن سلمان سے ملاقات میں اسلحے، تیل، تجارت، دفاع، سلامتی اور مشرق وسطیٰ میں استحکام پر بات ہوئی۔''

امریکا اور دیگر ترقی یافتہ ممالک سے بڑے پیمانے پر ہتھیاروں کی خریداری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مشرق وسطیٰ میں بہت جلد صورتِ حال انتہائی خطرناک اور نازک ہوجائے گی۔ کوئی بھی اور خطہ اِتنے بڑے پیمانے پر اسلحہ نہیں خرید رہا۔ اور اِس خطے کو اسلحہ فراہم کرنے والا سب سے بڑا ملک امریکا ہے۔ سب سے زیادہ اسلحہ سعودی عرب خرید رہا ہے۔

قاسم سلیمانی کے قتل کے بعد مشرق وسطیٰ میں جو کشیدگی پیدا ہوئی ہے اور جس طرح کی صورتِ حال بن رہی ہے، اُسے دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اسلحے کی دوڑ میں تیزی آئے گی اور اسلحے کے مزید انبار لگیں گے۔ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات صرف بڑے پیمانے پر اسلحے کی خریداری تک محدود نہیں رہنا چاہتے بلکہ اپنے ہاں اسلحہ ساز ادارے قائم کرنے میں بھی غیر معمولی دلچسپی لے رہے ہیں۔

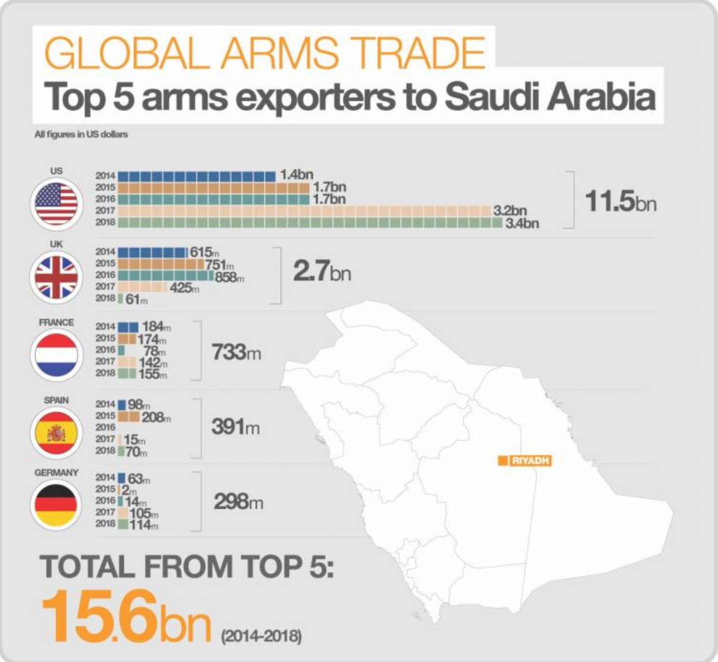

امریکا اسلحہ فروخت کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے، اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اسلحے کے بہت اچھے سیلز مین ہیں۔ اُنھوں نے 2017ء میں صدر کی حیثیت سے پہلا غیر ملکی دورہ کیا تو سعودی عرب گئے اور وہاں اُنھوں نے شاہ سلمان کے ساتھ اسلحے کی فروخت کے ایک بڑے معاہدے پر دستخط کیے۔ میڈیا میں اِس بات کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا کہ امریکا اور سعودی عرب کے درمیان طے پانے والے اِس معاہدے کی مالیت کم و بیش 110 ارب ڈالر ہے۔

امریکی کانگریس بہت سے معاملات میں اسلحے کی فروخت پر پابندی عائد کرتی ہے یا چند سخت شرائط عائد کرتی ہے۔ مئی

2019ء میں صدر ٹرمپ نے کانگریس کے تحفظات کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے ہنگامی حالات کا اعلان کیا اور ایران کو بہانہ یا جواز بنا کر کم و بیش 8 ارب ڈالر کے قطعیت (Preasion) کے ساتھ نشانہ بنانے والے اسلحے و گولا بارود اور دیگر دفاعی سامان کی فروخت کا معاہدہ کیا۔

اب بالکل صاف دکھائی دے رہا ہے کہ صدر ٹرمپ ایران کے حوالے سے پیدا ہونے والی خصوصی صورتِ حال سے متعلق ہنگامی حالت کا اعلان کریں گے اور یوں مشرق وسطیٰ میں اپنے حلیفوں کو بڑے پیمانے پر اسلحے کی فروخت بھی تیز کردی جائے گی۔ ایسے میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ لاک ہیڈ مارٹن، بوئنگ، ریتھیون اور دیگر امریکی اسلحہ ساز اداروں کے سیلز مین سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور دیگر ممالک کو زیادہ سے زیادہ اسلحہ فروخت کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

اسلحے کی فروخت اور بدعنوانی

امریکا بہت بڑے پیمانے پر مشرق وسطیٰ کو اسلحہ فروخت کرتا ہے اور اسلحے کی فروخت کے ہر معاہدے سے کرپشن یا رشوت بھی جڑی ہوئی ہے۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک سے کیے جانے والے اسلحے کی فروخت کے معاہدوں میں رشوت یا کرپشن کس حد تک ہے، اسلحہ

فروخت کرنے کے معاملے میں سیلز ایجنٹس کتنا کمیشن کھاتے ہیں، کتنی رشوت لیتے ہیں؟ یہ سب کچھ شاید کبھی معلوم نہ ہو سکے۔

اِس حقیقت کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں بہت کچھ اِس لیے بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ مشرق وسطیٰ کی حکومتیں چاہتی ہیں کہ اسلحہ اور متعلقہ دفاعی ساز و سامان خریدنے سے متعلق معاہدوں کو مکمل طور پر صیغۂ راز میں رکھا جائے۔ سعودی حکومت چاہتی ہے کہ اسلحے کے تمام معاہدے مکمل رازداری کے ساتھ کیے جائیں۔ امریکی حکومت اگر چاہے تو دفاعی سودوں میں زیادہ شفافیت پر زور دے سکتی ہے مگر وہ ایسا اِس لیے نہیں کرتی کہ اُسے صرف اسلحہ بیچنے سے غرض ہے۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات اسلحے کی خریداری کے لیے جو معاہدے کرتے ہیں اُسے صیغۂ راز میں رکھے جانے کے باعث کرپشن یا رشوت ستانی کا پہلو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مرکزی ڈگر سے ہٹ کر کچھ ایسے انتظامات بھی کیے جاتے ہیں، جن کا مرکزی سودوں اور معاہدوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سعودی عرب اور امارات کی حکومت کے منتخب کردہ کاروباری شعبوں کے لیے فنڈ فراہم کیے جاتے ہیں۔ جوڈی وٹوری نے ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے لیے مرتب کی گئی اپنی مذکورہ بالا رپورٹ میں بتایا ہے کہ سعودی عرب سے کیے جانے والے معاہدوں میں رشوت کا تناسب ایک تہائی اور متحدہ عرب امارات سے کیے جانے والے معاہدوں میں دو تہائی تک ہو سکتا ہے۔ اُنھوں نے پانچ سال قبل مکڈونلڈ گلس سے کیے جانے والے پانچ ارب ڈالر کے ایک معاہدے کا حوالہ دیا ہے۔ یہ معاہدہ تیل کو غیر معمولی حد

تک صاف کر کے شیمپو اور پینٹ میں استعمال کے قابل بنانا تھا۔

جوڈی وٹوری کی رپورٹ میں فرانس کے ایک اسلحہ ساز ادارے سے کیے جانے والے معاہدے کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جس کے تحت سعودی حکومت کی نشان دہی پر فرانسیسی ادارے نے تازہ پھولوں کے لیے گرین ہاؤسز قائم کرنے پر فنڈنگ کی۔

امریکی اسلحہ ساز ادارے اِس نکتے پر زور دیتے ہیں کہ وہ رشوت ستانی اور بدعنوانی کی دیگر شکلوں سے متعلق امریکی قوانین کے حوالے سے بہت حساس ہیں، یعنی کچھ بھی ایسا ویسا نہیں کرتے مگر حقیقت یہ ہے کہ سعودی عرب سے کیے جانے والے بیش تر آفسیٹ معاہدوں میں امریکیوں کو اُصولوں پر سودے بازی کرنا پڑتی ہے اور بہت سے معاملات میں اُنھیں سعودیوں کی شرائط کے تحت کام کرنا پڑتا ہے۔ سعودی حکام اپنے کسی ایجنٹ کو ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھاتے ہیں یعنی معاملات اُن کے حق میں رہتے ہیں۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سعودی عرب کو اسلحہ فروخت کرنے کے معاملے میں مشنری جذبے کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ سعودی عرب کو غیر معمولی تعداد و مقدار میں اسلحہ اور گولا بارود فروخت کرنے کی پشت پر کوئی بھی عالمی ہنگامی حالت یا نازک مرحلہ نہیں۔ یہ سب کچھ صرف اِس لیے ہو رہا ہے کہ صدر ٹرمپ اِس میں غیر معمولی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اکتوبر 2018ء میں سعودی صحافی جمال خاشقجی کے قتل کے حوالے سے ہونے والی ساری تنقید اور انسانی حقوق سے متعلق خدشات کو ایک طرف ہٹا کر امریکی صدر نے سعودی عرب کو بہت بڑے پیمانے پر اسلحہ فروخت کرنے کی اجازت دی۔ جنرل قاسم سلیمانی کی ہلاکت سے سعودی یقیناً خوش ہوئے ہوں گے کہ امریکی عوام کی توجہ اب اُن پر نہیں، ایران پر ہے۔ اسلحہ بیچنے کے معاملے میں صدر ٹرمپ اِس قدر پُرجوش، بلکہ جذباتی ہیں کہ اُنہیں اِس بات سے بھی خوف نہیں آتا کہ اِس عمل میں وہ انتہائی حساس ہتھیار اور دیگر ساز و سامان سعودیوں کے ہاتھ میں دے سکتے ہیں۔

کورونا وائرس: مشرق وسطیٰ پر منڈلاتا ہوا ٹائم بم

جنگوں اور موذی امراض نے دنیا میں خوب تباہی مچائی ہے اور جس طرح کورونا وائرس آہستہ آہستہ مشرق وسطیٰ میں اپنے قدم جما رہا ہے اِس کے خطے میں انسانی اور سیاسی سطح پر تباہ کن نتائج ہو سکتے ہیں۔ مغربی طرز پر قائم صحت عامہ کے نظام ابھی سے مشکلات کا شکار نظر آتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک میں صحت عامہ کے نظام کو بھی ایسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جیسا کے یورپ اور امریکا میں صحت کے نظام کو درپیش ہیں۔ کورونا کی وبا نے ایران کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور وہاں مرنے والوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے، حالاں کہ کئی ماہرین کو اب بھی ایران میں کورونا سے ہلاکتوں کے اعداد و شمار پر اعتبار نہیں ہے۔ مشرق وسطیٰ کے کچھ اپنے مخصوص مسائل ہیں جو اِس وبا سے شدت اختیار کر سکتے ہیں۔ اِس خطے میں لوگوں کی زندگیوں میں مذہب کا عمل دخل کافی زیادہ ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ایسے معاشرے جہاں مذہبی اثر و رسوخ زیادہ ہے اُنھیں خود کو حالات کے ساتھ ڈھالنے میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اسرائیل میں قدامت پسند یہودیوں کے فرقے ہاردی نے کورونا وائرس سے بچاؤ کی ہدایت پر عمل کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا اور اِسی وجہ سے اِس فرقے کے لوگوں کی کورونا وائرس کے ہاتھوں ہلاکتوں کی تعداد دوسرے طبقوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اِسی طرح عراق اور شام کے شیعہ زائرین جو ایران میں زیارتوں کے بعد اپنے ملکوں کو لوٹے ہیں، اُن میں کورونا وائرس پایا گیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسی زیارتیں کورونا وائرس کے پھیلاؤ کا باعث بن سکتی ہیں۔ ایسے وقتوں میں جب ترقی یافتہ ممالک جہاں کاروباری سرگرمیاں کافی زیادہ ہیں، انھیں بھی صورتحال سے نمٹنے میں دشواریاں پیش آ رہی ہیں تو تمام انسانوں کے لیے امدادی کارروائیاں یقیناً مشکل ہوں گی اور یہ مسئلہ مشرق وسطیٰ میں زیادہ شدید ہے۔

کشمیر اور فلسطین

مسلم دنیا کے دو بڑے تنازعات

شفقت جاوید

یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ مسلم دنیا کے دو بڑے تنازعات حل کر لینے سے آدھی دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ اگر مقبوضہ کشمیر پر سے بھارت کا غاصبانہ قبضہ ختم ہو جائے اور امریکی دارالحکومت واشنگٹن پر سے اسرائیلیوں کا قبضہ ختم ہو جائے تو دنیا امن اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔ اسرائیل اور بھارت کی قدر مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں ملک غاصب اور ظالم ہونے کے باوجود خود کو مظلوم ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایران، شام اور پاکستان کے علاوہ فلسطینی اور کشمیری مسلمانوں اور دوسری حریت پسند تنظیموں کی وجہ سے اُن کی بقا اور سالمیت کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ یہی مسئلہ امریکا کے ساتھ بھی ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا دفاعی بجٹ ہونے کے باوجود پینٹا گون کو اپنی بقا اور سکیورٹی کو لاحق خطرات پر اطمینان نہیں ہوتا۔ افغانستان کے پہاڑوں پر اٹھارہ سال تک ہلاکت خیز جنگ لڑنے اور ایک ٹریلین ڈالر خرچ کرنے کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ امریکیوں کو یہی سمجھ میں نہیں آیا کہ اصل دشمن کون ہے! اگر امریکی حکمرانوں نے افغانستان میں جنگ پر ایک ٹریلین ڈالر خرچ کرنے کے بجائے ترقیاتی سکیموں پر آدھا سرمایہ بھی لگا دیا ہوتا تو آج افغانستان کے حالات بالکل مختلف ہوتے۔ افغانستان میں طالبان کے ساتھ امن مذاکرات اور پاکستان کے حامی افغان طالبان کی حکومت کے قیام پر بھارت کو شدید خدشات لاحق ہیں۔ امریکی چاہتے تھے کہ بھارتی فوج افغانستان میں امریکی فوج کی جگہ سنبھال لے لیکن اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والوں کو ہندوکش کے پہاڑوں میں اپنی فوج بھیجنے کی ہمت نہیں ہوئی اور افغانستان کے راستے سے پاکستان پر کرائے کے جنگ جوؤں سے حملہ کروانے والوں کو اب یہ خدشہ ہے کہ افغان طالبان مقبوضہ کشمیر میں جنگ کا آغاز کر سکتے ہیں۔ ''تہذیبوں کے تصادم'' کی سوچ نے امریکا کو مسلم ممالک پر حملے کرنے پر مجبور کیا، اب اِسی سوچ کا پرچار بھارت میں شدت کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اسلام، مسلمان اور پاکستان تین ایسے اہداف ہیں جن سے نفرت کا اظہار کیے بغیر بھارت میں کوئی دن نہیں گزرتا۔ گو کہ اِن دنوں بھارتی حکومت کو شہریت کے متنازع قوانین پر شدید تنقید اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن قیاس کیا جا رہا ہے کہ بی جے پی حکومت اِن قوانین کو واپس نہیں لے گی اور بھارت کو ہندو سلطنت بنانے کے لیے خاص طور پر مسلمانوں کو سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی طور پر مزید کچلا جائے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بھارتی فوج اور را کے سابق افسران اور میڈیا والے سنی فرقے اور سعودی عرب کے خلاف باتیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن اِس کے ساتھ ہی اُنھیں سعودی عرب سے اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری اور خلیجی عرب ممالک میں لاکھوں ملازمتیں اور کاروبار رکھنے کا بھی شوق ہے۔ بھارت کی حکمران جماعت بی جے پی کے حامی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ختم نبوت اور قرآن مجید کو آخری آسمانی کتاب کے عقیدے سے منکر کیا جائے۔ اِسی طرح بھارت میں کشمیری اور ہندوستانی مسلمانوں پر طنز کرتے ہوئے یہ پوچھا جا رہا ہے کہ یہ تو بتاؤ دو چار صدیاں پہلے تمھارے آباء و اجداد کیا تھے؟ انتہا پسند ہندو جس بات کو مسلمانوں کے لیے شرمندگی کا سبب بنا کر پیش کر رہے ہیں، وہ اسلام کی تاریخ سے ناواقف ہیں کہ اسلام آنے سے پہلے زیادہ تر عرب بت پرستی ہی کیا کرتے تھے لیکن جب اُنھوں نے اسلام قبول کیا تو دنیا کی عظیم قوم بن گئے۔ اِس وقت بھارت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض ایک آئینی، قانونی اور سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک مذہبی یلغار ہے جس کا مقصد بھارت کو ہندو راجدھانی بنانا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح

اتحادِ اُمت کی ضرورت

اقوام متحدہ کے چارٹر میں تمام رکن ممالک کو ایک دوسرے کے بنیادی انسانی حقوق کے احترام، مذہبی آزادی اور تہذیب و ثقافت کے مطابق زندگی گزارنے کے اطوار کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ اقوامِ متحدہ اور دیگر عالمی ادارے جو انسانی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہے ہیں وہ کشمیر اور فلسطین کے مسئلے پر اب تک خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ بھارت اور اسرائیل کی جانب سے اِن دونوں علاقوں میں ڈھائے جانے والے مظالم کی دنیا کی جدید تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اِن دو تنازعات کا اب تک حل طلب ہونا جہاں عالمی اداروں اور بڑی طاقتوں کی جانب سے انسانی حقوق کے پرچار کے دعوے بے نقاب کرتا ہے تو وہیں یہ اُمت مسلمہ کی بے حسی اور نااہلی کا منہ بولتا ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔ بہت سے مغربی ممالک کے مسلم ممالک کے ساتھ مفادات وابستہ ہیں۔ اگر یہ متحد ہو جائیں تو کشمیر اور فلسطین ایشوز کے کشمیریوں اور فلسطینیوں کی خواہشات کے مطابق طے ہونے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

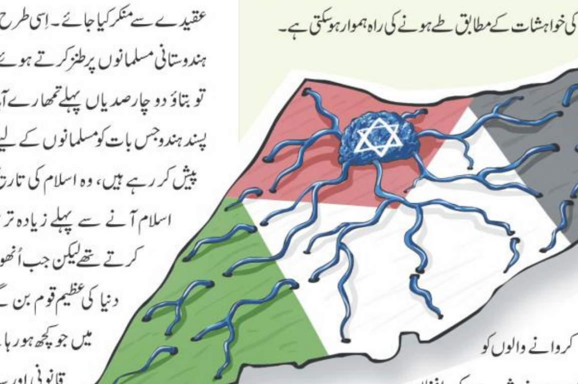

نے اپنے ایک خطاب میں کہا تھا کہ ہندو سلطنت بننے کا مطلب ہندوستان سے اسلام کا خاتمہ ہوگا۔ گزشتہ مہینوں کے دوران بھارت کی سیاسی اور عسکری قیادت کی جانب سے آزاد کشمیر پر قبضہ کرنے کے جو بیانات دیے گئے ہیں، اُن سے خطے کا امن خطرے میں نظر آ رہا ہے۔ حالاں کہ بعض ریٹائرڈ بھارتی جنرل یہ کہہ چکے ہیں کہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان پر قبضہ کرنے کا مطلب مقبوضہ کشمیر جیسی مشکلات میں اضافہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ فی الوقت پاکستان سے جنگ بھارتی سیاسی قیادت کی ضرورت بن گئی ہے تاکہ بھارتی قوم پرستی کی آڑ میں حکومت مخالف عوامی تحریک کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر پر اپنے یک طرفہ غیر آئینی اور غیر قانونی اقدامات کو درست ثابت کیا جائے۔ بھارتی اقدامات کا ایک جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں آزاد کشمیر میں استصواب رائے کروا کر کشمیریوں سے جان لیا جائے کہ وہ غاصب بھارت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا اُنھیں پاکستان پر بھروسا ہے۔

مسلم دنیا کا دوسرا سب سے بڑا مسئلہ فلسطین ہے جس کی وجہ سے پورا مشرق وسطیٰ اور ایران جنگوں اور خانہ جنگیوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے مشرق وسطیٰ میں امن کا منصوبہ پیش کیا ہے۔ یہ مبینہ امن منصوبہ اسرائیل کے عام انتخابات سے عین قبل پیش کیا گیا جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ صدر ٹرمپ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کو الیکشن میں فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ فلسطینی قیادت نے یہ منصوبہ اعلان سے پہلے ہی مسترد کر دیا تھا اور قیاس کیا جا رہا تھا کہ اِس امن منصوبے کا جھکاؤ اسرائیل کے حق میں ہی ہوگا۔ اِس منصوبے کا لب لباب یہ ہے کہ ہر خرابی کے ذمہ دار فلسطینی ہیں اور اسرائیلیوں کی ہر زیادتی اور گولان کی پہاڑیوں اور وادیٔ اُردن سمیت فلسطین کی سرزمین

پر غاصبانہ قبضہ، جنگ و جدل، قتل و غارت گری اور ریاستی دہشت گردی جائز ہے۔ صدر ٹرمپ نے اسرائیل اور فلسطین میں جو دو ریاستی منصوبہ پیش کیا ہے، اُس میں ساری شرائط فلسطینیوں پر عائد کی گئی ہیں اور اُنھیں ہی اپنے اچھے چال چلن کا سرٹیفکیٹ پیش کرنا ہوگا۔ صدر ٹرمپ نے کہا ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ فلسطینی شہری امداد پر زندگی گزاریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے ہی فلسطینی مہاجرین کی دیکھ بھال کرنے والی تنظیم UNRWA کے فنڈز میں بڑی کٹوتی کر چکے ہیں، تاہم صدر ٹرمپ نے یہ نہیں بتایا کہ وہ اسرائیل کو ہر سال دی جانے والی اربوں ڈالر کی غیر مشروط امریکی امداد کا کیا کریں گے۔ صدر ٹرمپ نے فلسطین اور اسرائیل کا جو دو ریاستی منصوبہ پیش کیا ہے، اُس کا مقصد دو ریاستی منصوبے اور اوسلو معاہدے کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دینا ہے۔ فلسطینیوں کا مطالبہ رہا ہے کہ مقبوضہ مغربی کنارہ، غزہ کی پٹی اور مشرقی بیت المقدس مکمل طور پر خالی کر کے اُنھیں فلسطینی ریاست کا حصہ بنا دیا جائے جس پر اُس نے 1967ء کی جنگ کے زمانے سے قبضہ کیا ہوا ہے۔ فلسطینی چاہتے ہیں کہ مشرقی بیت المقدس کو فلسطینی ریاست کا دارالحکومت قرار دیا جائے۔ اِس کے برعکس صدر ٹرمپ نے پورے بیت المقدس کو اسرائیلی دارالحکومت تسلیم کیا ہے اور مشرقی حصے کے نواحی علاقوں کو فلسطین کا دارالحکومت بنانے کی تجویز دی ہے۔ کچھ عرصہ قبل صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے داماد اور سینئر مشیر جیرڈ کشنر نے بحرین میں منعقد ہونے والی ایک دو روزہ ورکشاپ میں 50 ارب ڈالر کے سرمایہ کاری فنڈ کی تجویز پیش کی تھی جس سے مقبوضہ فلسطین، اُردن، لبنان اور مصر میں امن اور خوش حالی کی لہر آ سکتی ہے۔ اِس میں مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی کے درمیان ایک راہداری

کا منصوبہ بھی شامل تھا۔ وادی اُردن کے زرخیز علاقوں کے بدلے مصر کی سرحد کے قریب صحرائی علاقے دینے کی تجویز دی گئی ہے جس کے درمیان رابطے کی ایک سڑک ہوگی۔ فلسطینی قیادت نے امریکا کے مجوزہ معاشی منصوبے کو مسترد کرتے ہوئے اِسے اسرائیلی قبضے کو قبول کروانے کے لیے فلسطینیوں کو دی جانے والی رشوت قرار دیا تھا۔ فرض کریں کہ اگر اسرائیل اور امریکا کے مشترکہ فراڈ کے نتیجے میں دو ریاستی منصوبہ ختم ہو جاتا ہے تو اُس سے ایک قدم آگے بڑھ کر بات کرنا بہتر ہوگا۔ پاکستان میں اب بھی کروڑوں لوگ ایسے موجود ہیں جو قائداعظم محمد علی جناح کی طرح اسرائیل کو تسلیم کر لینے کے خلاف ہیں۔ بقائے باہمی کے اُصولوں کے تحت تنازعہ فلسطین کا ایک بہتر حل تو یہ نکل سکتا ہے کہ ایک ریاست کے دو نام "فلسطین و اسرائیل" ملا کر رکھ دیے جائیں۔ اسرائیل نے جو بستیاں فلسطینیوں کی زمینوں پر قبضہ کر کے بنائی ہیں، اُن میں آدھے مکانات فلسطینیوں کو دے دیے جائیں۔ اسرائیل میں فلسطینیوں کو اُسی طرح برابر کے حقوق دیے جائیں جس طرح امریکا اور برطانیہ میں آباد مختلف قومیتوں کے شہریوں کو دیے جاتے ہیں۔ جو فلسطینی مسلمان اور عیسائی اسرائیلی جارحیت کی وجہ سے ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں چلے گئے ہیں اُنھیں واپس آنے کا حق دیا جائے اور اور اُن فلسطینیوں کو بھی پورے اسرائیل میں بستیاں بنانے کے لیے غیر مشروط امریکی امداد دی جائے۔ جمہوری اُصولوں کے تحت اقتدار اور ریاستی اُمور میں فلسطینیوں کو برابر کا حصہ دار بننے کا حق دیا جائے۔ یہ سب تجاویز نیک خواہشات تو ہوسکتی ہیں لیکن تلخ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی ریاست، حکومت اور اُس کے سرپرستوں کے نزدیک حقیقی جمہوریت، انسانی حقوق اور مساوات جیسے معاملات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

وسط ایشیا کے توانائی ذخائر
عالمی سیاست کا محور

کیتھرین پوٹز

وسط ایشیا کا خطہ اپنے قدرتی وسائل خاص طور پر تیل اور گیس کے وسیع ذخائر کی وجہ سے بڑی تیزی سے علاقائی اور بین الاقوامی طاقتوں کے درمیان کش مکش کا ذریعہ بنتا جا رہا ہے اور اِس سلسلہ میں ہر ایک کی یہ کوشش ہے کہ وہ مستقبل کے حوالے سے کوئی بہتر ڈیل کر لے۔ خاص طور پر کیپیین کا علاقہ اِن قدرتی وسائل کی وجہ سے کافی کشش رکھتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اگلے بیس سال میں کیپیین کے علاقہ سے تیل اور گیس کی عالمی برآمدات میں بالترتیب 9 اور 11 فیصد اضافہ متوقع ہے۔

روس کا کردار اِس حوالے سے نہایت اہم ہے اور وہ اِس خطہ میں تیل اور گیس کے وسیع نیٹ ورک کی تعمیر کر رہا ہے۔ 1960ء میں وسط ایشیا میں گیس کا پہلا نیٹ ورک بذریعہ پائپ لائن قائم کیا گیا جس کی بدولت ازبکستان اور ترکمانستان کی گیس روس کو فراہم ہونا شروع ہوئی جہاں سے پھر توانائی کے وسائل کی قلت کے شکار یورپ کو اِس کی برآمدات شروع ہوئیں جسے اپنے صنعتی مقاصد کے ساتھ ساتھ اِس کے گھریلو استعمال کی بھی اشد ضرورت تھی۔

1990ء میں سوویت یونین کا شیرازہ بکھرنے کے بعد اِس کی گرفت اِس خطہ پر ڈھیلی پڑ گئی اور اِس کی ماتحت ریاستیں آزاد ہوگئیں لیکن آزادی کے بعد معاشی طور پر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے یہ ریاستیں ایک آزاد پائپ لائن کا نظام ترتیب دینے میں ناکام رہیں کیوں کہ یہ علاقے لینڈ لاکڈ ہیں، یعنی یہ چاروں طرف سے خشکی یا زمین سے گھرے ہیں اور اِن کے پاس کوئی سمندر نہیں ہے، اِس وجہ سے یہاں کے تیل و گیس کے ذخائر کو عالمی منڈی میں پہنچانے کے لیے اِسے کئی ممالک کی سرحدوں کو پار کرنا ضروری ہے اور اِس مقصد کے لیے بھاری سرمایہ کاری کی ضرورت تھی۔ قازقستان اِس خطہ کا تیل کا سب سے بڑا پیدا کنندہ (Producer) ہے اور چین اِس کے تیل کا ایک بڑا درآمد کنندہ (Importer) ہے۔

دوسری طرف ترکمانستان اِس خطہ کا گیس کا سب سے بڑا پیداوار کنندہ ہے اور اِس کا شمار دنیا میں گیس کے وسیع ذخائر رکھنے والے ممالک میں ہوتا ہے۔ 1997ء میں پہلی دفعہ اِس نے ایران تک اپنے گیس کے ذخائر کی ترسیل کے لیے پائپ لائن بچھائی جس سے گیس کی ترسیل کے حوالے سے روس کی اجارہ داری (Monopoly) کا خاتمہ ہوا۔ حالیہ وسط ایشیا چین گیس پائپ لائن سے اشک آباد ہائیڈرو کاربن براہ راست چین منتقل

> توانائی آج بھی دنیا بھر میں اہم ترین سٹریٹجک اثاثہ شمار کی جاتی ہے اور اِسی کی بنیاد پر کسی بھی چھوٹی یا بڑی معیشت کے پنپنے اور ریاست کے تمام افراد کے خوش حالی سے ہم کنار ہونے کا انحصار ہے۔ دنیا بھر میں جن ممالک نے پائیدار ترقی کو ہدف بنایا ہے، وہ توانائی کے حصول کی راہ میں کوئی بھی رکاوٹ برداشت نہیں کرتے، اور اِس حوالے سے ایسی پالیسیاں مرتب کرتے ہیں جو اُن کی ترجیحات کو بالکل واضح کر دیتی ہیں۔ انرجی سکیورٹی اب بڑی اقوام کی پالیسیوں میں انتہائی اہم مقام رکھتی ہے۔ وسط ایشیا کا خطہ توانائی کے وسائل سے مالا مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی طاقتوں کی نظریں اِس کے وسائل پر مرکوز ہیں۔

کر سکے گا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اِس کے پڑوسی ازبکستان اور قازقستان بھی اِس نیٹ ورک سے بآسانی جڑ سکتے ہیں۔ چین ترکمانستان کی گیس کا سب سے بڑا خریدار ہے اور ازبکستان اِسے 30 ارب کیوبک میٹر سالانہ گیس برآمد کرتا ہے اور اِس دہائی کے اختتام تک چین کو فروخت کی جانے والی گیس میں تین گنا اضافہ کی توقع ہے۔ ترکمانستان میں ایسٹ اینڈ ویسٹ پائپ لائن کے منصوبے پر بھاری سرمایہ کاری کی گئی ہے جو حال ہی میں مکمل ہونے والا منصوبہ ہے۔ مزید برآں ترکمانستان، افغانستان، پاکستان اور ہندوستان (TAPI) گیس پائپ لائن منصوبے کا بھی آغاز ہو گیا ہے۔

ترکمانستان، ازبکستان اور قازقستان نہ صرف اِس خطہ کے بڑے انرجی پلیئرز ہیں بلکہ وہ اِس حوالے سے بین الاقوامی سرمایہ کاری کا رخ متعین کرنے کی پوزیشن میں بھی ہیں۔ ازبکستان اپنی 85 فیصد گیس مقامی طور پر استعمال کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اِس کے پاس گیس کی برآمدات کا آپشن محدود ہے لیکن ترکمانستان کی گیس کو ٹرانزٹ فراہم کرنے کے لیے یہ ایک بہترین وسیلہ ہے اور اِس حوالے سے چین کے ساتھ ایک بڑی ڈیل کی کوشش میں بھی مصروف ہے۔ چین ایک بہترین حکمت عملی کے تحت تاجکستان اور کرغیزستان کا ایک اہم تجارتی اتحادی بن کر اُبھرا ہے۔ وسط ایشیائی ممالک نے توانائی کے اِن ذرائع کو کثیر الجہتی انداز میں استعمال کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اُنھوں نے نہ صرف اِن ذرائع کی برآمدات کے نئے راستے تلاش کیے ہیں بلکہ بیرونی سرمایہ کاری کے لیے پرکشش ترغیبات بھی فراہم کیں۔ اِن تمام کوششوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ تیل اور گیس کی سپلائی میں تنوع پیدا کیا جائے اور ساتھ ساتھ ٹرانزٹ کے حوالے سے روس پر انحصار کم سے کم ہو جس میں وسط ایشیائی ممالک کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ 2013ء میں چین کے صدر شی جن پنگ کے وسط ایشیا کے چار ممالک کے دورے نے اِس خطہ میں سرمایہ کاری کی نئی راہیں کھول دیں۔ اِس دورہ میں اُنھوں نے تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان اور کرغیزستان کے لیے کئی ارب ڈالر مالیت کے قرضوں کا اعلان کیا جس سے اِس خطہ میں چین کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کی نشان دہی ہوتی ہے۔ دوسری طرف روس کا کردار اِس خطہ میں چین کی نسبت گھٹتا جا رہا ہے۔ انٹرنیشنل انرجی ایجنسی کے ایک تخمینہ کے مطابق چین کا پھیلاؤ اِس خطہ میں اِسی طرح جاری رہا تو 2020ء میں چین اِس علاقہ کی نصف گیس کا خریدار ہوگا۔ اِس خطہ میں چین کی حد سے زیادہ دلچسپی کی وجہ اِس کی مستقبل کی توانائی کی ضروریات ہیں جنھیں پورا کرنے کے لیے وہ ابھی سے منصوبہ بندی کر رہا ہے۔

آمریت کی طرف بڑھتا بھارت

محمد بلال بٹ

آج جمہوری نظام کا ایک ایسا بھیانک چہرہ ہمارے سامنے ہے کہ یہاں مکالمہ کرنے کے لیے صرف دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپ حکومت کے حق میں ہیں یا پھر حکومت مخالف ہیں۔ کوئی تیسری صورت ایسی ہے ہی نہیں کہ آپ اپنی رائے کسی کے سامنے رکھ سکیں۔ شاہین باغ سمیت پورے ملک میں حکومت کی پالیسی کے خلاف جو لوگ احتجاج کر رہے ہیں کیا وہ سارے کے سارے حکومت مخالف ہیں یا ملک مخالف ہیں؟ ایسا بالکل بھی نہیں ہے لیکن آج میڈیا کے ذریعے دکھایا یہی جا رہا ہے کہ ایک مخصوص مذہب کے لوگ اِس احتجاج میں شامل ہیں اور وہ حکومت مخالف لوگ ہیں، مودی مخالف ہیں اور ملک کے اکثریتی طبقے کے مذہب مخالف لوگ ہیں۔

ایک اور چیز بھی اِسی سلسلے میں یہ ہوئی کہ گزشتہ کئی دہائیوں سے ایک سازش کے تحت سماج میں یہ افواہ پھیلائی گئی کہ ہمارے ملک بھارت میں ایک مخصوص مذہب کے لوگوں کا رہنا ناجائز ہے اور یہ پوری کمیونٹی نہ اِس ملک سے محبت کرتی ہے، نہ اِس ملک کی تہذیب و ثقافت سے، نہ کلچر سے اور نہ اِس ملک میں موجود کسی اور مذہب سے اور اُن لوگوں کی سرپرستی یہاں کی سب سے بڑی پارٹی کانگریس بھی کرتی ہے اور وہ تمام پارٹیاں بھی جو خود کو سیکولر کہتی ہیں۔ اِس افواہ کو عام لوگوں میں پھیلایا ہی نہیں گیا بلکہ بہت سارے ادارے قائم کر کے وہاں کے لاکھوں بچوں کو بچپن سے ہی اِس کی تعلیم بھی دی گئی اور اُن کے لیے ایسا نصاب ترتیب دیا گیا جس میں اُن کی افواہ کو حقیقی بنا کر پیش کیا جا سکے۔ تاریخ کا سارا فلسفہ بدل کر نئی تاریخ لکھی گئی یہاں تک کہ یہاں کے قدیم مذہب اور عقیدے کو بھی تبدیل کر کے ایسا بنایا گیا کہ اِس کے اصل سے اِس کی جڑیں بالکل منقطع ہو جائیں۔ پھر یہ بھی باور کرایا گیا کہ اِس ملک کا مستقبل صرف اُن ہاتھوں میں محفوظ ہے جو لوگ اِس پورے مشن کو چلا رہے ہیں اور وہ لوگ ہی دراصل دیش اور راشٹر ہیں۔ یہ پورا مشن ایک طویل عرصے تک پورے ملک میں چلتا رہا اور اب جب اُن کے سکول، کالج اور یونیورسٹی سے نئی پود نکل کر پورے ملک کے اداروں میں اپنی جگہ بیٹھ گئی تو پھر اُنھیں اقتدار میں لے آئی جن کا یہ دعویٰ تھا کہ وہی اِس ملک کے مستقبل کو تابناک بنا سکتے ہیں۔ اب جب وہ اقتدار میں آ گئے تو اُن کا ٹارگٹ تو ظاہر ہے وہی ہوگا جس کے لیے وہ ایک طویل عرصے سے جدوجہد کر رہے ہیں۔

جدید ٹیکنالوجی نے اِن کی راہ کو اور آسان کر دیا اور اُنھوں نے نہایت مضبوط طریقہ سے ملک کی اکثریت کو باور کرا دیا کہ 800 برس کے بعد ہمارے ملک کو اب جا کر اصل آزادی ملی ہے۔ موجودہ وقت میں جو ہمیں پورے ملک میں خلفشار نظر آ رہا ہے، وہ سب اِسی مشن کا حصہ ہے جس میں اب وہ دوبدو جنگ بھی چاہتے ہیں اور عملی طور پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ حق پر ہیں اور اِس کے خلاف کسی آواز کو وہ لوگ سننا ہی نہیں چاہتے۔ لہٰذا اُنھوں نے اُن اداروں پر حملے شروع کر دیے جن اداروں میں سوچنے سمجھنے والے لوگ رہتے ہیں۔ وہ اِس حقیقی تاریخ سے واقف ہیں جو ملک اور دنیا کی ہے۔ وہ سیکولرازم کو اِس ملک کی ضرورت سمجھتے ہوئے جیسے ہی اِس کے خلاف کھڑے ہوئے اُنھیں اربن نکسل، دہشت گرد اور غدار کہا جانے لگا اور عوام میں پھیلے زہر کو اِس قدر جوش دیا گیا کہ پورے ملک میں ایسے تمام لوگ شک کے دائرے میں آ گئے۔ آج ملک میں اکثریتی طبقہ کے ذہن کو پوری طرح مسحور کر دیا گیا ہے اور وہ موجودہ حکومت کے ہر قدم کو عقیدت کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں۔

اب وہ لوگ ایک خیالی رام راج کا خواب دیکھ رہے ہیں اور اِس کی راہ میں صرف دو رکاوٹیں اُنھیں نظر آ رہی ہیں، ایک آئین اور دوسرے مسلمان۔ یہ ایک نہایت خطرناک صورت حال ہے۔ اِس ماحول کو اپنے وسیع تر وسائل کے ساتھ وہ بڑھاتے اور پھیلاتے جا رہے ہیں۔ احتجاج کر رہے لوگوں کو پوری طرح نظرانداز کرنے اور اُن پر وقفے وقفے سے حملے کروانے کی اِس سازش کا انجام کس قدر ہولناک ہوگا، اِس کے تصور سے ہی روح کانپ جاتی ہے۔ حکومت اپنے بنیادی کردار سے پوری طرح منحرف ہو چکی ہے اور اُسے اِس سے کوئی مطلب نہیں کہ اِس ملک کو اپنے پیروں پر کس طرح کھڑا کیا جائے گا۔ پچھلے دنوں بجٹ پیش کیا گیا ہے لیکن اِس بجٹ کی اصل روح یہ ہے کہ زیادہ تر سرکاری اداروں کو پرائیویٹ کمپنیوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے۔ عوامی فلاح کے لیے مختص تقریباً تمام بجٹ میں تخفیف کر کے سرکاری اخراجات میں کوئی کٹوتی نہ کرنے کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے ایک سال میں بھی عوام کی وہی حالت رہنے

مسلمان لقمۂ تر نہیں ہیں

بھارت کی موجودہ مرکزی حکومت جوش میں ہوش کھو بیٹھی ہے اور اِس سے اندازے کی ایک بہت بڑی غلطی ہوگئی کہ اِس نے آئین پر حملہ کر دیا۔ اِس حکومت میں شامل تمام لوگوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بس اِتنا ہی جانتے ہیں جتنا اِن لوگوں کو اِن کے تاریخ دانوں نے بتایا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کو ملک بدر کرنے کا جو شوشا اُنھوں نے چھوڑا ہے وہ بھی جھوٹ ہے کیوں کہ آج تک دنیا کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ 25 سے 30 کروڑ کی آبادی کی مہاجرت ہوئی ہو اور یہ ممکن بھی نہیں کہ اُن کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ دراصل یہ یہاں کی پوری مسلم آبادی کو خوف زدہ کر کے اُنھیں اِس قدر پست کر دینا چاہتے ہیں کہ ملک کے کسی بھی معاملے میں اُن کی رائے کی کوئی اہمیت نہ رہے۔

ایک طویل مدت میں سازش کے ذریعے سیاسی طور پر مسلمانوں کو اچھوت بنانے میں تو کامیابی حاصل کر لی ہے اور اب دوسرے مرحلے میں وہ اُن سے ووٹ کا حق بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ طلاق بل ہو، دفعہ 370 ہو، بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کا معاملہ ہو یا پھر اب سی اے اے اور پھر بعد میں این آر سی لانے کا معاملہ، پوری طرح اُن کی اِسی ذہنیت کا پرتو ہے جس میں وہ اِس ملک میں مسلمانوں کا وجود برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ اِس کی وجہ اِس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اِس ملک کی تاریخ دوبارہ لکھنا چاہتے ہیں اور اِس میں دو ہی چیزیں آڑے آرہی ہے: ایک آئین اور دوسرے مسلمان۔ کیوں کہ یہ جانتے ہیں کہ آئین کے سیکولر کردار کو قائم کرنے کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کی بڑی قربانیاں ہیں اور وہ کسی بھی قیمت پر آئین کے سیکولر کردار میں تبدیلی کو برداشت نہیں کریں گے۔ اِسی لیے اُنھوں نے ایک ایک مسئلے کو اُٹھا کر مسلمانوں کو آزمایا کہ اب تک اُن کے اندر وہ جذبہ اور جوش باقی والی ہے جو گزشتہ کئی برسوں سے لگاتار گرتی جارہی ہے۔

صورت حال اِس لیے اور بھی تشویش ناک ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جارہا ہے کہ عوام دم سادھے اِس تمام بگڑتی صورت حال کے باوجود ایک تصوراتی رام راج کے انتظار میں ہیں۔ اور جیسے ہی کسی نے حقیقی صورت حال کا تجزیہ کیا یا سرکار پر انگلی اُٹھائی، اُس پر سوشل میڈیا پر بیٹھے لاکھوں بھگتوں کی ٹولی ٹوٹ پڑتی ہے اور اب تو یہ بھگت عملی طور پر بھی بے خوف وخطر بندوق لہراتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ کسی ہے یا نہیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اِن تمام معاملات میں مسلمان خاموشی سے اُن کی اچھل کود دیکھتے رہے اور صبر وتحمل سے کام لے کر ملک کے امن وامان کو خلل نہیں پہنچنے دیا۔ مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ نہ طلاق بل سے ہمارے ایمان پر کوئی حملہ ہوگا اور نہ ہی 370 یا پھر بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر سے۔ طلاق بل بھی اِس سرکار کی جاہلیت کا نمونہ تھی کہ مسلمانوں کے یہاں ایک نشست میں تین طلاق کو پہلے ہی طلاق بدعت یا طلاق مغلظہ ہی کہا جاتا رہا ہے۔ لیکن اِس تجربے سے اُنھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اب مسلمانوں کو آئین سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے لہٰذا یہی وقت ہے کہ آئین کی تبدیلی کے سلسلے میں بنیاد کی اینٹ رکھ دی جائے اور اُنھوں نے سی اے اے اور این آر سی کا چکر چلا دیا۔ اِس طرح اُنھوں نے ایک تیر سے کئی شکار کرنا چاہے۔

سب سے پہلا شکار آئین کو بنایا اور اپنے قانون میں آئین ہند کی روح پر ہی حملہ کر دیا۔ لیکن وہ بھول گئے کہ سیاسی طور پر مسلمانوں کو حاشیہ میں ڈال دینے کا یہ قطعی مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کا وجود ہی ختم ہو گیا اور پھر جو یکا یک مسلمانوں کے احتجاج ملک گیر پیمانے پر شروع ہوئے تو وہ ساری ایجنسیاں بوکھلا گئیں جنھوں نے حکومت کو یہ فیڈ بیک دیا تھا کہ مزاحمت کے آثار نہیں ہیں اور جب بابری مسجد کی جگہ مندر بنانے کے فیصلے پر مسلمان مشتعل نہیں ہوئے تو اب کیا ہوں گے۔

2019ء کی جیت کے نشے میں مودی نے اِس موقع کو مناسب سمجھا اور اِس سنہرے موقع کا فائدہ اُٹھانے کے لیے بل پیش کر دیا۔ لیکن اب حکومت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں کیوں کہ جس ہندو مسلم منافرت کی بنیاد پر اُن کی پوری سیاست کا دارومدار ہے، اُسی پر خطرہ منڈلا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ سی اے اے اور این آر سی کی مخالفت کے لیے تمام بھارتی اکٹھے ہو رہے ہیں۔

دلتوں کے بڑے بڑے لیڈر میدان میں آچکے ہیں، طالب علم اور سپریم کورٹ سمیت تمام عدالتوں کے وکیلوں نے اِس قانون کو آئین مخالف قرار دے دیا ہے اور اِس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں۔ اپنی اِسی بوکھلاہٹ میں پہلے اُنھوں نے اتر پردیش میں 23 مسلمانوں کو پولیس کی گولی کا نشانہ بنایا اور مسلمانوں سے ہی تاوان وصول کرنے کے احکامات جاری کیے لیکن وہاں بھی اُنھیں کامیابی نہیں ملی پھر اُنھوں نے جامعہ ملیہ میں اپنے غنڈوں کے ذریعے دہشت پھیلائی لیکن مسلمان پھر بھی نہیں ڈرے اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہین باغ میں خواتین سڑک پر آکر بیٹھ گئیں اور اُن کی تائید میں پورے ملک اور پوری دنیا میں سینکڑوں شاہین باغ بن گئے۔

اِس مزاحمت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ این آر سی کو تو وہ بھول ہی گئے لیکن اپنی فطری شیطانیت کے پیش نظر این آر پی لے آئے لیکن اب مسلمان سمیت پورے ملک کے عام لوگ جاگ چکے ہیں اور اِس سلسلے میں شروع ہونے والی مزاحمت کے رکنے کے آثار بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ مودی حکومت اب صرف اپنی ساکھ بچانے کی فکر میں ہے اور صرف اور صرف خوف زدہ کر کے مظاہرین کو گھروں میں واپس لوٹانا چاہتی ہے۔ دہلی میں مسلسل اِن کے تربیت یافتہ افراد گولیاں چلا کر دھمکا رہے ہیں لیکن مظاہرین کے جوش وجذبہ کو مشتعل کرنے میں وہ ابھی تک ناکام ہوئے ہیں۔ دہلی میں ہونے والے اسمبلی انتخاب کو بھی یہ لوگ اِسی آگ میں جلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یقیناً اُنھیں کامیابی نہیں ملے گی۔ (دہلی میں بی جے پی کو عبرت ناک شکست ہوئی ہے) سیاست کا یہ نہایت مکروہ چہرہ ہمیں یقیناً مستقبل کا لائحہ عمل بنانے کا سامان فراہم کرے گا اور اب اِس حکومت کو ہندوستانی عوام کے سخت چیلنج کا جواب دینے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔

جمہوری نظام میں یہ بے حد خطرناک صورت حال ہے اور اِسے ملک کے مستقبل کے لیے کسی بھی صورت میں بہتر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خوف اور جعلی اعتقاد کے بھنور میں پھنسی جمہوریت کی صحت بری طرح بگڑ چکی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ اِس کی کتنی سانسیں اور بچی ہیں۔ مکالمے کے بغیر جمہوریت کا تصور ہی فضول ہے لیکن ہمارے ملک میں اِسی کو جمہوریت کہا جا رہا ہے لہٰذا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ پھر آمریت کسے کہتے ہیں۔

متنازع شہریت قانون اور اقوامِ متحدہ!

محمد شیراز

امتیازی قانون کے خلاف عالمی انسانی حقوق کمیشن بھارتی سپریم کورٹ میں

بھارت کی مودی سرکار کی جانب سے مقبوضہ کشمیر میں 5اگست 2019ء کے غیر قانونی اقدام کے ساتھ ہی جبر و استبداد کا جو سلسلہ شروع کیا گیا وہ صرف مقبوضہ وادی میں آبادی کا تناسب بدلنے کے اقدامات تک محدود نہیں رہا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورے بھارت میں سپین کی تاریخ دہرانے کا وہ منصوبہ بروئے کار لایا جا رہا ہے جس کے خدوخال برسوں سے جاری تیاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے تھے۔ شہریت قانون میں متنازع ترمیم لائے جانے سے قبل ہی آسام میں لاکھوں مسلمانوں کو غیر ملکی قرار دینے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا اور اب پورے بھارت میں صدیوں سے آباد مسلمانوں پر ہی نہیں بلکہ دوسرے مذاہب کے پیروکار اور دلتوں کے سروں پر خود کو بھارتی شہری ثابت کرنے کی ایسی تلوار لٹکا دی گئی ہے جس کے باعث کروڑوں افراد کے ناموں کے ساتھ ''بے وطن'' کا لیبل لگنے کا خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔

بھارت میں مذہبی امتیاز پر مبنی قانون سازی کے خلاف بڑے پیمانے پر عوامی احتجاج کے بعد جب مودی سرکار ٹس سے مس نہ ہوئی تو اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کمیشن حرکت میں آیا اور 03مارچ کو اقوام متحدہ کی ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق مشیل باچلیٹ نے مودی حکومت کے بدنام زمانہ متنازع شہریت قانون کے خلاف بھارتی سپریم کورٹ میں ایک درخواست دائر کی جس میں اُنھوں نے مؤقف اختیار کیا ہے کہ اِس عالمی ادارے کو بھی شہریت قانون کے خلاف فریق بنایا جائے۔ درخواست میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ انڈیا کی عدالت عظمیٰ انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی قوانین، عالمی اقدار اور انصاف کے معیار کے مطابق شہریت کے قانون پر نظر ثانی کرے۔ اُنھوں نے شہریت کے متنازع قانون اور دلی فسادات پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انڈین قیادت سے مزید تشدد کو روکنے کا مطالبہ کیا تھا۔ یاد رہے کہ بھارت کی اعلیٰ عدالت میں متنازع شہریت قانون کے خلاف پہلے ہی 143 درخواستیں زیر سماعت ہیں جن میں سے بعض درخواستیں سیاسی جماعتوں اور بعض عام شہریوں کی ہیں۔ مشیل باچلیٹ کی جانب سے دائر کی گئی اِس درخواست کی صورت میں بھارت کے متنازع شہریت قانون کے حوالے سے عالمی برادری اور اقوام متحدہ میں پائی جانے والی تشویش سامنے آئی ہے۔

مسلمان پناہ گزینوں کو بھارت کی شہریت نہ دینے کی پالیسی پر مبنی اِس شہریت قانون کے خلاف پورے بھارت میں پرتشدد مظاہروں اور احتجاج کے دوران درجنوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں جب کہ اِس معاملے پر دِلی میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ عالمی ادارے کو اِس لیے گہری تشویش ہے کہ ایوان وزیر اعظم سے 4 میل کے فاصلے پر دہلی میں 47 افراد کے قتل اور 100 کروڑ روپے کی املاک کو نذر آتش کرنے کے سانحے پر بھی قانون حرکت میں نہیں آیا۔ 23 تحاریک التوائے کار التوا میں پڑی ہیں مگر سپیکر لوک سبھا اوم برلا ہیں کہ بحث کا وقت ہی نہیں دے رہے۔

اقوام متحدہ کا کمیشن برائے انسانی حقوق بخوبی آگاہ ہے کہ بھارت میں عام لوگوں کی درخواستوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے اِسی لیے یہ عالمی ادارہ خود سامنے آیا اور مسلمانوں کو انصاف دلوانے کے لیے خود سب سے بڑی بھارتی عدالت میں چلا گیا ہے۔ عالمی ادارے جان گئے ہیں کہ اگر اُنھوں نے فوری مداخلت نہ کی تو بھارت اکثریت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو اُن کے حق سے محروم کر دے گا۔ اُنھیں تشویش ہے

> مودی حکومت کی طرف سے متنازع شہریت قانون کے نفاذ کے بعد بھارت بھر میں مظاہروں اور دلی میں ہونے والے بدترین نسلی فسادات نے پوری دُنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اِس قانون کے خلاف دُنیا کے بہت سے ممالک میں مظاہرے ہوئے اور بھارت میں متعدد تنظیموں کی طرف سے بھارتی سپریم کورٹ سے رجوع کیا گیا۔ ایسی ہی ایک درخواست اقوام متحدہ کی ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق (یو این ایچ آر سی) مشیل باچلیٹ کی جانب سے دائر کی گئی ہے۔ اُنھوں نے سی اے اے کے دائرے کو سنگین قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قانون بھارت آنے والوں کے لیے صرف مذہبی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہ قانون چند مخصوص نسلی مذہبی گروپوں تک محدود ہے جب کہ اقوام متحدہ کے متعدد کنونشنز اور اعلامیوں کے مطابق تمام شہری اور تارکین وطن، خواہ اُن کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، کے لیے برابر حقوق ہونے چاہییں۔ بھارت بھی اِس کنونشن پر عمل کرنے کا پابند ہے۔

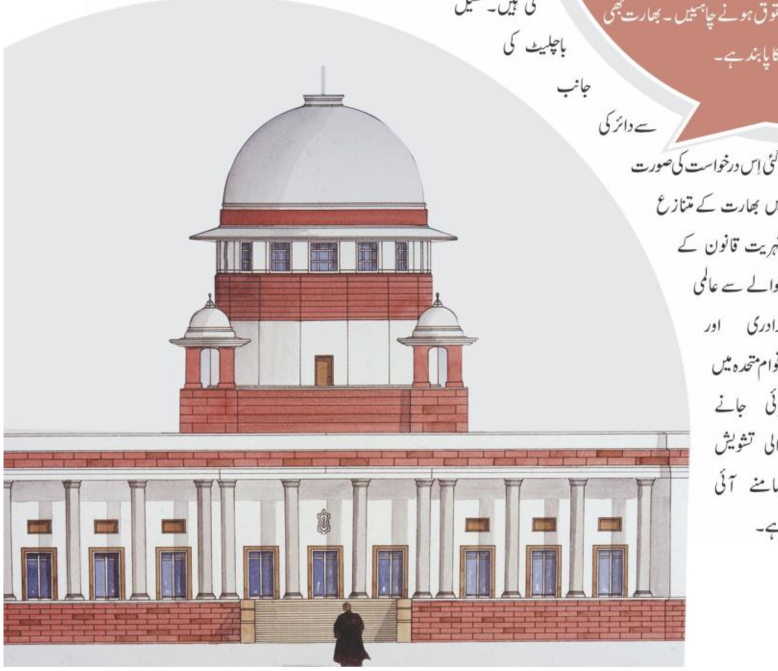

کہ بھارتی جمہوریت کا راستہ ہندو انتہا پسند جماعت آر ایس ایس کے دفتر سے ہوکر پارلیمنٹ ہاؤس کی جانب جاتا ہے۔ اُنھیں علم ہے کہ سب سے بڑی جمہوریت کی پارلیمان میں 37 نشستوں میں 36 بل منظور گئے۔ ایسا دنیا میں کہیں بھی کبھی نہیں ہوا۔ اکثر بلوں پر کسی کمیٹی میں بات ہوئی نہ کوئی اور فورم استعمال ہوا۔ یہ بل اچانک پارلیمنٹ میں پیش ہونے کے بعد عجلت میں منظور کر لیے گئے۔

دیگر قوانین کی طرح یہ قانون بھی بلاشبہ نسلی منافرت پر مبنی ہے کیوں کہ بھارت کے تین ہمسایہ ممالک سے آنے والے شہریوں کو بھارتی شہریت کا اہل قرار دیا گیا ہے، تاہم یہ شرط عائد کر دی گئی ہے کہ وہ مسلمان نہ ہوں۔ انسانی حقوق کی ہائی کمشنر کے مطابق بھی یہ بدترین قانون ہے۔ یاد رہے کہ انڈین حکومت کی جانب سے متنازع قانون پاس کیے جانے کے فوری بعد عالمی ادارہ برائے انسانی حقوق نے اِسے بنیادی طور پر امتیازی نوعیت کا قرار دیتے ہوئے اِس پر دوبارہ غور کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اِسی ادارے کی جانب سے گزشتہ برس دسمبر میں جاری اعلامیہ میں کہا گیا تھا کہ اِس ترمیم شدہ قانون میں مذہبی اقلیتوں کو شہریت دینے میں تیزی لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اِن مذہبی اقلیتوں میں صرف ہندو، سکھ، بودھ، جین، پارسی اور مسیحی اقلیتیں شامل ہیں جنھیں افغانستان، بنگلا دیش اور پاکستان میں ظلم و ستم کا سامنا ہے اور وہ 2014ء سے قبل انڈیا میں رہائش اختیار کر چکے ہیں۔ مگر اِس قانون میں یہ تحفظ ملک میں بسنے والے مسلمانوں اور ان کے دیگر فرقوں کو نہیں دیا گیا۔

اِس درخواست کے ذریعے ''اقوام متحدہ کا کمیشن برائے انسانی حقوق'' قانونی معاونت کے لیے سامنے نہیں آیا بلکہ اِس کا مقصد سپریم کورٹ کی مدد سے اپنے عالمی معیارات اور قراردادوں پر ہر صورت میں عمل درآمد کروانا ہے۔ اِس سے ایک روز قبل کمیشن کی سربراہ مشیل باچلیٹ نے جنیوا میں بھارتی نمائندے کو طلب کر کے بتایا ''اقوام متحدہ کا کمیشن برائے انسانی حقوق بھارتی سپریم کورٹ میں فریق بننے کے لیے درخواست دے چکا ہے، سٹیز نز بل پر انسانی حقوق کے عالمی معیارات کے مطابق دلائل دے گا۔ انسانی حقوق کا کمیشن چارٹر کے آرٹیکل 56 میں دیے گئے مینڈیٹ کے مطابق دنیا بھر میں بلاامتیاز انسانی حقوق کی پاس داری کو یقینی بنانے کا پابند ہے۔ چارٹر کی موجودگی میں کسی رکن ملک کو مذہبی بنیادوں پر امتیاز برتنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔''

بھارتی سپریم کورٹ میں دائر اِس درخواست کی صورت میں عالمی دباؤ سامنے آیا جسے خود بھارتی صحافی ایسے غیر معمولی اقدام کے طور پر دیکھ رہے ہیں جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ مشیل باچلیٹ نے، جو قبل ازیں چلی کی صدر بھی رہ چکی ہیں، خود مدعی بننے کی استدعا کے ساتھ اپنی درخواست میں مسلمانوں میں کے ساتھ روا رکھی گئی غیر معقول تفریق کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا ہے کہ انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی قوانین، عالمی اقدار اور انصاف کے معیار کے مطابق مذکورہ قانون پر نظر ثانی کی جائے۔

بھارت کے خلاف کوئی عالمی ادارہ پہلی مرتبہ فریق نہیں بنا۔ اقوام متحدہ بھارت کو اِس کی ذمہ داری باور کرانے کی کوششیں پہلے بھی کر چکا ہے۔ اقوام متحدہ ''انسانی حقوق کی رپورٹ برائے 2020ء'' میں بھی بھارت کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا مرتکب قرار دے چکا ہے۔ ''ورلڈ ہیومین رائٹس رپورٹ'' میں کسی لگی لپٹی کے بغیر یہ نشتر جیسے جملے شامل ہیں کہ ''بھارت کے بعض قوانین قطعی طور پر امتیازی ہیں۔ اقوام متحدہ کو مودی حکومت کے مسلمان دشمن رویے پر انتہائی تشویش ہے۔'' اقوام متحدہ نے

روہنگیا مسلمانوں سے متعلق کیس میں فریق بننے کی درخواست دی تھی مگر سپریم کورٹ سماعت کا وقت نہیں دے رہی۔ بھارت روہنگیا مسلمانوں کو ملک بدر کرنا چاہتا تھا لیکن اقوام متحدہ نے ''عالمی قوانین سے آگاہی کے لیے معاونت'' کی اپیل دائر کر کے اِس کے ہاتھ باندھ دیے۔

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ بھارت میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ آزادی کے وقت جو کچھ کیا گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریخ کا سیاہ باب بن کر رہ گیا ہے۔ پھر بھارت نے پہلے دن سے کشمیر پر قبضہ کیا، کشمیر کے عوام کی مرضی کے بغیر اُن پر جبری حکومت کی اور اب تک یہ جبر مقبوضہ کشمیر میں کرفیو کی صورت دکھائی دیتا ہے۔ بھارتی قیادت کے دعووں کے برعکس بھارت کبھی بھی سیکولر نہیں تھا۔ پنڈت نہرو اور اُن کے رفقا نے ہندوستان کی غیر ہندو اقوام کو الگ وطن کا مطالبہ کرنے سے روکنے کی خاطر سیکولر ازم اور جغرافیائی بنیاد پر قوم پرستی کا نعرہ لگایا۔ وہ کسی حد تک انگریز حکام کو قائل کرنے میں کامیاب رہے کہ اُن کو ہندوستان کی اکثریتی ہندو آبادی کے علاوہ مسلمانوں کے اہم رہنماؤں، دلتوں، عیسائیوں اور سکھوں کی تائید و حمایت حاصل ہے۔ پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کی ریشہ دوانیوں نے سکھوں کو خالصتان کے مطالبے سے باز رکھا اور وہ ہندو اکثریتی بھارت کا حصہ بننے پر تیار ہوئے۔ بھارت میں ہندوتوا کا تخریبی نظریہ پہلے دن سے موجود تھا۔ کانگریسی قیادت نے ملک کی جمہوری اور کثیر القومی شناخت کا ایک بھرم رکھا ہوا تھا۔ یہ بھرم بی جے پی اور آر ایس ایس نے نوے کے عشرے میں خاکستر کر دیا۔ بی جے پی کے طاقت پکڑتے ہی سب سے پہلے مسلمان نشانہ بنے۔ صدیوں سے موجود بابری مسجد کو شہید کر دیا گیا۔ بی جے پی کی پہلی مرکزی حکومت اٹل بہاری واجپائی کی سربراہی میں بنی مگر بھارت کی اصل تباہی کی بنیاد نریندر مودی

نے رکھی۔ مودی نے گجرات کے وزیراعلیٰ کی حیثیت سے مسلمانوں کا خون بہایا۔ عالمی اداروں نے مودی کے اِس کردار کی مذمت کی اور امریکا نے ایک طویل عرصہ اُنھیں اپنے ہاں داخلے کی اجازت نہ دی۔ نریندر مودی کے دور میں مسلمانوں کو سیاسی طور پر کمزور کیا گیا۔ بی جے پی نے حالیہ عام انتخابات میں ملک کی 20 فیصد آبادی کے حامل مسلمانوں کے لیے 10 پارٹی ٹکٹ بھی مختص نہ کیے۔ مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے مودی حکومت نے جہاں اُن کی سیاسی نمائندگی کم کی وہاں اُن کے کاروبار کو نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی بھی کی۔ صدیوں سے آباد مسلمانوں سے اُن کے بھارتی شہری ہونے کا ثبوت طلب کیا جانے لگا۔

شہریت قانون اِس لحاظ سے امتیازی کہلاسکتا ہے کہ اِس میں دنیا بھر کے عقائد والے لوگوں کو بھارت میں آنے اور یہاں کی شہریت لینے کا حق دار تسلیم کیا گیا لیکن مسلمانوں کے لیے بھارت کی سرحد بند رکھنے کا کہا گیا۔ دنیا میں کوئی ملک بھی اِس طرح کا امتیازی قانون نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کے خلاف بی جے پی اور اِس کی اتحادی جماعتوں کی پے درپے کارروائیوں نے بھارتی مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا ہے کہ اُن کی بقا کو خطرہ ہے۔ چند ہفتے قبل نئی دہلی میں ریاستی انتخابات ہوئے۔ 70 میں سے 62 نشستیں عام آدمی پارٹی جیت گئی۔ مودی اور اُس کے حواریوں کو یہ رنج بھی تھا اور وہ یہاں اِس کے ووٹروں کو بھی سزا دینا چاہتے تھے۔ دہلی میں مسلمانوں کے گھر جلائے گئے، ان کی دکانیں نذرِ آتش ہوئیں، مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب دہلی کے شاہین باغ میں مسلم خواتین کئی ماہ سے شہریت قانون کے خلاف دھرنا دیے بیٹھی ہیں۔ بھارتی سپریم کورٹ نے بابری مسجد کے معاملے پر جس ناانصافی پر مبنی فیصلہ کیا اِس سے امید رکھنا دانش مندی نہیں۔

اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی سربراہ کی مذکورہ استدعا اگرچہ صورت حال کا نوٹس لینے اور اِس کی سنگینی کی طرف اشارہ کرنے ہی کی ایک صورت ہے مگر انسانی حقوق کی آواز بلند کرنے والوں کا ایک حلقہ یہ سوال کرتا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد بننے والے نئے عالمی ادارے کے منشور میں شامل 30 دفعات کی صورت میں کمزور و طاقت ور اقوام اور عام لوگوں سے تحفظ، سلامتی اور عالمی امن کے جو وعدے کیے گئے تھے، اُنھیں یاد دلانے کے لیے کشمیریوں، فلسطینیوں اور جبر و استبداد کے شکنجے میں پھنسی ہوئی اقوام کو کتنی قربانیاں دینے اور کتنا انتظار کرنے کی ضرورت ہے؟ اقوامِ عالم سے بطور قوم اور انسانوں سے بطور فرد اُن کی آزادی، وقار اور مساوی حیثیت کے جو وعدے کیے گئے تھے، اُن کے کشمیری عوام اور بھارت میں رہنے والی اقلیتوں پر اطلاق میں کیا امر مانع ہے۔ بھارتی وزراء اقوامِ متحدہ کی کشمیر سے متعلق قراردادوں اور انسانی حقوق کے عالمی چارٹر کے منافی جو بیانات دے رہے ہیں اُن کی موجودگی میں بھارتی سپریم کورٹ کے کسی نئے متعصّبانہ فیصلے کا انتظار کیا جائے یا سلامتی کونسل سے کسی ایسے اقدام کی توقع کی جائے جیسا مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان میں ریفرنڈم کی صورت میں یا بوسنیا، سربیا سمیت کئی ملکوں میں عالمی امن فورسز کی تعیناتی کی صورت میں نظر آیا؟ اقوامِ متحدہ دنیا کا وہ اہم ترین ادارہ ہے جس نے عالمی قوانین وضع کیے ہیں اور دنیا بھر کے ممالک جس کے بنائے ہوئے قوانین اور قراردادوں پر عمل درآمد کے پابند ہیں بھارت بھی اِن سے بالا نہیں ہوسکتا۔ اِس لیے عالمی ادارے کی سلامتی کونسل کو مقبوضہ کشمیر اور بھارت میں انسانی اقدار کی پامالی کی زمینی حقیقتیں ملحوظ رکھ کر اپنی قراردادوں پر عمل درآمد کرانے اور بھارت جیسے منہ زور ملکوں پر پابندیاں لگانے اور اپنی فوج بھیجنے سمیت ضروری اقدامات خود کرنا ہوں گے۔

متنازع شہریت قانون اور اقوامِ متحدہ!

بھارت میں کورونا وائرس سے متاثرین کی تعداد میں مسلسل اضافے کے پیش نظر حکومت کی وارننگ کے باوجود دہلی کے شاہین باغ کی خواتین نے شہریت ترمیمی قانون (سی اے اے) کے خلاف اپنا احتجاج جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ منفرد نوعیت کے اِس مظاہرہ میں شامل خواتین کا کہنا ہے کہ کورونا وائرس کے مقابلے میں سی اے اے کہیں زیادہ خطرناک ہے کیوں کہ حالیہ وبا تو کچھ عرصے کے بعد ختم ہوجائے گی جب کہ متنازعہ قانون آنے والی نسلوں کو تباہ کردے گا۔

کورونا وائرس کی وبا کے مدنظر دہلی کے وزیر اعلی اروند کیجریوال نے کسی مقام پر پچاس سے زائد افراد کے جمع ہونے پر پابندی لگانے کا حکم دیا ہے۔ اِس حکم کے بعد دہلی پولیس کے اعلٰی افسران نے شاہین باغ جاکر مظاہرین کو اپنی تعداد محدود کرنے کی درخواست کی اور ایسا نہ کرنے پر قانونی کارروائی کی دھمکی بھی دی لیکن خواتین نے اُن کی اپیل مسترد کردی۔

مظاہرے میں شریک شبانہ شاہین نامی ایک خاتون کا کہنا تھا "ہمارے وزیر اعلی کا کہنا ہے کہ کسی ایک جگہ پر پچاس سے زائد افراد جمع نہ ہوں، لیکن پارلیمنٹ کے بارے میں وہ کیا کہیں گے، جہاں ان دنوں اجلاس جاری ہے یا پھر شادی کی تقریبات کے بارے میں اُن کی کیا رائے ہے؟ خیال رہے کہ مظاہرہ میں شریک بیشتر خواتین نے اپنے نام کے ساتھ شاہین باغ کی مناسبت سے شاہین کا لاحقہ لگالیا ہے۔

مقبوضہ کشمیر اور عالمی عدالت انصاف

حتمی فیصلہ یہیں ہو گا

عائزہ فاطمہ

مقبوضہ کشمیر میں گزشتہ سال اگست سے جاری انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں اب تک جاری ہیں۔ پاکستان کے شدید سفارتی دباؤ اور عمران خان کی کامیاب حکمت عملی کے باعث یہ معاملہ عالمی سطح پر اُجاگر تو ہوا ہے لیکن کوئی بھی عالمی ادارہ یا طاقت بھارت کے خلاف کسی کارروائی سے گریزاں ہیں۔ دریں حالات پاکستان کے سنجیدہ حلقوں میں ایک یہ رائے بھی پائی جاتی ہے کہ پاکستان کو مسئلہ کشمیر اور مقبوضہ وادی میں بھارتی مظالم اور مودی حکومت کے غیر قانونی اقدامات کے خلاف عالمی عدالت انصاف میں جانا چاہیے۔

مقبوضہ کشمیر میں گزشتہ سال اگست سے جاری انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں اب تک جاری ہیں۔ پاکستان کے شدید سفارتی دباؤ اور عمران خان کی کامیاب حکمت عملی کے باعث یہ معاملہ عالمی سطح پر اُجاگر تو ہوا ہے لیکن کوئی بھی عالمی ادارہ یا طاقت بھارت کے خلاف کسی کارروائی سے گریزاں ہیں۔ دریں حالات پاکستان کے سنجیدہ حلقوں میں ایک یہ رائے بھی پائی جاتی ہے کہ پاکستان کو مسئلہ کشمیر اور مقبوضہ وادی میں بھارتی مظالم اور مودی حکومت کے غیر قانونی اقدامات کے خلاف عالمی عدالت انصاف میں جانا چاہیے۔

یہ ادارہ 1945ء میں اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت قائم کیا گیا اور قیام کے اگلے سال ہی اس نے کام کا آغاز کر دیا۔ پاکستان کو اس کیس میں کس حد تک کامیابی ہوگی یہ کہنا قبل از وقت ہوگا تاہم یہ بات واضح ہے عالمی عدالت کے فیصلوں پر عمل درآمد بھی اسی طرح کیا جاتا ہے جیسا کہ اقوام متحدہ میں عالمی طاقتوں کا رویہ رہا ہے۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا سلسلہ یہاں بھی موجود ہے۔ مثال کے طور پر 2003ء میں میکسیکو نے اپنے 54 شہریوں کے قتل کے خلاف عالمی عدالت سے رجوع کیا۔ ان افراد کو مختلف جرائم کی وجہ سے موت کی سزا سنائی گئی تھی تاہم امریکی سپریم کورٹ نے فیصلہ سنا دیا کہ عالمی عدالت کا فیصلہ اُس وقت تک امریکا کے لیے بائنڈنگ نہیں ہوتا جب تک امریکی کانگریس قانون پاس کر کے یہ طے نہ کر دے کہ وہ عالمی عدالت کے فیصلے کا پابند ہے۔ لہٰذا امریکی سپریم کورٹ نے عالمی عدالت انصاف کی بات نہ مانتے ہوئے اُن مجرموں کو سزائے موت دے دی۔ اِسی طرح 1982ء میں جرمنی نے امریکا کے خلاف اپنے دو شہریوں کے لیے عالمی عدالت انصاف سے رجوع کیا لیکن امریکا نے مجرموں تک رسائی

دینے سے انکار کرتے ہوئے سزائے موت پر عمل درآمد کر دیا۔

اِسی طرح اس سے قبل پاکستان نے 1998ء میں بھارت کی جانب سے پاکستانی طیارے کو مار گرانے کے خلاف عالمی عدالت انصاف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اِس واقعہ میں پاکستان کے سولہ شہری جاں بحق ہوئے تھے۔ عالمی عدالت نے بھارت کے حق میں فیصلہ کر دیا حالاں کہ ایک غیر مسلح طیارے کو نشانہ بنانا سراسر جنگی اقدام اور بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی تھا۔ ابھی حالیہ دنوں میں پاکستان میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث بھارتی جاسوس کلبھوشن یادیو کو پھانسی کی سزا کے خلاف بھارت نے عالمی عدالت سے رجوع کیا۔ جس پر عالمی عدالت نے اپنا استحقاق نہ ہونے کے باوجود کیس سنا اور کلبھوشن یادیو تک قونصل رسائی دینے کا فیصلہ کر کے بھارت کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو عالمی عدالت انصاف کا وجود انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکام نظر آتا ہے۔ اسی طرح خود اقوام متحدہ کے وجود اور کارکردگی سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ادارہ محض عالمی طاقتوں کی چاپلوسی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی جانب سے گزشتہ ستر سالوں سے کشمیریوں کو اُن کے اُس حق خود ارادیت سے محروم کیا جاتا رہا ہے جو اُنھیں اقوام متحدہ نے دیا تھا تاہم اس کے باوجود اقوام متحدہ نے کسی قسم کا اقدام نہیں کیا حالاں کہ اِن ستر سالوں میں بھارتی فورسز ایک لاکھ سے زائد کشمیریوں کو شہید کر چکی ہیں۔ اقوام متحدہ کی اپنی رپورٹ کے مطابق بھارت کشمیر میں انسانی حقوق کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزیوں میں ملوث ہے۔ یہ جنت نظیر وادی دنیا کی سب سے بڑی جیل بن کر رہ گئی ہے جہاں کے

باسیوں کو آئے روز تشدد، کاروبار کی بندش، کریک ڈاؤن، مقدمات، فون انٹرنیٹ کی بندش سمیت دیگر مختلف قسم کی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے افراد کی بڑی تعداد جیلوں میں موجود ہے جن کی اولاد جوان ہو چکی ہے لیکن وہ اُن سے ملنے کو ترس گئے ہیں۔ جیلوں میں موجود نوجوان ذہنی و جسمانی اذیتیں سہتے ہوئے معذور ہو چکے ہیں۔ عورتیں بیوہ او بچے یتیم ہونے کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عالمی انسانی حقوق کے ادارے، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور عالمی میڈیا بار بار اِس پر رپورٹس شائع کر چکے ہیں کہ مقبوضہ کشمیر میں رہنے والے کشمیریوں کو وہ حقوق حاصل نہیں جو آزاد قوموں کو ہوتے ہیں لیکن اِس کے باوجود اقوام متحدہ جس میں ہر سال کشمیریوں کے حوالہ سے گفتگو ہوتی ہے، خاموش ہے۔ 05 اگست 2019ء کو بھارت نے اِس متنازعہ علاقے میں یک طرفہ اقدامات کرتے ہوئے آرٹیکل 370 اور 35 اے کو ختم کر دیا جس کے تحت مقبوضہ کشمیر میں غیر کشمیری شخص کو شہریت رکھنے کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ چوں کہ اقوام متحدہ کے تحت یہ ایک متنازعہ علاقہ ہے اِس لیے قراردادوں کے مطابق یہاں کشمیریوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے استصواب رائے کا حق دیا گیا تھا۔ یہ استصواب اقوام متحدہ کی زیرنگرانی کروایا جانا تھا۔ کشمیریوں کی تیسری نسل اِس قت اپنے اِس حق کے لیے لڑ رہی ہے۔ بھارت نے اپنے یک طرفہ اقدامات سے قبل سات لاکھ آرمی کی موجودگی کے باجود مزید دستوں کو وادی میں پہنچایا تا کہ کشمیریوں کو اِس پر احتجاج کا حق بھی نہ دیا جائے۔ گزشتہ آٹھ ماہ سے وادی ایک مکمل جیل بن چکی ہے جہاں کے مکین اپنے اپنے گھروں میں قید ہیں۔ جنت نظیر وادی تب سے کرفیو کی زد میں ہے۔ گلی محلوں، چوکوں اور سڑکوں پر بھارتی فوجی دندناتے پھر رہے ہیں۔ ایسے میں کوئی مجبور شخص باہر نکلتا ہے تو اسے گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہی نہیں مقبوضہ کشمیر کی سیاسی قیادت بھی نظر بند ہے۔ جموں کشمیر پیپلز موومنٹ کی رہنما شہلا رشید کے مطابق بھارتی فوجی نہ صرف کرفیو کے دوران گھروں پر حملہ آور ہوتے ہیں بلکہ توڑ پھوڑ بھی کرتے ہیں۔ اِس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے کیمپوں میں لے جایا جاتا ہے اور پھر وہاں ان پر تشدد کیا جاتا ہے اور اُن کی دردناک چیخیں سپیکر کے ذریعے سنائی جاتی ہیں تا کہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو۔ یہ اقدامات اُس ملک کی طرف سے کیے جا رہے ہیں جو دنیا میں اپنے آپ کو ایک سیکولر ملک قرار دیتا ہے۔ بھارتی فوج، پیراملٹری فورسز اور پولیس کے تمام تر تشدد کے باوجود کشمیری اپنے حق سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ کرفیو کے باوجود جوں ہی اُنھیں موقع ملتا ہے، وہ باہر نکلتے ہیں اور احتجاج کرتے ہیں جس پر اُنھیں بھارتی فوج کی جانب سے سخت ظلم کا نشانہ بھی بننا پڑتا ہے۔ اِس وقت وادی کا ناتا باہر کی دنیا سے مکمل طور پر کٹا ہوا ہے تاہم تھوڑی بہت جو خبریں آ رہی ہیں اُن کے مطابق ہزاروں کی تعداد میں کشمیریوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی جیلیں بھر چکی ہیں اور اب مختلف سرکاری اداروں میں اِن قیدیوں کو رکھا جا رہا ہے۔ عالمی میڈیا کے مطابق مقبوضہ وادی میں ایک لاوا پک رہا ہے جو کسی بھی وقت آتش فشاں بن کر پھٹ سکتا ہے۔

پاکستان اور بھارت کے درمیان اِس وقت صورت حال انتہائی کشیدہ ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان سفارتی و تجارتی تعلقات انتہائی کم سطح پر آ چکے ہیں۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کئی بار دونوں ممالک کے درمیان تنازعہ حل کرنے کے لیے ثالثی کی پیش کش کی ہے۔ یہ درست ہے کہ اِس وقت بڑی طاقتیں یعنی امریکا، روس، چین، برطانیہ سمیت دیگر ممالک افغان جنگ کو ختم کرنے کے لیے امن کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ مقبوضہ کشمیر کی صورت حال افغان جنگ سے زیادہ خطرناک رخ اختیار کرتی جا رہی ہے۔ پاکستان اِس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے سفارتی سطح پر متحرک ہے۔ مختلف ممالک سے رابطہ کاری، دفتر خارجہ میں کشمیر ڈیسک کا قیام، وزیراعظم کے ٹرمپ، محمد بن سلمان سمیت دیگر ہم منصبوں سے رابطے روزانہ کی بنیاد پر ہو رہے ہیں۔ اب اِس موقع پر اگر عالمی عدالت انصاف اپنا کردار ادا کرنے میں ناکام رہی تو شاید اقوام متحدہ کا وجود بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ دنیا میں اب اگر کسی جگہ ایٹمی جنگ کا خطرہ موجود ہے تو وہ خطہ جنوبی ایشیا ہے اور اِس کی واحد وجہ کشمیر تھی، ہے اور رہے گی جب تک کہ کشمیریوں کو اُن کا حق خود ارادیت نہیں دیا جاتا۔ بھارت اپنے غاصبانہ اور ظالمانہ ہتھکنڈوں کی بدولت کشمیریوں کو ان کی جدوجہد آزادی سے نہیں روک سکتا لیکن اقوام متحدہ اور دیگر عالمی طاقتوں کی خاموشی جنوبی ایشیا کے خطہ میں کسی بڑے سانحہ کو جنم دے سکتی ہے۔ یہ سانحہ افغان جنگ سے بھی زیادہ خطرناک ہو گا اور اِس کا شکار محض جنوبی ایشیا نہیں بلکہ دوسرے خطے بھی ہو سکتے ہیں۔ تاریخ کے اِس بڑے اور ہولناک سانحہ کو روکنے کے لیے عالمی عدالت انصاف کا کردار ہی حتمی فیصلہ کر سکتا ہے۔

مسئلہ کشمیر اور عالمی قوتیں

آج اُمت مسلمہ کے حالات جتنے ناگفتہ بہ ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ ہمارا علمی، فکری، اخلاقی، معاشی، اقتصادی اور سیاسی انحطاط انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ پوری دنیا میں جہاں بھی مسلمان اقلیت میں ہیں، اُن کی مراعات اور حقوق سلب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ اُن کی آواز کو مرئی و غیر مرئی ہتھکنڈوں کے ذریعے دبانے کی عملاً کوشش کی جارہی ہے۔ اُمت مسلمہ کی بے حسی کہہ لیں یا پھر مسلم حکمرانوں کی کمزوری جس کے باعث آج پوری دنیا میں مسلمانوں کی تحاریک کو کچلنے کے لیے صیہونی و دجالی قوتیں ایک صفحہ پر متحد نظر آ رہی ہیں۔ اِس کے باوجود دنیا کے ایک تہائی مسلمانوں کے حکمران اغیار کے مذموم عزائم کے ایجنڈا کی تکمیل کے لیے سربکف ہیں۔

یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کو سدھارنے کے بجائے اغیار کے ہاتھوں مزید نفاق کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ پوری دنیا میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے، اِن حالات سے دنیا کی بالا دست قوتیں اور عالمی ادارے بخوبی آگاہ ہیں۔ لیکن یہ عالمی حکمران اور ادارے بیانات کی حدیں عبور نہیں کر رہے۔ انسانی بنیادی حقوق کی تنظیمیں بھی اپنی ذمہ داریوں کا تعین کرنے سے قاصر ہیں۔

سوال اُٹھتا ہے کہ مشرقی تیمور، جنوبی سوڈان، لیبیا، عراق اور شام کی بابت تو سلامتی کونسل کی قراردادوں کے نام پر سخت رویہ اپنایا جاتا ہے لیکن مقبوضہ کشمیر کی سنگین صورت حال کے پیش نظر بھارتی قیادت کے دوہرے معیار پر عالمی ادارے حرکت میں کیوں نہیں آتے؟

بھارتی آئین کی شق 370 کے خاتمے کے بعد مقبوضہ وادی میں جو صورت حال بن چکی ہے اور بھارت کی اپوزیشن سمیت سنجیدہ حلقوں کی جانب سے جس انداز میں مودی کے اِس ہٹ دھرم فیصلے کی مذمت کی گئی، اس تناظر میں کیا عالمی اداروں کا فرض نہیں بنتا کہ بھارتی قیادت کی باز پرس کی جائے؟ جمہوری و سیکولر بھارت کی دعوی دار قیادت سے پوچھنا چاہیے کہ مقبوضہ وادی کے کشمیری رہنماؤں کو کیوں گرفتار کیا گیا؟ مقبوضہ کشمیر میں اقوام متحدہ کی قرارداوں کے منافی دفعہ 144 کے نفاذ کا کیا جواز ہے؟ کیا مقبوضہ کشمیر میں کرفیو کا نفاذ غیر معمولی عمل نہیں؟

اِس وقت کشمیر میں صورت حال اس قدر سنگین ہو چکی ہے کہ آج کشمیر میں لاک ڈاؤن کو سات ماہ ہونے کو ہیں مگر کشمیر کے لوگ گھروں میں محصور ہیں۔ ٹیلیفون، ایس ایم ایس اور انٹرنیٹ نظام تک معطل ہے۔ مقبوضہ وادی کے چپے چپے پر انڈین فورسز تعینات ہیں اور 80 لاکھ کشمیریوں کے شب و روز اذیت سے دوچار ہیں۔ پورے بھارت میں جس انداز میں بنیادی انسانی حقوق کی پامالی جاری ہے، یہ عمل خود بھارت کی حکومت اور اُس کے عوام کے لیے زہر قاتل بنتا جا رہا ہے۔ بین الاقوامی ادارے سپیکٹیٹر انڈیکس کی سال 2019ء کی جو رپورٹ جاری کی گئی اُس فہرست میں بھارت دنیا کا پانچواں خطرناک ترین ملک قرار دیا گیا۔ اِس رپورٹ میں بھارت کے جن معاشرتی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا، اُن میں بھارت کا مقبوضہ کشمیر میں غاصبانہ قبضہ، آرٹیکل 370 کا خاتمہ، نیا شہریت ترمیمی قانون، ہندوتوا کی ترویج، اقلیتوں کے حقوق غصب کرنا، گائے کے نام پر قتل اور خواتین کو ہراساں کرنا شامل ہیں۔ اس سے قبل ورلڈ انڈیکس نے بھی بھارت کو غیر ملکی سیاحوں کے لیے خطرناک قرار دیا تھا۔ مسئلہ کشمیر قیام پاکستان سے اب تک بھارت اور پاکستان کے درمیان بدستور تنازع بنا ہوا ہے اور اِس مسئلہ پر دونوں ممالک کے مابین تین جنگیں بھی ہو چکی ہیں بھارت حقائق کے برعکس پورے مقبوضہ کشمیر پر اپنی آمرانہ سوچ کی بنیاد پر ملکیت کا دعوی دار ہے حالاں کہ تقسیم ہند کے دوران جموں و کشمیر برطانوی راج کے زیر تسلط ایک ریاست تھی جس کی آبادی 95 فیصد مسلمانوں پر مشتمل تھی لیکن بھارت صرف سکھ راجہ کی اس ریاست پر حکمرانی کی بنیاد پر اسے اپنا حصہ قرار دیتا ہے جب کہ تقسیم ہند کے وقت علاقوں کو مسلم اور ہندو کی اکثریت کے پیش نظر دونوں ممالک کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ جب پاکستان اور ہندوستان کے مابین پہلی جنگ لڑی گئی تو مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کے دامن کی گرہ سے بندھ چکا تھا۔ پاکستان کا روزِ اول سے ہی یہی مؤقف رہا ہے کہ اس مسئلہ کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں حل ہونا چاہیے تاکہ کشمیری رائے شماری کے ذریعے اپنے مستقبل کا خود تعین کر سکیں۔ لیکن بھارت ہٹ دھرمی کی خود ساختہ پالیسی پر گامزن ہے۔ چین کی درخواست پر سلامتی کونسل کا اجلاس کئی بار ہو چکا اور ان اجلاسوں میں دونوں ممالک پر زور دیا گیا کہ دوطرفہ بات چیت کے ذریعے مسئلہ کشمیر حل کیا جائے لیکن بھارت اِس تنازع کو حل کرنے کے لیے بات چیت سے بھی انکاری ہے۔ ان حالات میں اِس مسئلہ کے حل کے لیے عالمی اداروں کا کردار ناگزیر ہو چکا ہے۔ عالمی اداروں اور بالا دست

> مقبوضہ کشمیر میں انسانی تاریخ کے بدترین و طویل ترین لاک ڈاؤن کو کم و بیش سات ماہ ہو چکے ہیں۔ مقبوضہ وادی اپنے ہی شہریوں کے لیے دنیا کی سب سے بڑی جیل بنا دی گئی ہے۔ اشیاءِ خورونوش ختم ہوتی جا رہی ہیں، ادویات بھی دستیاب نہیں۔ حریت پسند جوانوں کی گرفتاریاں اور مساجد کی تالا بندی بھی جاری ہے۔ انسانیت کو شرما دینے والے اِن اقدامات کے باعث پوری دنیا مودی سرکار کے کشمیریوں پر مظالم کی مذمت کر رہی ہے لیکن افسوس کہ کوئی عملی اقدام اب تک نہیں اُٹھایا گیا۔ اِس تمام حالات کے تناظر میں عالمی طاقتوں اور دنیا میں امن و سلامتی کے دعوی داروں کو غفلت کی روایتی چادر اُتار پھینکنی چاہیے اور مقبوضہ کشمیر میں مظالم پر محض اِس لیے خاموشی اختیار کیے نہیں رکھنی چاہیے کہ مظلوم کشمیری مسلمان ہیں جب کہ ظالم وہ ہے جس کے ساتھ اُن کے سیاسی، معاشی اور تجارتی مفادات وابستہ ہیں۔

مستقبل کا لائحہ عمل

پاکستان کی خارجہ پالیسی میں پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات کے تناظر میں مسئلہ کشمیر کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان سیاسی، سفارتی اور عسکری محاذ پر مسئلہ کشمیر کے پُرامن حل کے حامی ہیں، اور اِسی بنیاد پر کوشش کررہے ہیں کہ دنیا کشمیر کے مسئلے پر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِس کے حل میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔ پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت، میڈیا اور اہلِ دانش نے جس شدت سے گزشتہ ایک برس اور بالخصوص بھارت کی جانب سے مقبوضہ کشمیر کے تناظر میں آئین کی شق 370 اور A-35 کے خاتمے کے بعد جو ردِعمل دیا ہے وہ خاصا وزن رکھتا ہے۔ وزیراعظم عمران خان نے خاص طور سے سیاسی اور سفارتی محاذ پر خود کو مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے سفیر کے طور پر پیش کر کے دنیا کی توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کرائی ہے۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بھارت پر دباؤ بڑھنے کے باوجود مسئلہ کشمیر کا حل تو کجا وہاں کم و بیش سات ماہ سے جاری کرفیو کا ہی خاتمہ نہیں ہوسکا۔ اِس لیے حکومت کو خارجہ پالیسی کے محاذ پر مزید سرگرم ہونا پڑے گا۔ بنیادی طور پر ہمیں مسئلہ کشمیر کے حل میں مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے اب بہت سی نئی جہتوں کو تلاش کرنا ہوگا اور اپنی روایتی پالیسیوں کے مقابلے میں بھارت کو دباؤ میں لانے کے لیے کچھ نیا کرنا ہوگا۔ اول، ہمیں سفارت کاری کے محاذ پر موجودہ اور سابق سفارت کاروں کی ایک ایسی ٹیم تیار کرنا ہوگی جسے حکومت اور وزارتِ خارجہ کا تعاون حاصل ہو، اور وہ دنیا میں رائے عامہ بیدار کرنے میں اپنا مؤثر کردار ادا کرے۔ اِس ٹیم کو ایسے ممالک میں بھیجا جائے جو اِس مسئلے کی حساسیت کو سمجھتے ہیں۔ دوم، ہمیں ایک ایسا تھنک ٹینک بنانا ہوگا جو کشمیر کے تناظر میں موجود بھارتی بیانیے کو دنیا بھر میں چیلنج کرے اور ایک متبادل بیانیہ پیش کرے جو مسئلہ کشمیر کے حل میں معاون ثابت ہو۔ سوم، ہمیں کشمیر پالیسی کے تناظر میں اتفاقِ رائے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایسی پالیسی سے گریز کرنا ہوگا جو ہمیں داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر تقسیم کرنے کا باعث بنے۔ چہارم، ہمیں میڈیا کے محاذ پر ایک نئی حکمتِ عملی درکار ہے، اور یہ محاذ محض داخلی سطح تک محدود نہ رہے بلکہ ہمیں خود کو عالمی میڈیا سے بھی جوڑنا ہوگا۔ ہمیں اپنی حکمت عملی وضع کرتے ہوئے اب دنیا میں جدید ٹیکنالوجی اور ابلاغ کے میدان کو مدنظر رکھتے ہوئے نئی جہت درکار ہے۔ اِسی طرح بھارت میں موجود وہ قوتیں جو مودی کی کشمیر پالیسی پر شدید تنقید کررہی ہیں، ہمیں اپنی پالیسی میں اُن کو بنیاد بنا کر بھی عالمی رائے عامہ میں اپنا مقدمہ پیش کرنا ہوگا۔

قوتوں کو یہ بات سمجھنے کی اشد ضرورت ہے کہ پاکستان اور بھارت دو ایٹمی قوتیں ہیں۔ اگر اِن دو ممالک کے درمیان جنگ ہوئی تو خطے میں بڑی تباہی ہوگی۔

وزیراعظم عمران خان ایران اور امریکا کی کشیدگی کے حوالے سے کہہ چکے ہیں کہ جنگ کسی کے مفاد میں نہیں۔ پاکستان نے ہمیشہ اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ برابری اور دوسروں کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے بین الاقوامی اُصولوں پر مبنی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی جب کہ بھارت نے ہمیشہ خطے میں ایک نگران کی حیثیت سے چودھراہٹ کی مذموم خواہش کے خواب کو عملی تعبیر دینے کے لیے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات نہیں بنائے۔ مشرقی پاکستان کے سانحہ کے پس پردہ بھارت نے جو ریاستی دہشت گردی کا بھیانک کردار ادا کیا، اُس کی پوری تاریخ میں کوئی نظیر نہیں۔ بھارت نے ہمیشہ پاکستان میں لسانی و گروہی اور فرقہ وارانہ آگ کو بھڑکایا۔ اِس کے باوجود پاکستان پر آئے روز در اندازی کے الزامات لگانے سے باز نہیں آتا۔ اِس کے برعکس پاکستان نے دہشت گردی کی جنگ میں ستر ہزار قربانیاں دے کر دنیا کو پرامن ملک ہونے کا ثبوت دیا۔ کشمیر میں ہونے والے بھارتی مظالم کی منظر کشی سے بھی دنیا واقف ہے۔ کشمیری اِس وقت احتجاج اور سول نافرمانی کی تحریک کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ وہاں پر ظلم و ستم کا جو بازار بھارت نے گرم کیا ہوا ہے، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

امریکا کی جانب سے مسئلہ کشمیر پر ثالثی کی پیش کش تو بار بار سامنے آرہی ہے لیکن کوئی سنجیدہ عملی کوشش نظر نہیں آرہی جس سے اندازہ ہوسکے کہ امریکا اِس مسئلہ کا واقعی حل چاہتا ہے۔ مسئلہ کشمیر پر بھی امریکا دہرے معیار کا شکار ہے جو اِس بات کا غماز ہے کہ وہ غیر محسوس انداز میں مسئلہ کشمیر پر بھارت کے غیر آئینی اقدامات کی حمایت کررہا ہے۔ ایک جانب ٹرمپ ثالثی کی پیش کش کررہا ہے تو دوسری جانب اسرائیل کے ساتھ مل کر ''گریٹر ہندوستان'' کی عملی تعبیر کے لیے کوشاں ہے۔ امریکا اور دیگر عالمی قوتوں کے عمل سے عاری اس رویے کے باعث کشمیری بھارتی فوج کے ہاتھوں جام شہادت نوش کررہے ہیں اور بے حس دنیا اُن کے کچلنے کے مناظر دیکھ رہی ہے۔

سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر ریشہ دوانیوں، گٹھ جوڑ اور سازشوں کا شکار ہوچکا ہے جس کا نتیجہ ہزاروں کشمیری مسلمانوں کی شہادت کے طور پر دنیا کے سامنے ہے۔ بلتی کشمیری، ہندی، ڈوگری، پنجابی، پوٹھوہاری، گوجری، لداخی بولنے والوں کی جنت نظیر وادی کو بھارت نے ایک کھلے قید خانے میں تبدیل کر دیا جو کشمیریوں سمیت پاکستان کو کسی صورت قبول نہیں۔ خطے کی اَمن و سلامتی کے لیے دنیا کو سنجیدگی کے ساتھ اِس مسئلہ کے حل کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے۔

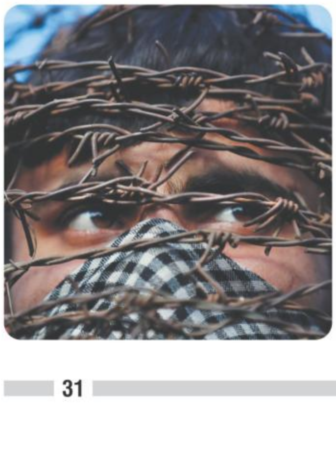

برصغیر کا مستقبل

ظہیر اختر

آج کل دنیا میں ابتری، ناانصافی اور طاقت کی برتری کے مظاہرے دیکھے جا رہے ہیں۔ دنیا کے کروڑوں انسان بدترین مسائل ظلم اور ناانصافی کا شکار ہیں۔ اگرچہ اِس کی ایک سے زیادہ وجوہات ہیں لیکن اِن میں ایک بڑی وجہ دنیا کے ملکوں کی مفاد پرستی ہے۔ اگر دنیا کے ملک مفاد پرستی کی سیاست ترک کر کے اُصول پرستی کی سیاست کرنے لگیں تو بہت کم عرصے میں ابتری، ناانصافی اور طاقت کی برتری کے غیر اخلاقی اور غیر انسانی کلچر کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا کے عوام سکون کے ساتھ زندگی گزارنے لگیں گے۔ اِس حوالے سے صرف ایک مسئلہ، مسئلہ کشمیر کو لے لیں۔ اِس ایک مسئلے کی وجہ سے پورا خطہ خوف و اضطراب کے ساتھ ساتھ پس ماندگی کا شکار ہے جس کی ذمہ داری صرف اور صرف بھارت پر عائد ہوتی ہے۔ اِس حوالے سے پاکستان پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔

انسان کی معلوم تاریخ میں حکمرانوں یعنی بادشاہوں نے ہمیشہ زیادہ سے زیادہ ملکوں پر قبضے کی سیاست کی۔ بادشاہوں، راجاؤں، مہاراجاؤں کی پوری تاریخ فتوحات کی ہوس سے عبارت ہے۔ کمزور ملکوں پر طاقت کے ذریعے قبضہ اور مفتوحہ ملکوں کو اپنے ملک میں ضم کرنا شاہی دور کی بہت بڑی بیماری تھی۔ اِس دور کو گزرے بھی اب سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا اور آج کا انسان شاہی دور پر لعنت ملامت کر کے اُس کو وحشیانہ دور کہتا ہے لیکن یہ کس قدر دکھ اور شرم کی بات ہے کہ یہ ترقی یافتہ اور جمہوری انسان اب بھی طاقت کی برتری کے بہیمانہ اُصول پر چل رہا ہے۔

کشمیر جسے اِس کی خوب صورتی کی وجہ سے جنت نظیر کہا جاتا تھا، آج ظلم اور ناانصافی کا گہوارہ بنا ہوا ہے اور اِس کی وجہ سینکڑوں سالہ طاقت کی برتری کا وہ کلچر اور ذہنیت ہے جس پر انسان لعنت بھی بھیجتا ہے اور سینے سے بھی لگائے رکھتا ہے۔ 1948ء میں جب نوآبادیاتی نظام ختم ہوا اور برصغیر بھی اِس ننگ انسانیت نظام سے آزاد ہوا تو اِس سے قبل ہی انگریزوں اور اُن کی معنوی اولاد نے برصغیر کی تقسیم کی راہ ہموار کر لی تھی۔

14 اگست 1947ء کی آزادی کا سورج 22 لاکھ انسانوں کے خون کی سرخی میں نہایا ہوا نکلا۔ انسان نما شیطانوں نے قتل و غارت کا ایسا ہولناک سلسلہ شروع کیا کہ برصغیر کی زمین انسانی خون سے سرخ ہو گئی اور آزادی کالی ماتا کے روپ میں برصغیر کے عوام پر مسلط ہو گئی۔ برصغیر کو دو قوموں کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا اور کوئی نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ احمقو! تم سب آدم کی اولاد ہو اور بھائی بھائی ہو۔ اِس فکر کے لوگ کم اور کمزور تھے لہٰذا قتل و غارت کے حامی اپنی سازش میں کامیاب رہے اور برصغیر کو دو ٹکڑوں میں اِس طرح بانٹا گیا کہ حیوان ابھی تک انسانوں پر حاوی ہیں۔ 1947ء میں متحدہ ہندوستان کی بنیادوں میں 22 لاکھ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ یہیں پر بس نہ ہوا بلکہ دونوں بڑی قوموں کے درمیان مذہبی انتہا پسندی کی ایک ایسی بلند و بالا دیوار کھڑی کر دی گئی کہ 72 سال کے دوران انسان دشمن عناصر اِس دیوار کو اونچا ہی کرتے رہے، ختم نہ کر سکے۔

بھارت ایک ارب سے زائد انسانوں کا بلحاظ آبادی دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے جس میں 22 لاکھ مسلمان بھی رہتے ہیں۔ بھارت میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو انسان اور حیوان میں تمیز کر سکتے ہیں لیکن سامراجی طاقتوں نے اپنے وسیع تر مفادات کی خاطر انسانوں کو دبائے رکھا اور حیوانوں کو کھلی چھوٹ دے دی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ کشمیر اب انسانوں کے بجائے وحشیوں کا خطہ بن گیا ہے جہاں ہر روز بے گناہوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ملک کے مستقبل کو خون آلود کرنے کے لیے بھارت کو ہندوتوا یعنی انتہا پسند مذہبی حیوانوں کا ملک بنانے کی منظم

منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ اِس ''نیک کام'' پر عمل درآمد کے لیے بھارتی عوام میں مذہبی انتہا پسندی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

بھارت کو ایک مذہبی ریاست بنانے کے لیے دوسرے بہانوں کے علاوہ ایک بہانہ یہ تراشا گیا کہ پاکستان بھی تو ایک مذہبی ریاست ہے۔ پاکستان بلاشبہ مذہبی ریاست ہے لیکن پاکستانی عوام مذہبی انتہا پسند نہیں بلکہ لبرل ہیں۔ یہ دعویٰ زبانی کلامی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ یہاں کے مسلمان یعنی اکثریت لبرل ہے اور اِس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ پاکستان میں کبھی مذہبی عناصر برسر اقتدار نہیں آئے یا لائے گئے۔ پاکستانی عوام نے عموماً لبرل عناصر کو ووٹ دیے اور اُنھی کو اقتدار میں لائے مگر المیہ یہ رہا کہ ترقی پسند طاقتوں کے کمزور ہونے کا فائدہ اشرافیہ نے اُٹھایا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت میں بی جے پی کے برسر اقتدار آنے سے پہلے وہاں سیکولر طاقتیں مضبوط تھیں اور سامراجی ملکوں کو یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں برصغیر میں حقیقی سیکولر طاقتیں مضبوط نہ ہو جائیں۔ اِس خطرے سے بچنے کے لیے اِن طاقتوں نے گجرات کے مسلمانوں کے قاتل نریندر مودی کو آگے بڑھایا جس نے ہندوتوا کے بیانیے کے ساتھ انتہا پسند عناصر کو آگے بڑھایا اور کشمیر کی 72 سال سے متعین حیثیت کو ختم کر کے کشمیر کو بھارت میں ضم کر دیا کہ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

مودی اینڈ کمپنی کا خیال ہے کہ اِس طرح اِس مسئلے کو دبا دیا جائے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِن اقدامات سے یہ مسئلہ دبنے کے بجائے اور اُبھر رہا ہے جس کا اندازہ آج گزشتہ دنوں کشمیریوں سے یک جہتی کے اظہار کے لیے منائے جانے والے دن سے لگایا جا سکتا ہے جو پاکستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں منایا گیا۔ یوں مسئلہ کشمیر ختم ہونے کے بجائے اور نمایاں ہو رہا ہے اور دونوں ملکوں کے درمیان حائل خلیج مزید گہری ہو رہی ہے۔

اِس حوالے سے المیہ یہ ہے کہ عوام کو معاشی پس ماندگی اور غربت میں مبتلا کرنے والے اِس مسئلے کو عوام ہی کے ذریعے اُچھالا اور مضبوط کیا جا رہا ہے۔ کیا بھارت میں اب ترقی پسند طاقتیں کمزور ہو گئی ہیں؟ یہ سوال تلوار کی طرح برصغیر کے مستقبل پر لٹک رہا ہے۔ اب بھارتی عوام خصوصاً اہل دانش کی یہ ذمہ داری ہے کہ برصغیر میں انتہا پسندوں کو مضبوط نہ ہونے دیں۔

JAHANGIR'S
World Times
PUBLICATIONS

PAKISTAN'S
FOREIGN POLICY DILEMMA:
A PERENNIAL QUEST FOR SURVIVAL

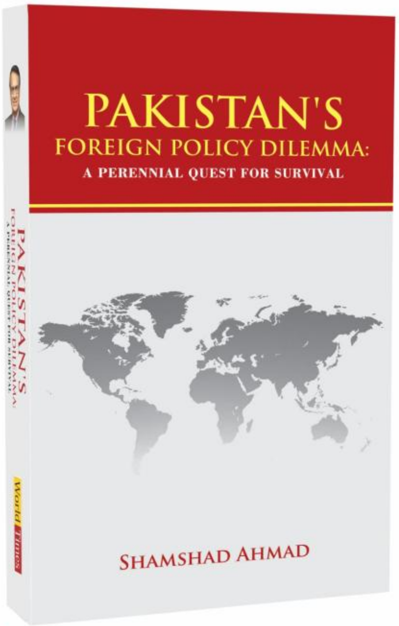

Shamshad Ahmad's book stands out as a thorough and stimulating study of Pakistan's foreign policy that combines a diplomat's experience with academic discourse. It is not a chronology of major developments in Pakistan's interaction with the rest of the world.

Dr Hasan Askari Rizvi; PhD (U. Penn.)
Professor Emeritus (PU, Lahore)
Former Caretaker Chief Minister Punjab

"Pakistan's Foreign Policy Dilemma: A Perennial Quest for Survival" offers a comprehensive overview drawing upon the author's vast experience and insights acquired as a distinguished and well-respected Pakistani diplomat.

Riaz Mohammad Khan
Former Foreign Secretary

Must Read for CSS, PMS Aspirants

HIGHLIGHTS

- Pakistan - Domestic
- Prominent Monuments of Pakistan
- Landmarks of Lahore
- UN and Its Prominent Umbrella Agencies
- International Organizations
- International Relations
- Geography
- General Science
- General Knowledge
- History
- Political Science
- Some Basic Facts
- Frequently-Asked Questions

...& much more

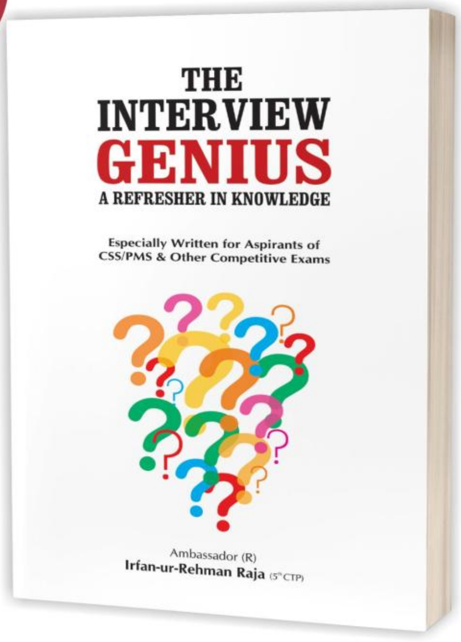

Ambassador (R)
Irfan-ur-Rehman Raja (5th CTP)

مشہور ادیبوں کی عجیب و غریب عادات

میگزین ڈیسک

اُردو کے مشہور اور منفرد افسانہ نگار سعادت حسن منٹو لکھتے وقت صوفے پر بیٹھ کر دونوں گھٹنے سمیٹ لیتے اور ایک چھوٹی سی پنسل سے لکھتے۔ افسانہ شروع کرنے سے پہلے 786 ضرور لکھتے تھے، جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہم معنی سمجھا جاتا ہے۔

جوش ملیح آبادی بجائے بسم اللہ کے اپنی تخلیق کے سرنامے پر ''بنامِ قوت وحیات'' لکھتے تھے۔

اُردو کے مشہور افسانہ نگار اور ناول نگار کرشن چندر تنہائی میں، کمرہ بند کر کے لکھتے تھے۔ ایک بار اُن کی بیگم نے چپکے سے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بتاتی ہیں کہ کرشن چندر اردگرد سے بے خبر اپنے لکھنے کے پیڈ پر جھکے ہوئے تھے۔ اُس لمحے اُن کا چہرہ بہت گھمبیر بھیانک اور اجنبی سا لگا۔ تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں، ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور اُن کے ہاتھ میں قلم خنجر کی طرح نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کرشن چندر کمرے سے نکلے اور سیدھے کھانے کی میز کی طرف آئے، اُس وقت اُن کا چہرہ پُرسکون، تازہ اور بہت معصوم تھا۔

فرانسیسی ناول نگار وکٹر ہیوگو لکھتے وقت سیدھے کھڑے ہو جاتے اور لکھنے کے لیے اپنے کندھے جتنی اونچی میز (ڈیسک) استعمال کرتے۔ ونسٹن چرچل بھی ابتدا میں لکھتے وقت اِسی قسم کا انداز اپنایا کرتے تھے۔

فرانسیسی ناول نگار الیگزینڈر ڈوما لکھتے وقت لیموں کے علاوہ کسی پھل کا مشروب نہیں پیتے تھے۔ وہ رسالوں کے لیے مضامین لکھتے وقت گلابی کاغذ، شاعری کے لیے پیلے کاغذ اور ناول کے لیے نیلے رنگ کا کاغذ استعمال کرتے تھے۔

اُردو کے منفرد اور ممتاز مزاح نگار شفیق الرحمٰن ہمیشہ کھڑے ہو کر لکھا کرتے تھے۔

انگریزی کی ادیب کیرولین وبج وڈ کہتی تھیں کہ لکھتے ہوئے ریڈیو سننے سے اُنھیں خیالات مجتمع کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

آئرلینڈ کے مشہور ناول نگار جیمز جوئس نے اپنی تمام تحریریں بستر پر اُلٹے لیٹ کر لکھیں۔ اُن کا کہنا تھا ''میں اِس طریقے سے لکھتے ہوئے آرام محسوس کرتا ہوں۔''

حکیم محمد سعید شہید عام طور پر رف لکھتے وقت اشتہارات کے پچھلے حصے کا استعمال کرتے تھے۔ یہ اشتہارات مختلف اخبارات میں ہوتے تھے یا عموماً ایڈورٹائزنگ کے لیے لوگ اُن کا استعمال کرتے تھے۔ حکیم صاحب کے بقول ''یہ قوم ابھی اتنی امیر نہیں ہوئی کہ بہترین کاغذ کا استعمال کر سکے۔''

مشہور ادیب ایڈگر رائس اپنی دلچسپ اور چونکا دینے والی کہانیاں چائے کی بے شمار پیالیاں پی کر لکھتے تھے۔

فرانسیسی ادیب بالزاک چائے کے بجائے کافی پیتے تھے۔ وہ آدھی رات سے لے کر اگلے دن کی دوپہر تک لکھا کرتے تھے۔ اِس دوران وہ کافی کی لاتعداد پیالیاں پی جاتے۔

اُردو کی مشہور افسانہ وڈراما نگار عصمت چغتائی اوندھے منہ لیٹ کر لکھتی تھیں اور لکھتے ہوئے عموماً برف کی ڈلیاں چباتی جاتیں۔

میرزا ادیب نے اپنی عظیم و ضخیم معرکتہ الآرا آپ بیتی ''مٹی کا دیا'' گھر کی بیسمنٹ کے ایک گوشے میں تنہا بیٹھ کر لکھی۔ بُھنے ہوئے چنے چباتے جاتے جو اُنھیں توانائی بخشتے رہتے۔

انگریزی کے ایک ادیب ٹموتھی ڈیکسٹر اپنی تحریر میں کامے، فل سٹاپ اور ڈیش وغیرہ نہیں لگاتے تھے۔ وہ اپنی تحریر میں انگریزی لکھائی کے اِس قاعدے کا بھی لحاظ نہیں رکھتے تھے کہ ہر نیا جملہ Capital letter سے شروع ہو۔

برطانیہ کے معروف ادیب کومپٹن میگنزی لکھتے وقت پس منظر میں کلاسیکی موسیقی کی دھنیں سنا کرتے تھے۔

چالز ڈکنز کے بارے میں یہ پڑھ کر آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ اگر اس کے بستر کا رُخ شمال کے بجائے مشرق یا مغرب کی طرف کر دیا جاتا تو اُسے نیند نہیں آتی تھی۔ وہ تمام رات جاگ کر گزار دیتا لیکن جب بستر کا رُخ شمال کی طرف کر دیا جاتا تو وہ گہری نیند سو جاتا تھا۔

ملکی برآمدات میں اضافہ

معاشی ترقی کا واحد راستہ

ڈاکٹر شاہد رشید بٹ

پاکستان کو معاشی اور اقتصادی میدان میں کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ ایک طرف تو حکومت کے اوپر بڑھتے ہوئے قرضوں کا بوجھ ہے تو دوسری طرف مہنگائی کی بڑھتی ہوئی شرح بھی حکومت کے لیے پریشانی کا باعث بن رہی ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ توانائی کے شعبے میں بڑھتے ہوئے قرضوں نے بھی حکومت کے لیے پریشانی کھڑی کر رکھی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق توانائی کے شعبے میں گردشی قرضوں کا حجم 1900 ارب روپے تک جا پہنچا ہے اور حکومت کی جانب سے اِس مسئلہ کے حل کے لیے بجلی اور گیس کی قیمتوں میں مسلسل اضافے کے باعث ملکی صنعتی پیداوار اور گھریلو صارفین بھی شدید متاثر ہو رہے ہیں۔ حکومت اپنے تئیں اِن مسائل کے حل کی بھرپور کوششیں کر رہی ہے لیکن چیلنجز بہت گھمبیر ہیں۔

پاکستان کے اِن معاشی اور اقتصادی مسائل کا حل صرف اور صرف پاکستان کی برآمدات میں اضافہ کرکے نکالا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو اپنے ڈالرز کی آمدنی بڑھانے اور اِس میں خاطر خواہ اضافہ کی ضرورت ہے۔ اِسی طرح پاکستان کا کرنٹ خسارہ بلکہ تجارتی خسارہ بھی کم ہو سکتا ہے اور جب پاکستان کا تجارتی اور کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ قابو میں آئے گا تب ہی پاکستان کی کرنسی مستحکم ہوگی اور مہنگائی بھی قابو میں رہے گی۔ اِس مقصد کے لیے پاکستان کو اپنی برآمدات میں اضافے کے لیے جہاں صنعتوں کو وافر اور سستی توانائی کی فراہمی بہت ضروری ہے، ٹیکس کے معاملات بھی بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے لیے اپنی برآمدات کی کھپت بڑھانے کے لیے نئی منڈیوں کی تلاش بھی کلیدی اہمیت کی حامل ہے اور اِس حوالے سے حکام کو سنجیدگی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس حوالے سے حکومت پاکستان کو چاہیے کہ پاکستان کی برآمدات بڑھانے کے لیے افریقی منڈیوں پر خصوصی توجہ دے۔

افریقہ دنیا کی ایک اُبھرتی ہوئی منڈی ہے۔ بھارت اور ترکی سمیت کئی ممالک کی افریقہ کے ساتھ تجارت میں حالیہ کچھ عرصے کے دوران بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے لیکن پاکستان اِس حوالے سے بہت پیچھے ہے۔ پاکستان کو افریقہ کے ساتھ اپنے تجارتی اور معاشی روابط بڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔ افریقہ میں بھی بالخصوص گھانا ایک ایسا ملک ہے جو کہ اقتصادی اور معاشی سرگرمیوں کے حوالے سے آئیڈیل حیثیت رکھتا ہے۔ گھانا کے موسمی حالات نہ صرف انتہائی سازگار ہیں بلکہ سکیورٹی اور امن وامان کے حوالے سے بھی یہ بہترین ملک ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ گھانا کی حکومت بیرونی سرمایہ کاروں کو بے پناہ سہولیات اور مراعات بھی دے رہی ہے۔ پاکستان کو گھانا کی منڈی سے استفادہ کرنا چاہیے۔

مارچ کے پہلے ہفتے کے اختتام پر وفاقی وزارت تجارت نے پاکستان کی برآمدات کے حوالے سے تازہ ترین ڈیٹا جاری کیا جس کے مطابق پاکستان کی 10 ممالک کو برآمدات میں رواں مالی سال کے پہلے 8 ماہ میں کمی آئی ہے جب کہ 6 مقامات پر برآمدات بحال ہوئیں۔ دوسری جانب گورنر سٹیٹ بینک رضا باقر نے ایک تقریب سے خطاب میں اِس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ پاکستان کی برآمدات بہت کم ہیں۔ اُن کا کہنا تھا کہ ”پاکستان کم ترین ایکسپورٹ کے ساتھ افغانستان، یمن، سوڈان، جنوبی سوڈان اور ایتھوپیا کے ساتھ کھڑا ہے اور ملک ایسے نہیں چلا کرتے۔“ اِس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ معاشی نمو کے لیے ملکی ایکسپورٹس میں اضافہ ناگزیر ہے اور اِس کے لیے ہمیں اپنی پیداوار کو بڑھانے اور جدت لانے پر توجہ دینا ہوگی۔

گھانا میں پاکستان میں پیدا ہونے والی اجناس کی بہت مانگ ہے اور یہ مانگ گھانا دوسرے ممالک اور بعض اوقات پاکستان کی مصنوعات دوسرے ممالک سے زیادہ قیمت پر خرید کر پوری کر رہا ہے۔ پاکستان گھانا کو اپنی برآمدات براہ راست کرکے اپنی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ کر سکتا ہے۔

گھانا سمیت دیگر افریقی ممالک میں پاکستانی سفارت خانوں کی تعداد بڑھانے کی ضرورت ہے اور پہلے سے موجود سفارت خانوں میں کمرشل اتاشیوں کی تعیناتی بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ لیکن اِس حوالے سے ضروری ہے کہ اِن کمرشل اتاشیوں کی کارکردگی پر گہری نظر رکھی جائے۔ پاکستان میں گھانا کے قونصلیٹ کے تعاون سے کامسیٹس کا ادارہ افریقی ممالک کے ساتھ انتہائی قریبی تعاون جاری رکھے ہوئے ہے اور ماحولیاتی تبدیلیوں اور پائیدار ترقی کے اہداف کے حصول کے لیے افریقی ممالک کے ساتھ مل کر شانہ بشانہ کام کر رہا ہے۔ افریقہ میں کامسیٹس کی ممبرشپ میں اضافہ بھی کامسیٹس کا اہم ہدف ہے جس کو گھانا قونصل خانے کی بھرپور مدد حاصل ہے۔ کامسیٹس کے اعلیٰ حکام نے 9 اور 10 فروری کو ایتھوپیا کے دارلحکومت ادیس ابابا میں ہونے والے افریقن یونین کے سمٹ جس کا تھیم 'امن اور ترقی کے لیے بندوقوں کو خاموش کرانا تھا' میں بھی شرکت کی تھی۔

افریقی ممالک کو برآمدت میں اضافہ اور ان کے ساتھ تجارتی اور اقتصادی تعلقات میں اضافہ کرکے ہی پاکستان کو معاشی مسائل کی دلدل سے نکالا جا سکتا ہے۔ اِس مقصد کے حصول کے لیے برآمدات میں اضافہ کی خاطر توانائی کی قیمتوں اور برآمدی شعبے پر ٹیکسوں میں کمی نہایت ہی ضروری ہے۔ توانائی کے شعبہ کے لیے آئی ایم ایف کا ”فل کاسٹ ریکوری“ کا فارمولا ملکی معیشت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔

آئی ایم ایف چاہتا ہے کہ ملک میں بجلی کی

پیداوار کے تمام اخراجات ایمان داری سے بروقت بل ادا کرنے والے صارفین سے وصول کیے جائیں جب کہ لائن لاسز، بجلی چوری، بدانتظامی اور کرپشن کا ملبہ بھی اُنھی پر ڈالا جائے، جو قابل مذمت ہے۔ یہ کاروباری اور اخلاقی اُصولوں کی خلاف ورزی اور عوام کا استحصال ہے۔ یہاں کے صارفین خطے میں سب سے مہنگی بجلی استعمال کرنے پر مجبور ہیں جس نے اُن کی کمر توڑ ڈالی ہے۔ اب آئی ایم ایف کے حکم پر بجلی کی قیمت میں مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے جو پیداواری شعبہ کو معذور کرنے کے مترادف ہے۔ بجلی اور گیس کی قیمت میں مسلسل اضافہ سے مہنگائی بھی مسلسل بڑھے گی۔ بجلی کی پیداواری لاگت میں ہوش ربا اضافہ سے صارفین کا کوئی تعلق نہیں اور عوام کو بجلی چوروں اور کرپٹ اہل کاروں کی کرپشن کی سزا دینا ظلم ہے جس سے بدعنوان عناصر کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ دنیا میں سستی ترین بجلی پیدا کرنے والے ملک کا یہ حال اُن سیاست دانوں، بیوروو کریٹس اور بڑے بزنس گروپس نے کیا ہے جنھوں نے اپنے مفادات کے لیے ملک کے توانائی کے شعبہ سے ایسا کھلواڑ کیا جو دنیا میں کہیں نہیں کیا گیا۔ نجی کمپنیوں سے کمزور معاہدے اور اُنھیں مختلف حیلے بہانوں سے اربوں روپے کی غیر ضروری ادائیگیوں کے انتظام کا گناہ بھی جب عوام نے نہیں کیا تو وہ کیوں بھگتیں۔ بعض عناصر اب بھی توانائی کے شعبہ سے اُس کی سکت سے زیادہ دودھ نکال رہے ہیں جنھیں روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جو مہنگی بجلی کی موجودگی میں ملک کو ترقی دے سکے۔ ٹیکسوں کی بھرمار نے عوام اور کاروباری برادری کا بھرکس نکال دیا ہے۔ اب عوام کے بعد بے زبانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

مویشیوں، مرغیوں اور مچھلی کی خوراک پر ٹیکس بڑھانے پر سنجیدگی سے غور کیا جا رہا ہے جس پر عمل درآمد ملکی مفاد کے خلاف ہوگا۔ کئی افریقی ممالک جانوروں کی خوراک اور اُس میں استعمال ہونے والے خام مال پر ٹیکس ختم کر چکے ہیں تاکہ جانوروں کی صحت بہتر ہونے کے علاوہ عوام کی گوشت، دودھ اور انڈوں تک رسائی بہتر بنائی جا سکے مگر یہاں اِن اشیا کو عوام کی پہنچ سے نکالنے کا سامان کیا جا رہا ہے۔

جب تک ارباب اختیار کا فوکس زیادہ سے زیادہ ٹیکس جمع کرنے پر رہے گا ملک اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے بجائے آئی ایم ایف کی بیساکھیوں کا محتاج رہے گا اور اہم معاملات پر اُس کی ڈکٹیشن سننا پڑے گی۔ اِن مسائل کے حل کے لیے سنجیدگی سے توجہ دینا ہوگی اور ہر صورت ملکی برآمدات میں اضافے کے راستے میں حائل تمام رکاوٹیں دور کر کے ملکی زرمبادلہ کمانے کی صلاحیت میں اضافہ کرنا ہوگا۔

پاکستان میں معاشی مسائل کی ایک بڑی وجہ پاکستان کے ناکافی زرمبادلہ کے ذخائر کی صورت حال ہے اور کسی بھی ملک کے لیے زرمبادلہ کمانے کا سب سے اہم ذریعہ برآمدات ہی ہوا کرتی ہیں۔ جب تک کسی ملک کی برآمدات کا اُس کی درآمدات کے ساتھ توازن درست نہ ہو تب تک کرنسی کی قدر مستحکم نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مہنگائی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے لیے اپنی معیشت کی بہتری اور معاشی طور پر اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لیے برآمدات میں اضافہ ضروری ہے۔

پاکستان کو اِس وقت اپنی برآمدات میں اضافے کے لیے نئی منڈیوں کی اشد ضرورت ہے۔ حکومت پاکستان نے اِس سلسلے میں تگ و دو شروع کی ہے اور Look Africa پروگرام کا آغاز کیا ہے جس کے تحت پاکستان کے براعظم افریقہ کے ممالک میں موجود سفارت خانوں کی تعداد میں اضافہ کیا جا رہا ہے اور پہلے سے موجود سفارت خانوں میں تجارت کے فروغ کے لیے کمرشل اتاشیوں کی تعداد بھی بڑھائی جا رہی ہے۔ یہ حکومت کے اچھے اقدامات ہیں اور حکومت کی جانب سے برآمدات میں اضافہ کی سنجیدہ کوششیں ہیں تاہم اس حوالے سے ابھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے لیے GSP Plus سٹیٹس میں توسیع

گزشتہ دنوں یورپی پارلیمان کی بین الاقوامی تجارتی کمیٹی (آئی این ٹی اے) نے پاکستان کے لیے جنرلائزڈ سسٹم آف پریفرنس پلس (جی ایس پی پلس) سٹیٹس میں توسیع کر دی۔ یہ سہولت یورپی یونین کی ستائیس رکن ریاستوں کو برآمد کی جانے والی مصنوعات کی 66فیصد اقسام میں ٹیرف کے مکمل خاتمے کی ضمانت دیتی ہے اور پاکستان آئندہ دو برس تک اِس کے تحت ترجیحی ڈیوٹیز سے فائدہ اُٹھا سکے گا۔ جی ایس پی پلس سٹیٹس کے مفید نتائج اِس حقیقت سے ظاہر ہیں کہ یورپی یونین کے لیے پاکستانی برآمدات کا حجم اِس سٹیٹس کے حصول سے قبل 2013ء میں چار ارب 53 کروڑ 80لاکھ یورو تھا جو 2019ء تک 65فیصد اضافے کے بعد سات ارب 49 کروڑ 20لاکھ یورو ہوگیا۔ یہ سہولت جن شعبوں کے لیے خاص طور پر مفید ہے، اُن میں ٹیکسٹائل اور گارمنٹس نمایاں ہیں جو نہ صرف ملک کے لیے زرِمبادلہ حاصل کرتے ہیں بلکہ ملازمتوں کے وسیع مواقع بھی مہیا کرتے ہیں ہیں۔ جی ایس پی پلس سٹیٹس میں مزید دو سال کی توسیع مل جانے کے بعد اب اصل ضرورت ملک کے اندر برآمدی مصنوعات کی تیاری کے لیے زیادہ سے زیادہ سازگار ماحول کی تشکیل ہے۔ موجودہ صورت حال انتہائی توجہ طلب ہے کیوں کہ صنعتی اور کاروباری حلقے شاکی ہیں کہ حکومتی پالیسیاں معاشی سرگرمی بڑھانے میں مثبت کردار ادا نہیں کر رہیں جس کی وجہ سے برآمدات میں ضافہ نہیں ہو پا رہا۔ ریکارڈ پر موجود معلومات کے مطابق حکومت کی جانب سے نقد ادائیگی میں سبسڈی دینے اور کرنسی کی قدر میں بھاری کمی کے باوجود دسمبر اور جنوری میں برآمدات میں مسلسل کمی واقع ہوئی اور مینوفیکچرنگ کے شعبے کی شرح نمو گزشتہ جولائی سے منفی ہے۔ صنعتوں کو بجلی اور گیس کی کم قیمت پر فراہمی ملکی مصنوعات کو بہتر مسابقت کے قابل بنانے کے لیے ناگزیر ہے۔ شمسی توانائی بجلی کی پیداوار کا ایک ایسا ذریعہ ہے جسے گھروں، بازاروں اور دفاتر میں کسی بڑے خرچ کے بغیر اور بہ سہولت اپنایا جا سکتا ہے۔ حکومت کی جانب سے اِس ضمن میں مکمل رہنمائی اور بینکوں سے آسان شرائط پر قرض کی فراہمی کا اہتمام لاکھوں گھرانوں، تعلیمی اداروں، کاروباری مراکز، صنعتوں اور کارخانوں کو بہت جلد بجلی کے معاملے میں خود کفیل بنا سکتا ہے نیز اِس اقدام سے برآمدات میں نمایاں اضافہ بھی یقینی ہے۔

قومی وسائل کی غیر مساویانہ تقسیم اور آئین پاکستان

صد حیف کہ ماضی کی حکومتوں نے اِس اہم اور سلگتے ہوئے مسئلہ کو بری طرح نظر انداز کیا اور اگر بے روزگاری کے خاتمے کی سکیموں کا اجرا بھی کیا تو اُن سکیموں سے مستحق افراد کے بجائے غیر مستحق بااثر طبقہ کی چاندی ہوئی اور جس مقصد کو استعمال کر کے حکمرانوں نے اِن منصوبوں اور سکیموں کا اجرا کیا، وہ مقصد ہی فوت ہو گیا۔ پیپلز پارٹی جب پہلی بار اقتدار میں آئی تو اُس کے اندر بے روزگاروں کا درد جاگا۔ اُس نے بے روزگاروں کے لیے آسان شرائط پر قرضوں کی فراہمی کا اعلان کیا لیکن طاقت ور بیوروکریسی نے اپنے منظور نظر افراد کو نوازنے اور اقربا پروری کے لیے ایسی شرائط رکھیں کہ اُنھیں ایک غریب، بے روزگار اور مستحق نوجوان کا پورا کرنا ناممکنات میں سے تھا۔ اِس کے برعکس اِس سکیم سے بااثر افراد، حکومتی اراکین کے چہیتوں کے وارے نیارے ہو گئے۔ اُنھوں نے جی بھر کے کسر نکالی یعنی اگر غریب اور مستحق گریجوایٹ بے روزگاروں نے اپنا جائز حق مانگا تو اُنھیں کڑی شرائط اور مطلوبہ رقم سے کہیں زیادہ سود کی نوید سنائی گئی اور جب بیوروکریسی، اراکین اسمبلی اور بااثر افراد نے حصول کے لیے درخواستیں دیں تو اُنھیں بلاشرط اور بلا سود قرضوں کا اجرا ہوا۔ پھر میاں نواز شریف کا دور آیا تو اُنھوں نے اِس طبقہ کی تسلی و تشفی کے لیے پیلی ٹیکسی سکیم کا اعلان فرمایا جس کے تحت بے روزگاروں کو گاڑیوں کی آسان شرائط اور آسان اقساط پر فراہمی کی گئی۔ لیکن اِس کا حشر بھی وہی ہوا۔ اِس سکیم کا فائدہ بھی براہ راست غیر مستحق اور بااثر افراد نے اُٹھایا جن لوگوں کے پاس دو دو تین تین بڑی گاڑیاں تھیں، یہ گاڑیاں بھی اُن کی دسترس میں چلی گئیں اور بے روزگار نوجوان میرٹ کے باوجود ایسے رہ گئے جس طرح ایک بھوکے کے سامنے روٹی رکھ کر اُٹھالی جائے۔

14 اگست 1997ء کو یوم پاکستان کے موقع پر میاں نواز شریف نے بطور وزیر اعظم پانچ ارب روپے کا کثیر رقمی فنڈ بے روزگار نوجوانوں کے لیے مختص کیا جس کے لیے یہ شرط رکھی گئی کہ تیس فیصد بے روزگار نوجوان دیں گے اور ستر فیصد حکومت مہیا کرے گی۔ مگر اکثریت نوجوانوں کی ایسی تھی جو تیس فیصد بھی ادا کرنے کے قابل نہ تھی اور اِس طرح اِس سکیم کا بھی براہ راست مفاد بااثر افراد کو ہوا اور بے روزگار اور مستحق افراد منہ دیکھتے رہ گئے۔ سابقہ دور حکومت میں میاں شہباز شریف نے وزیر اعلیٰ

> وطن عزیز میں بے روزگاری کا معاملہ سنگین صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ملکی معیشت پر اِس کے اثرات مہلک کینسر سے کم نہیں اِس وقت پاکستان میں بے روزگاری کی شرح 9.1 فیصد سے زائد ہے۔ پاکستان کی کل آبادی کا 64 فیصد 30 سال سے کم عمر نوجوانوں پر مشتمل ہے جن میں سے 29 فیصد کی عمر 15 سے 29 سال کے درمیان ہے۔ 36 فیصد نوجوان اپنے مستقبل سے نا اُمید ہیں۔

روزگار سکیم کے تحت بے روزگاروں کے نام پر ٹیکسی سکیم کا اعلان کیا اور اِس کے لیے میٹرک اور ڈرائیونگ لائسنس کی بھی شرط رکھی گئی مگر ایک بنیادی شرط یہ بھی تھی کہ ایک بڑی رقم بے روزگار نوجوان نے ادا کرنا تھی جب کہ باقی رقم حکومت پنجاب نے مہیا کرنا تھی جو سبسڈی کی شکل میں تھی۔ مگر جب اِس سکیم کے نتائج سامنے آئے تو یہ گاڑیاں بااثر افراد گھریلو استعمال کے لیے نکلوا چکے تھے۔ بڑے کاروباری حضرات کے زیر استعمال یہ گاڑیاں اب جا بجا نظر آتی ہیں۔ ایک طرح سے میرٹ کے نام پر بے روزگاروں کا مذاق اُڑایا گیا۔ موجودہ حکومت، جو نوجوانوں کے ووٹ بینک کا دم بھرتی ہے، نے ایک کروڑ نوجوانوں کے لیے نوکریاں اور نوجوان قرضہ سکیم کے تحت پانچ لاکھ سے 20 لاکھ تک کی رقم مختص کی ہے۔ تاہم ایک بار پھر اِس سکیم سے غیر مستحق اور صاحب ثروت افراد کے لیے ایک نیا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ نوجوانوں کو اُن کی اسناد اور تعلیمی اہلیت پر بتدریج غیر مشروط قرضوں کا اجرا کیا جاتا۔ موجودہ حکمران جس سونامی کے تحت اقتدار میں آئے وہ سونامی اور اقتدار بھی نوجوان نسل کا ہی مرہون منت ہے۔ اِنھیں شاید اندازہ نہیں کہ بے روزگاری میں اضافہ سے سماجی خلفشار کی شدت بڑھتی ہے۔

جب ہم ماضی کے دریچوں میں جھانکتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ساٹھ کے عشرے میں تھائی لینڈ، کوریا اور تائیوان صنعتی تربیت اور مطالعہ کے لیے پاکستان آتے تھے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ کوریا کی ایک نجی کمپنی کا بجٹ پاکستان کے بجٹ سے زیادہ ہے۔ ماضی سے لے کر حال تک جو حکومت بھی آئی، اُس نے پاکستان کے آئین کی بھی دھجیاں بکھیریں۔ ہم جب آئین پاکستان کے حوالہ جات کے ذریعے اِس بات کا تعین کرتے ہیں کہ وسائل و دولت کی مساویانہ تقسیم میں حکومت وقت کے فرائض کیا ہیں اور کیا ذمہ داریاں اُس پر عائد ہوتی ہیں تو حکمرانوں کے

سارے دعوے اور Unemployment سکیمیں، اُن کے ذاتی مفادات کے سوا کچھ نہیں۔

آئین کی شقیں کسی اور ملک کے قانون سے متعلق نہیں بلکہ یہ پاکستان کا ہی آئین ہے۔ کتاب قانون پاکستانی شہریوں کا حق تسلیم کر چکی ہے۔ صرف حکمرانوں نے اِن آرٹیکلز کی دھجیاں بکھیریں اور عوام کو اُن کا حق نہیں دیا۔ بہتر معیار زندگی کی تلاش میں سرگرداں بیرون ملک جانے والے نوجوانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اپنے سہانے مستقبل کے سپنے لیے یہ نوجوان با آسانی ایجنٹ مافیا کے فریب اور دھوکے میں آجاتے ہیں۔ نوجوان اپنے خاندان کی بنیادی ضروریات کے ہاتھوں مجبور ہو کر ناگفتہ حالات کی سنگینی اور ستم ظریفی کا شکار ہو جاتے ہیں اور انسانی سمگلروں کے ہاتھوں سمگل ہونے والے بے روزگار نوجوانوں کو بیرون ملک اکثر روزگار نہیں ملتا۔ چوری چھپے کام کرنے پر اور غیر قانونی طریقے سے دیار غیر کا قصد اُن کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے لے جاتا ہے اور اِن بے روزگار نوجوانوں کی اکثریت غیر ملکی جیلوں میں بند کسی مسیحا کی منتظر رہتی ہے۔ گزشتہ تین برسوں میں ایک کروڑ 70 لاکھ افراد ملک سے باہر گئے ہیں یہی نہیں وطن عزیز میں سرکاری سطح پر جب نوجوانوں کے لیے ''ضرورت ہے'' کے روزگار کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں تو متعلقہ سرکاری اداروں میں بھی مستحق نوجوانوں کے بجائے کلیدی نشستوں پر بیٹھے افسران یا ایم پی اے، ایم این اے کی شکل میں مقامی عوامی نمائندے اپنے چہیتوں کو سرکاری ملازمتوں کا اہل سمجھ کر نوازتے ہیں۔ اِس طرح روزگار سے محرومی اِن نوجوانوں سے اِن کی سانسیں تک چھین رہی ہے اور آئے روز ایسے نوجوانوں کی خودکشی کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اِس کا پس منظر یہ ہے کہ ناانصافیاں، زیادتیاں اور حق تلفیاں دیکھ کر یہ پڑھے لکھے نوجوان نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں۔ اکثریت نشے کی لت کا شکار بھی ہو جاتی ہے جس سے اُن کی تخلیقی صلاحیتیں ضائع ہو کر رہ جاتی ہیں۔ وطن عزیز میں اُبھرنے والے سیاسی، معاشی واقعات اور حادثات تیزی سے بے روزگار نوجوان نسل کے شعور میں تبدیلیوں کا باعث بن رہے ہیں۔

70 برس سے زائد کا عرصہ گزر گیا لیکن یہ مسئلہ وہیں کا وہیں ہے۔ بے روزگاروں کی ایک نسل پاکستان بنتے وقت موجود تھی۔ خیر اُس وقت تو واقعی حکومت وقت کے بس کی بات نہ تھی۔ پاکستان کے بے روزگاروں کی اُس نسل نے تو نعرے لگا لگا کر اپنا وقت گزار لیا مگر آج کی بے روزگار نسل اپنا حق مانگتی ہے اور پاکستان کے آئین کے مطابق وسائل کی مساویانہ تقسیم چاہتی ہے۔

سے بے روزگار نوجوانوں کو بے روزگاری الاؤنس دیا جائے تو کم از کم اُن کے ذہنی سکون کا کچھ حد تک سامان ضرور ہوگا۔ مختصراً یہ کہ پاکستان کے وسائل و دولت مساویانہ طور پر قانون کے مطابق تقسیم نہیں ہو رہے۔ اِس قباحت کی تمام تر ذمہ داری سابقہ حکومتوں اور خاص طور پر موجودہ حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔

آئین کے آرٹیکلز 25، 37 اور 38 اِس ڈھونگ کو بے نقاب کرتے ہیں! آئین کے آرٹیکل، 25(1) کے مطابق:

"All citizens are equal before law and are entitled to equal protection of law."

یعنی ہر شہری قانون کی نظر میں برابر ہے اور وہ مساویانہ طور پر قانونی تحفظ کا حق دار ہے۔ پاکستان میں اِس کے شہریوں کے لیے اُن کے مفاد میں جس جس شعبہ زندگی میں قانون سازی کی گئی ہے یا قانونی مراعات دی گئی ہیں، ہر پاکستانی اپنی اہلیت کے مطابق قانونی مراعات و تحفظ لینے کا حق دار ہے۔ یہ قانون چھوٹے یا بڑے قرض فراہم کرنے یا اراضی الاٹ کرنے کا ہو یا یہ قانون شعبہ صحت سے متعلقہ ہو حتیٰ کہ ہر قسم کے بنائے گئے قانون برائے مفاد عامہ سے مستفید ہونے کا ہر پاکستانی اپنی اہلیت کی بنیاد پر قانونی حق رکھتا ہے۔ اِس آئینی شق کے مطابق حکومت وقت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ پاکستان کے وسائل اُس کے شہریوں میں مساوی طور پر تقسیم کرے اور روزی کمانے کے وسائل بھی مہیا کرے۔ یہ آرٹیکل آئینِ پاکستان کے اُس باب میں شامل ہے جس کو بنیادی حق کا باب کہا گیا ہے۔ یہ حقوق انسان کو روز اول سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ ہیں۔ نہ اِن کو کوئی چھین سکتا ہے، نئی نسل کو لیپ ٹاپ جیسی خودنمائی کی سکیموں سے کوئی غرض نہیں۔ اُس کے اندر بغاوت کا جنم لینا فطری امر ہے۔ جب انسان کے بنیادی حقوق معطل ہوتے ہیں تو بغاوت جنم لیتی ہے اور آج بے روزگار نسل بھی اِس فرسودہ نظام سے باغی ہو چکی ہے اور اُس کے اندر یہ سوچ جنم لے چکی ہے کہ یہ کیسی اسلامی فلاحی مملکت ہے جو اپنے آئین میں لکھے گئے کا بھی پاس نہیں رکھتی اور ایسے لاکھوں نوجوانوں کی جب حق تلفی ہو گی تو وہ ملک دشمن ایجنسیوں کے آلہ کار بنیں گے۔ اُن کی سوچ تعمیری نہیں، تخریبی ہوگی۔ جذبے بھوکے پیٹ زندہ نہیں رہ سکتے۔ بھوک اور افلاس وطن سے محبت کو بھی کم کر دیتی ہے۔ نوجوان نسل میں منشیات کا بڑھتا ہوا پھیلاؤ، تخریب کاری، خودکشیاں اور جرائم کی وارداتیں بے روزگاری کا ہی نتیجہ ہیں۔ عشر زکوٰۃ کا اربوں روپیہ ممبران اسمبلی کی عیاشی پر صرف ہو رہا ہے۔ اگر اِسی رقم

نہ ہی یہ سلب اور ختم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ حقوق انسانی زندگی کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ حقوق کسی فردِ واحد کے مرہونِ منت نہیں۔ آئین کے آرٹیکل 37 اے کے تحت حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ غیر ترقی یافتہ علاقوں، غیر ترقی یافتہ لوگوں کے معاشی اور تعلیمی حالات کو بہتر بنائے۔ آرٹیکل 37 اے کے تحت حکومت کا فرض ہے کہ مختلف علاقہ کے لوگوں کو تعلیم، ٹریننگ صنعتی وزرعی ترقی میں شامل کرے اور ملازمت کے پورے مواقع مہیا کرے۔

آرٹیکل 38 اے کے تحت حکومت کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کی خوش حالی اور اُن کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کام کرے۔ حکومت، دولت اور پیداواری وسائل کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے اور تقسیم ہونے سے روکے اور مفادِ عامہ کا نقصان نہ ہونے دے۔ آرٹیکل 38 بی کے تحت حکومت کا فرض ہے کی اُن تمام شہریوں کو بلاتمیز بنیادی ضروریاتِ زندگی خوراک، کپڑا، مکان،

Prime Minister's
Youth Programme

تعلیم اور طبی سہولتیں مہیا کرے جو کسی بیماری یا بے روزگاری کی وجہ سے اپنی روزی حاصل نہ کر سکتے ہوں۔

مختصر یہ کہ آرٹیکل 37 اور 38 کے مطابق یہ ریاستی ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیم، زراعت اور صنعت کے شعبوں میں ترقی کے مواقع پیدا کرے، لوگوں کی رہنمائی کے ساتھ بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کرے، روزگار کے مواقع اہلیت کی بنیاد پر فراہم کرے اور ہر شہری کی مناسب گزر اوقات کا بندوبست کرے۔ اِسی طرح مزدوروں اور کمزوروں کی کفالت کی تاکید کی گئی ہے۔ سب سے اہم بات 38 اے میں کہی گئی ہے کہ حکومت اِس بات کو یقینی بنائے کہ دولت، ذرائع پیداوار اور اُس کی تقسیم صرف چند ہاتھوں میں محدود نہ ہو۔ حکومت اِس بات کو بھی یقینی بنائے کہ تاجر و آجر، زمیندار و مزارع کے مابین انصاف کے تقاضوں کو مدِنظر رکھ کو انصاف کیا جائے۔

نئی اقوامِ متحدہ کی ضرورت

اقوامِ متحدہ اب 74 سال پرانی ہوگئی ہے۔ اتنے طویل عرصے میں اِس عالمی ادارے نے کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا جو اِس کے ہونے کا مؤثر جواز بن سکے۔ پہلے اِس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا نے اقوامِ متحدہ کی تشکیل کیوں کی۔

دوسری عالمی جنگ کے دوران مختلف حوالوں سے جنگیں جاری تھیں اور اِس دوران پہلی اور دوسری عالمی جنگیں بھی لڑی گئیں جن میں لاکھوں عوام گاجر مولی کی طرح کاٹ دیے گئے اور دنیا قتل وغارت کا مرکز بن گئی۔ اِس بھیانک صورتِ حال کو دیکھ کر دنیا کے چند حکمرانوں کو خیال آیا کہ دنیا کے تنازعات کے حل کے لیے کوئی ایسا ادارہ ہونا چاہیے جو جنگوں کو روکے اور امن کی حمایت کرے چوں کہ اِس خیال کے بانی بڑے ملکوں کے سربراہ تھے لہٰذا اقوامِ متحدہ وجود میں آئی، مجموعی طور پر اقوامِ متحدہ دنیا میں امن اور شانتی کا ایجنڈا لے کر آئی تھی۔

دنیا کے عوام کو اقوامِ متحدہ سے تحفظ کا احساس ہوا۔ دنیا سینکڑوں ملکوں میں بٹی ہوئی ہے اور اِن ملکوں کے درمیان محبت اور بھائی چارے کے بجائے دشمنی اور عداوت کا کلچر مروج ہوتا گیا۔ اِس دوران ویتنام، کوریا میں امریکی سامراج نے بلاجواز جنگیں چھیڑیں جن میں لاکھوں عوام لقمہ اجل بن گئے لیکن اقوامِ متحدہ کسی نہ کسی طرح حرکت پذیر رہی اور کوشش کرتی رہی کہ دنیا میں امن قائم ہو لیکن چوں کہ بڑی طاقتوں کے اختلافات بہت گہرے تھے لہٰذا اقوامِ متحدہ امن کے حوالے سے وہ کچھ نہ کر سکی جو اِس کی ذمہ داری تھی۔ آج بھی دنیا کے مختلف ممالک میں جنگ کے الاؤ جل رہے ہیں اور اقوامِ متحدہ بے بسی سے تماشا دیکھ رہی ہے لیکن کچھ کر نہیں سکتی۔ یہ اقوامِ متحدہ کی نااہلی ہے یا بڑی طاقتوں کی داداگیری جس کا اندازہ دنیا کے عوام کر رہے ہیں۔ اگرچہ اقوامِ متحدہ جنگوں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کوشاں رہی لیکن سامراجی ملک بنیادی طور پر امن کے دشمن ہیں اور بڑے اور طاقت ور ملک ہونے کی وجہ سے وہی خدمات انجام دیتے رہے ہیں جو اُن کے مفادات سے ہم آہنگ ہوں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جگہ جگہ جنگوں کا کلچر مضبوط ہوتا رہا۔

دنیا میں جب تک سوشلسٹ ملک موجود تھے، امن کی آشائیں زندہ تھیں لیکن عالمی سامراج نے سوشلسٹ ملکوں کو مختلف حوالوں سے مجبور کر کے اُنھیں نہ صرف توڑ تاڑ دیا بلکہ اُنھیں بھی سرمایہ دارانہ نظام اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ یوں پوری دنیا تاریخ کے بدترین استحصالی سرمایہ دارانہ نظام کے زیرِ نگیں آگئی بلکہ ظلم واستحصال کے ایسے کلچر کو پروموٹ کیا جو عوام کو غربت واستحصال کی بھٹی میں جھونک کر ایک ایسا گناہ کر رہا ہے جو مستقبل کے حکمران طبقے لازماً فالو کریں گے۔

بڑی طاقتوں کا مفاد اِسی میں ہے کہ دنیا میں جنگیں ہوتی رہیں تاکہ اسلحے کی کھپت کا اہتمام ہوتا رہے۔ سامراجی ملکوں نے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ جنگوں کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع کیا ہے، اِس کا سب سے بڑا کام ہتھیاروں کی فروخت ہے۔ سامراجی ملکوں نے دنیا کے ملکوں کے درمیان ایسے تضادات کھڑے کر دیے ہیں کہ اسلحے کی فروخت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

اقوامِ متحدہ اِس سارے پراسس میں ایک تماش بین بن کر رہ گئی ہے اور جس مقصد یعنی امن کا قیام جنگوں کو روکنے کی ذمے داری اب اقوامِ متحدہ کے فرائض میں شامل نہیں۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے برصغیر کا دورہ کیا اور سوائے آئیں بائیں شائیں کے کچھ نہ کیا۔ اُن کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ بھارت اور پاکستان کے درمیان کم ازکم مذاکرات کا سلسلہ شروع کرنے کی کوشش کرتے لیکن ایسا اِس لیے ممکن نہ ہو سکا کہ بڑی طاقتیں خصوصاً امریکا کے مفادات کا یہ تقاضا ہے کہ ان ممالک کے درمیان جنگ کا ماحول بنا رہے اور ہتھیاروں کی نکاسی کا سلسلہ جاری رہے۔ اِس پس منظر میں ایک نئی اقوامِ متحدہ کی ضرورت ہے جس کا کنٹرول ترقی پذیر ملکوں کے ہاتھوں میں ہو۔

پاکستان میں امن کی بحالی

عبداللہ عزیز

چیلنج ابھی باقی ہیں

آج کی دنیا میں ایک بڑی کامیابی تصورات کی کامیابی ہوتی ہے، یعنی دنیا ہمارے بارے میں کیا سوچتی ہے یا کیا نقطہ نظر رکھتی ہے۔ اسی بنیاد پر معاشروں یا ریاستوں کی اچھائی یا خرابی کی بنیاد پر درجہ بندی کرکے عالمی رائے عامہ ہمیں پرکھتی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پچھلی چند دہائیوں میں ہمارا داخلی مقدمہ خاصا کمزور رہا ہے اور دنیا میں ہمارے اقدامات کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے، اور خاص طور پر دہشت گردی سے جڑے اقدامات پر ہمیں عالمی سطح پر سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔ منی لانڈرنگ اور فنانشل ٹیررازم کے الزام میں FATF کی گرے لسٹ میں ہمیں شامل کیا گیا ہے۔ بھارت کی پوری کوشش رہی ہے کہ پاکستان کو دہشت گردی کے خاتمے کے تناظر میں عالمی سطح پر کوئی بڑا ریلیف نہ مل سکے۔ بھارت اس بیانیے کو عالمی سطح پر مضبوط بنانے کی کوشش کررہا ہے کہ پاکستان کے دہشت گردی کے خاتمے کے حوالے سے اُٹھائے گئے اقدامات محض دکھاوا ہیں اور وہ دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہا ہے۔

لیکن پاکستان نے مشکل مراحل کے باوجود سفارت کاری کے محاذ پر بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں، اور ہمارے بارے میں عالمی سطح پر کئی مثبت پہلو سامنے آئے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم نے بھارت کو سفارتی اور سیاسی محاذ پر پسپا کیا ہے۔ اب دنیا میں پاک بھارت تعلقات، کشمیر کے بحران، دہشت گردی اور ایف اے ٹی ایف کے تناظر میں بھارت کے نقطہ نظر کے مقابلے میں پاکستان کے بیانیے کو خاصی پذیرائی ملی ہے۔ یہ سوچ اور فکر بہت تیزی سے عالمی سطح پر آگے بڑھی ہے کہ پاکستان کی امن اور بالخصوص پاک، بھارت تعلقات کی بہتری کے تناظر میں کوششیں قابلِ قدر ہیں، اور اس معاملے میں بھارت کی سخت گیر پالیسی یا ہندوتوا کی سیاست رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ کرتار پور راہداری کھولنے کے پاکستان کے مثبت پیغام کو ہر سطح پر پذیرائی ملی۔ خود مقبوضہ کشمیر کی صورتِ حال پر پاکستان نے بھارت کو عملی طور پر دفاعی پوزیشن پر کھڑا کردیا ہے، اور عالمی سطح پر کوئی بھی ملک بھارت کے مؤقف کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔

> پاکستان کی ریاست، حکومت اور معاشرے کے تناظر میں کئی طرح کے داخلی اور خارجی بحران نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں۔ پچھلی دو، تین دہائیوں سے ہماری ریاست کئی طرح کے بڑے چیلنجوں سے نمٹنے کی کوشش کررہی ہے۔ ان چیلنجوں میں دہشت گردی، سیاسی اور معاشی عدم استحکام، ادارہ جاتی عمل کی کمزوری، عوام میں پائی جانے والی غیر یقینی اور مایوسی کی کیفیت شامل ہیں۔

برطانیہ اور امریکا نے اپنے شہریوں کو پاکستان کے سفر کی اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ پاکستان اب محفوظ ملک ہے۔ اسی طرح اقوام متحدہ کی جانب سے اپنے ملازمین کے لیے لاہور اور اسلام آباد کو محفوظ شہر کا درجہ دیا گیا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان ماضی کے مقابلے میں غیر محفوظ ہونے کا تاثر تبدیل ہوا ہے۔ سیاحت کے حوالے سے پاکستان نے چند برسوں میں بہت ترقی کی ہے اور پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر کے لوگوں نے سیاحت کی طرف جس تیزی سے رجوع کیا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ اب سیکیورٹی کے معاملات وہ نہیں ہیں جو ماضی میں ہمیں درپیش تھے۔ اسی طرح وزیراعظم عمران خان کا پانچ سرکردہ افراد کی فہرست میں شامل ہونا جو موسمیاتی تبدیلی کے سفیر کے طور پر دنیا میں کام کررہے ہیں، ہماری بڑی کامیابی ہے۔

پاکستان کی ریاست، حکومت اور اداروں نے دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے جو مؤثر اقدامات کیے، وہ دہشت گردی کے خاتمے یا اِس میں بہت حد تک کمی میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ نیشنل ایکشن پلان، پیغامِ پاکستان، سائبر کرائم، انٹیلی جنس سسٹم میں بہتری، دہشت گردوں کے خلاف بلاتفریق کارروائی، اسلحہ کی بنیاد پر طاقت کا استعمال، نفرت یا اشتعال انگیزی کے خاتمے، فرقہ واریت جیسے معاملات میں ہم نے اہم پیش رفت کی ہے۔ یہ کہنا کہ دہشت گردی ختم ہوگئی ہے درست نہیں، لیکن اس پر بہت حد تک قابو پایا گیا ہے۔

اب اصل چیلنج علمی و فکری بنیادوں پر امن اور رواداری کے بیانیے کو آگے بڑھانا ہے، تاکہ ہم فکری بنیادوں پر بھی اپنے سیاسی، سماجی شعور کو بہتر بنا سکیں۔ ماضی میں دہشت گردی کے خاتمے میں جو تضادات دیکھنے کو ملتے تھے اب اُن میں بہت حد تک کمی ہوئی ہے۔ فنانشل ایکشن ٹاسک فورس کے تناظر میں بلیک لسٹ ہونے کا جو خطرہ تھا، اُس کو بھی کافی حد تک دور کرلیا گیا ہے۔ ایف اے ٹی ایف کے حالیہ اجلاس میں پاکستانی اقدامات کو سراہا گیا اور کہا گیا کہ پاکستان بہتری کی طرف گامزن ہے۔ اُمید ہے کہ بہت جلد ہم گرے لسٹ سے بھی نکل جائیں گے، اور چین، ترکی، ملائشیا اور امریکا کی حمایت خود پاکستان کے مؤقف کی بڑی جیت ہے۔ اگر پاکستان ایف اے ٹی ایف کی گرے لسٹ

سے نکل آتا ہے تو یہ بھارت کی سخت گیر پاکستان دشمن پالیسی کی شکست ہوگی جو ہمیں ہر صورت میں بلیک لسٹ میں ڈالنے کی سوچ رکھتا تھا۔ اسی طرح بنگلا دیش، سری لنکا کی کرکٹ ٹیموں کی پاکستان آمد، بین الاقوامی کرکٹ کے دروازے کھلنا، عالمی سطح کے کبڈی کے مقابلے اور پی ایس ایل میں عالمی کھلاڑیوں کی آمد ظاہر کرتی ہے کہ حالات بہتری کی جانب گامزن ہیں۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل، ترکی، یو اے ای، سعودی عرب کے سربراہوں کا دورۂ پاکستان اور پاکستانی مؤقف کی حمایت سمیت امن کی پاکستانی کوششوں کو سراہنا خود بڑی کامیابی ہے۔ یو این سیکرٹری جنرل کے بقول عالمی امن مشن اور افغان مہاجرین کے تناظر میں کی گئی کوششوں کو اب دنیا اور عالمی رائے عامہ قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

افغان حکومت، افغان طالبان اور امریکا کے درمیان امن معاہدے کے حوالے سے پاکستان کے مجموعی کردار کو بھی عالمی سطح پر خاصی پذیرائی ملی ہے اور دنیا سمجھتی ہے کہ جو امن معاہدہ ہوا ہے یہ پاکستان کی مدد اور حمایت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اِس معاہدے پر عمل درآمد میں بھی پاکستان کے کردار کو بڑے تناظر میں دیکھا جارہا ہے۔ اِسی طرح پاکستان نے جنگوں یا ملکوں کے درمیان تنازعات کے خاتمے، امن پسندی اور ملکوں کے درمیان ساتھ رہنے کی پالیسی کو جس بہتر انداز میں بین الاقوامی فورمز پر اُٹھایا ہے اِسے بھی دنیا اور رائے عامہ بنانے والے افراد یا اداروں میں پذیرائی ملی ہے۔ اِس تناظر میں امریکا، ایران اور ایران، سعودی عرب کشیدگی میں امن پسندی کے کردار کو بھی کافی سراہا گیا ہے۔ اِسی طرح پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت کے باہمی تعلق اور مؤقف پر اتفاقِ رائے نے بھی سفارت کاری کے محاذ پر ہمیں خاصا فائدہ دیا ہے اور ماضی کے مقابلے میں اب کافی بہتری نظر آتی ہے۔ یہاں سیاسی سفارت کاری کے ساتھ ساتھ فوجی قیادت نے ملٹری ڈپلومیسی کے محاذ پر دنیا کو جس طرح اپنی طرف متوجہ کیا ہے وہ بھی کافی اہمیت رکھتا ہے۔ وزیراعظم اور آرمی چیف کا تواتر کے ساتھ اِس مؤقف کو پیش کرنا کہ پاکستان اور خطے کی سیاست میں جو چیلنج درپیش ہیں، اگر عالمی برادری اور بڑی طاقتوں نے اپنا کردار ادا نہ کیا تو اُن مسائل کی خرابی کی ذمہ داری بھی عالمی طاقتوں پر ہوگی۔

آپریشن ردالفساد کے تین سال

تین سال پہلے ملک میں امن و امان کی صورت حال جس قدر ابتر تھی، بم دھماکے اور خود کش حملے جس طرح روز کا معمول بنے ہوئے تھے، عبادت گاہیں، عوامی مراکز، تعلیمی ادارے، بازار، ہوائی اڈے، حتیٰ کہ فوجی تنصیبات تک ہلاکت خیز کارروائیوں سے محفوظ نہ تھیں، قوم کے حافظے سے اِن مناظر کا محو ہوجانا ممکن نہیں۔ تاہم موجودہ آرمی چیف نے منصب سنبھالنے کے فوراً بعد اُس وقت کی وفاقی حکومت کی مشاورت سے ملک کو بدامنی سے نجات دلانے کے لیے فیصلہ کن کارروائی کا عزم کیا اور یوں آپریشن ردالفساد کا آغاز ہوا۔ پوری قوم نے نفاذ قانون کے ذمہ دار تمام اداروں کی شرکت سے شروع ہونے والی اِس کارروائی کی مکمل حمایت کی اور الحمدللہ ملک کے محافظوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر، بھاری قربانیاں دے کر اور تین سال میں انٹیلی جنس کی بنیاد پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ آپریشن کر کے ملک کو دہشت گردی کے چنگل نکال لیا۔ اِس مدت میں دہشت گردی کے چار سو منصوبے ناکام بنائے گئے، 344 دہشت گردوں کو فوجی عدالتوں کے ذریعے سزائے موت اور 301 کو دیگر سزائیں دی گئیں، پاک، افغان سرحد پر 2611 کلومیٹر میں سے 1450 کلومیٹر پر باڑھ کی تنصیب اور باڑھ کے ساتھ 843 حفاظتی قلعوں میں سے 343 کی تعمیر مکمل کی گئی جب کہ 161 زیر تعمیر ہیں۔ افواج پاکستان اور دیگر متعلقہ اداروں کی اِس شاندار کارکردگی پر جسے پوری عالمی برادری قابل تقلید مثال تسلیم کرتی ہے، پاکستانی عوام کا سر فخر سے بلند ہے، شہیدوں اور غازیوں کے لیے اُن کے دل تشکر کے جذبات سے لبریز ہیں جب کہ آپریشن ردالفساد کے تین سال مکمل ہونے پر آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ کا یہ بیان حقائق کی بالکل درست ترجمانی ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتائج خطے میں امن کی صورت میں نکلیں گے۔ قومی خودمختاری اور ملکی سلامتی کی حفاظت کی خاطر ہر چیلنج سے نمٹنے کے لیے افواج پاکستان کے چوکس و بیدار ہونے کی جو یقین دہانی آرمی چیف نے ڈی جی آئی ایس پی آر کی جانب سے جاری کردہ بیان میں کرائی ہے، وہ پوری قوم کے لیے باعث اطمینان ہے۔ موجودہ حکومت یقیناً خوش نصیب ہے کہ اِسے پچھلے ڈیڑھ دو عشروں کی سابقہ حکومتوں کے مقابلے میں ایسا پاکستان ملا ہے جسے بدامنی سے اِس طرح پاک کیا جاچکا ہے کہ برسوں بعد آج یہاں بین الاقوامی کرکٹ بحال ہوگئی ہے، وہ ممالک جنھوں نے اپنے شہریوں کو سکیورٹی خدشات کے پیش نظر یہاں کا سفر کرنے سے روک رکھا تھا، اُن میں سے بیش تر اب یہ پابندی ختم کر چکے ہیں اور یہ ملک اب ٹیررازم سے نکل کر ٹورازم کے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ دہشت گردی سے سیاحت تک کا یہ سفر وطن عزیز کے لیے خوش آئند امکانات کے لامحدود راستے کھول سکتا ہے۔ اِس مثبت پیش رفت کے سبب آرمی چیف کی یہ توقع بالکل بجا ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے سے پاکستان اور خطے میں امن و استحکام آئے گا۔ اپنے بیان میں اُنھوں نے انسدادِ دہشت گردی کی دو دہائیوں کی کامیابیوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت کا اظہار کیا ہے، جسے پورا کرنا بنیادی طور پر تمام ریاستی اداروں کی مکمل حمایت یافتہ موجودہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ خوش قسمتی سے آج افغانستان میں بھی پائیدار امن کے امکانات روشن ہیں، طالبان اور امریکا کے درمیان امن معاہدہ ہو چکا ہے، جس کے بعد امریکی افواج کی واپسی عمل میں آئے گی اور برادر ملک میں ایک مستحکم سیاسی نظام کے قیام کی راہ ہموار ہوگی۔ خطے میں پائیدار امن و استحکام کے اِن روشن امکانات سے خاطر خواہ استفادہ کرنا اور پاکستان کی ترقی و خوش حالی کو یقینی بنانا موجودہ حکمرانوں کی صلاحیتوں کا امتحان ہے۔ اِس مقصد کے لیے قومی سطح پر موجودہ افتراق و انتشار کا خاتمہ اور اتحاد و یگانگت کا فروغ ناگزیر ہے۔

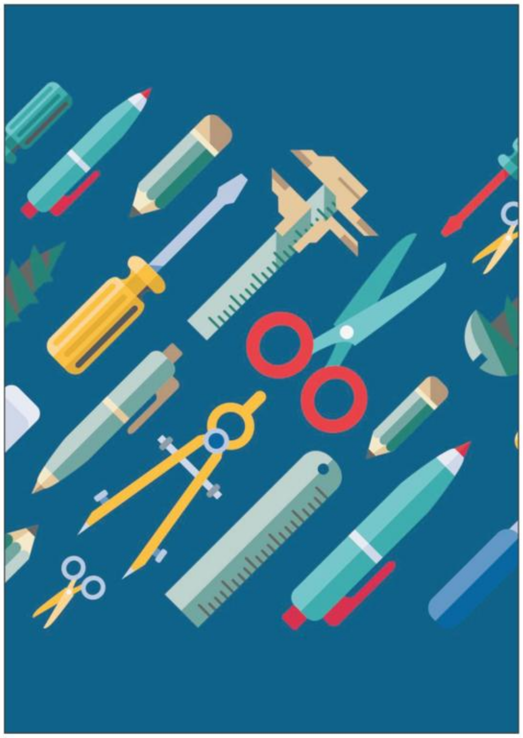

فنی تعلیم و تربیت
ترقی کی ضامن

عزیز سلمان

نوجوان ملک وملت کا مستقبل ہوتے ہیں اور کسی بھی قوم میں نوجوانوں کو قوم کا قیمتی سرمایہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہ دماغی وجسمانی لحاظ سے باقی عمر کے طبقوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ ہمت، جذبہ، ذہانت، قوت ودیگر صلاحیتیں اِن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہیں۔ یہ کٹھن حالات کا جواں مردی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ کسی بھی قوم کی ترقی کی ضمانت نوجوانوں میں مضمر ہے۔ لیکن اِن کی ایک بڑی تعداد نوکری اور روزگار سے محروم ہے جس کی وجہ سے اِن کی تمام تر سوچوں کا محور ومرکز معاش کا حصول ہے۔ پورے معاشرے پر روزگار کے مناسب ذرائع مہیا کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ نوجوان نسل کو خود اپنے اور معاشرے کے لیے مفید فرد بنایا جاسکے۔

بے روزگاری ہمارے ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہمارے نوجوانوں میں ذہانت، قوت اور صلاحیتیں موجود ہیں مگر وہ نوکری اور روزگار سے محروم ہیں۔ بلاشبہ تعلیم انسان کو شعور اور معاشرتی آداب سکھا کر معاشرے میں رہنے کے قابل بناتی ہے جسے حاصل کرنے سے انسان ایک قابل قدر شہری بن جاتا ہے جب کہ فنی تربیت انسان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے اُسے باعزت روزگار کمانے کے قابل بناتی ہیں تاکہ وہ معاشی طور پر خوش حال زندگی بسر کر سکے۔ پبلک سیکٹر (سرکاری شعبہ) صرف چند ہزار اسامیاں تخلیق کرسکتا ہے۔ ملکی معیشت اتنی توانا نہیں اور نہ ہی اِس میں اتنی سکت ہے کہ کروڑوں بے روزگار نوجوانوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے اور سب کو روزگار فراہم کردے۔ بے روزگاری کے مسئلے پر کتنے ہی اجلاس اور سیمینار منعقد کر لیے جائیں اور کتنی ہی تقریریں کر لی جائیں، کوئی دوسرا طریقہ نہیں ڈھونڈا جاسکتا۔ اِس پر قابو پانے کا ایک ہی حل ہے کہ نوجوانوں کو فنی تعلیم وتربیت فراہم کر کے اُنھیں ہنر مند بنادیا جائے۔ فنی تعلیم یافتہ ہنرمند ایک تو کبھی بے روزگار نہیں رہ سکتا اور دوسرا یہ کہ ہنر مندی کی تعلیم سفارت کاری کی دنیا میں ہم آہنگی کی فضا قائم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔
انسان کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر بھی آنا چاہیے تاکہ کسی بھی مشکل وقت میں وہ رزق کما سکے۔ موجودہ دور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ اِس دور کی سب سے بڑی ضرورت فنی مہارت اور صنعتی پیشہ ورانہ تعلیم ہے۔ ہر وہ ملک تیزی سے ترقی کر رہا ہے جس نے فنی مہارت حاصل کی ہے۔ کسی ملک میں فنی ماہرین کی تعداد جس قدر زیادہ ہو، وہ اُتنی ہی تیزی سے ترقی کرتا ہے۔ پاکستان میں فنی تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔ دوسرے ممالک کی نسبت یہاں فنی تعلیم کی طرف کم توجہ دی جاتی ہے۔ چینی زبان میں ایک مثال ہے کہ ''آدمی کو

TEVTA
GOVERNMENT OF THE PUNJAB

مچھلی نہ دو بلکہ اُسے مچھلی پکڑنا سکھاؤ''، اِس سے وہ خود کفیل ہوگا۔ ٹیکنیکل سکل یعنی ہنر ہی وہ کنجی ہے جو کسی بھی فرد کے لیے امکانات کے لاتعداد دروازے کھول دیتی ہے۔ فطری طریقے پر اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کے استعمال کے لیے ضروری ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے اندر ترقی کی پیاس محسوس کرے۔

یورپی ممالک نے برسوں پہلے یہ حل ڈھونڈ لیا تھا اِس لیے وہ معاشی ترقی کی دوڑ میں آگے نکل گئے۔ ہم نے اِسے نظر انداز کیے رکھا، اِس لیے بہت پیچھے رہ گئے۔ کئی دہائیوں تک یہ اہم ترین شعبہ حکومتوں اور حکمرانوں کی نظروں سے اوجھل رہا اور غلط ترجیحات کے باعث ملک بے روزگاری اور غربت کی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمان ہے کہ ''میں کڑیل جوان کو دیکھتا ہوں تو مجھے اچھا لگتا ہے اور جب مجھے کہا جائے کہ اس کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے تو وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے''۔ نیز حضرت محمد ﷺ نے لکڑیاں جمع کر کے بیچنے کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر قرار دیا۔ ہمارے ہاں ہر سال لاکھوں نوجوان بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں لے کر مختلف سرکاری وغیر سرکاری اداروں کے چکر کاٹنا شروع کر دیتے ہیں مگر ہر طرف سے اُنھیں مایوس کن جواب ملتا ہے۔ اتنی بڑی افرادی قوت کو اگر ہم قابلِ تجارت ہنر فراہم کر سکیں تو یہ ہمارے پاس سونے اور تیل سے کہیں بڑا سرمایہ ہے۔ اور اگر اُنھیں وہ ہنر فراہم نہ کر سکے جو اُنھیں روزگار کمانے کے قابل بنا دے تو بے کاری اور فرسٹریشن اُنھیں جرائم یا دہشت گردی کی طرف دھکیل دے گی۔ ہمارے ہاں ٹیکنیکل اور ووکیشنل شعبے کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں رہی۔ صنعت کا ہر سیکٹر غیر ہنرمند لیبر فورس کا رونا رو رہا ہے۔ پیداواری صلاحیت بڑھانے کے لیے ہر فیلڈ میں

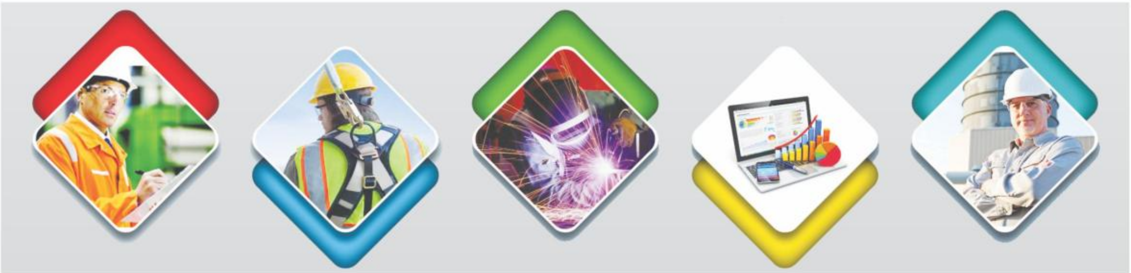

ہنرمندی اور مہارت کی ضرورت ہے یعنی زراعت، تعمیرات، سولر انرجی، صحت، آئی ٹی سے لے کر بیوٹیشن اور کلکنگ وغیرہ تک۔ بلاشبہ مقابلے کے اِس دور میں دنیا کا مقابلہ کرنا ہے تو فنی تعلیم وتربیت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

پاکستان کے سابق صدر جنرل ضیاء الحق جاپان کے ایک سرکاری دورے پر گئے تو اُن کی حیرت انگیز ترقی سے متاثر ہو کر اُنھوں نے جاپانیوں سے اِس کا راز دریافت کیا۔ جاپان کے ترجمان نے بتایا کہ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے دوران کسی وقت چند جاپانی چین اور جاپان کے درمیان طویل سمندری سفر کر کے چین پہنچے۔ چین کے فنی ماہر اُستادوں سے ہنر کی نزاکتیں، باریکیاں اور نفاست سیکھی جدید ٹیکنالوجی مغرب سے حاصل کی۔ دونوں کے امتزاج سے جاپانی ہنرمندی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچے۔

فنی تعلیم کے شعبے کے فروغ اور آگہی کے لیے ایک طویل المدت اور جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اِس کے لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ محض ایک بورڈ تشکیل دینے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ جدید دور کے تقاضوں اور مارکیٹ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تیزی سے ہنرمند افرادی قوت تیار کرنے کے لیے ٹھوس و جامع اقدامات کرے۔ اِس ضمن میں مختلف شعبوں کے ماہرین پر مشتمل ٹیم تشکیل دی جائے جو نجی وسرکاری اداروں کے تعاون سے فنی تعلیم وتربیت کے فروغ کے لیے عملی قدم اُٹھائے۔ تربیت کا معیار بلند کرنے اور اُسے بین الاقوامی سطح تک لانے کے لیے عالمی سطح کے نصاب سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔ تربیت کے پرانے اور دقیانوسی طریقے سے ہٹ کر قابلیت پر مبنی تربیت متعارف کروائی جائے۔ TVET سیکٹر میں عالمی سطح کے اداروں کے ساتھ اشتراکِ عمل شروع ہونا چاہیے کیوں کہ پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت اُسی صورت میں ایک مسابقتی افرادی قوت تشکیل دے سکتی ہے جب وہ صنعتی افرادی قوت کی ڈیمانڈ اور ملکی، علاقائی اور بین الاقوامی محرکات پر بخوبی نظر رکھے۔ قومی سند اُس وقت اپنی افادیت کھو دیتی ہے جب اُس کا حامل گریجویٹ مطلوبہ ہنرمندی کا معیار نہیں رکھتا۔ پاکستان میں بھی نوجوانوں کو جدید علوم، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مارکیٹ کی ضروریات کے مطابق مختلف فنون وشعبہ جات میں تربیت دے کر تیز رفتار ترقی اور خوش حالی کا خواب شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ نوجوان اِس ملک کا قیمتی اثاثہ ہیں وہ بھی ہاتھ سے کام کرنے کو عیب نہ سمجھیں۔ اور ہاتھ سے کام کرنا اللہ تعالیٰ کو اور نبی کریم ﷺ کو بہت پسند ہے۔ ملک کی ترقی بہترین فنی تعلیم وتربیت میں پوشیدہ ہے۔

ای لرننگ

گزشتہ ایک دہائی سے زائد عرصے سے دنیا بھر میں آن لائن تعلیم حاصل کرنے کا عمل بہت مقبول ہو چکا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اِس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ہزاروں میل دور اساتذہ اپنے کمپیوٹر پر بیٹھے انٹرنیٹ کے دوش پر طلبا کی دانش کو جب پَرکھتے ہیں اور ایک خیالی فیلڈ ٹرپ کرواتے ہیں تو لگتا ہے کہ ہم کسی طلسمِ ہوش ربا کا سفر کر رہے ہیں۔

آن لائن لرننگ نے 2012ء میں رفتار پکڑی۔ انٹرنیشنل ایسوسی ایشن فار K-12 آن لائن لرننگ (iNACOL) کے مطابق اِس وقت الیکٹرانک ڈیوائسز کی دستیابی، کوالٹی اور استعمال میں پیش رفت کی وجہ سے تقریباً 20 لاکھ طلبا آن لائن کورسز سے جڑے ہوئے ہیں۔ اِن میں تقریباً 2 لاکھ طلبا کُل وقتی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ فلوریڈا، مشی گن اور دیگر ریاستوں میں تو ورچوئل سکول 1990ء کے اواخر اور 2000ء کے اوائل میں ہی شروع ہو گئے تھے، بعد میں مزید ریاستیں اِس طرزِ تعلیم میں شامل ہوتی چلی گئیں۔

پاکستان کی بات کی جائے تو یہاں بھی انفارمیشن ٹیکنالوجی اور کمیونیکیشن نیٹ ورک کی پیشرفت پر عمدہ توجہ دی جا رہی ہے، خاص طور پر تعلیم کے میدان میں تو بہت کام کیا جا رہا ہے، جس میں انٹرنیٹ، ای گورنمنٹ، ای کامرس اور ٹریننگ کے لیے مواقع فراہم کیے جا رہے ہیں۔

فاصلاتی تعلیم کے فوائد کو مدِنظر رکھتے ہوئے ابتدائی طور پر ٹیچرز نے آن لائن لرننگ کا تجربہ حاصل کیا۔ سب سے پہلا آن لائن کورس پاکستان کے 40 اساتذہ نے اٹینڈ کیا، جو کہ ویب بیسڈ انگلش لینگوئج کورس تھا۔ اس کورس میں سیکنڈری ایجوکیشن پر بہت زور دیا گیا تھا۔ اِس کورس نے اساتذہ کو کمپیوٹرز کے بارے میں سیکھنے میں مدد دی، ساتھ ہی اُنھوں نے یہ بھی سیکھا کہ ٹیچنگ ٹولز کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اِس کورس کے ذریعے سیکھنے سکھانے کے ماحول میں بہت بہتری آئی۔

گزشتہ برس کی ایک رپورٹ کے مطابق ای لرننگ میں پاکستان دنیا کے پانچ بڑے ممالک میں شامل ہو چکا ہے اور قابل اساتذہ کے ذریعے پاکستان کے دور دراز گاؤں دیہات میں جدید ٹیکنالوجی سے مزین سٹوڈیو کلاس روم نیٹ ورک کے ذریعے لیکچرز دینے کے حوالے سے لرننگ سینٹرز کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اِن سینٹرز کا مقصد طالب علموں کی تعلیمی استعداد کو بڑھانا اور اُن کو بہترین تعلیمی سہولیات فراہم کرنا ہے۔ اِس ضمن میں ورچوئل یونیورسٹی پہلا آن لائن ادارہ ہے، جو کافی عرصہ سے طلبا کو گھر بیٹھے تعلیم کی سہولت فراہم کر رہا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی آپ کو آن لائن ایجوکیشن کے حوالے سے کوئی بھی کورس کرنا ہو یا ڈگری حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو ورچوئل یونیورسٹی آپ کو بہترین مدد اور مٹیریل فراہم کرے گی۔ اِس کے علاوہ بھی کئی ایسے ادارے ہیں، جو پاکستان میں آن لائن ایجوکیشن کی مفت سہولتیں مہیا کر رہے ہیں۔

کیا ہماری کوئی منزل بھی ہے؟

پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے 72 سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ہم ابھی تک اپنی حقیقی منزل ''اسلامی نظام کے نفاذ'' اور ''اسلامی فلاحی مملکت کے قیام'' سے کوسوں دور ہیں۔ دوقومی نظریہ، جس کی بنیاد پر ہم نے حضرت قائداعظم کی جرأت مند قیادت میں انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نجات حاصل کی تھی، اُسے ہمارے تعلیمی نصاب اور کتب سے خاموشی کے ساتھ غائب کیا جا رہا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، ایک سازش کے تحت ہمارے نوجوانوں کو دوقومی نظریے، اُس کی اہمیت اور تحریک پاکستان کے مقاصد سے بے بہرہ کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہماری ہر سطح پر نصابی کتب سے اتحاد، اتفاق، جہاد، قربانی، ایثار، حریت، وحدت، ملت، ملی جذبہ، قومی ذمہ داری، مسلم اُمہ، اخلاق، کردار، عزم اور مشن جیسے سنہری الفاظ پر مبنی روشن قندیلیں نہ جانے کس کے اشارے پر بجھائی جا رہی ہیں۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں قومی اتحاد و اتفاق اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے والے مواد کے بجائے انتشار، منافرت اور تعصب پر مبنی مضامین، پروگرام، تبصرے اور رپورٹس مسلسل دیکھنے کو ملتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ محلاتی سازشوں اور اقتدار کی جنگ نے جہاں قوم کے درمیان انتشار اور نفرت کو ہوا دی ہے، وہاں قومی وحدت بھی طوفانوں کی زد میں آئی ہوئی ہے۔ دہشت گردی، فرقہ واریت، تعصب، لسانیت، نفرت اور صوبائی منافرت جیسے طوفانوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہمارے سیاست دان اپنے ذاتی اور سیاسی مفادات حاصل کرنے کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی مسلح افواج کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اُنھوں نے ملک سے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے سخت جدوجہد کی اور عظیم قربانیاں دے کر دہشت گردوں کا سر کچل دیا جس پر پوری قوم اپنی بہادر افواج کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔

لیکن دوسری طرف ہمارے سیاست دانوں نے جمہوریت کے نام پر جمہوریت کو تباہ کرنے کے لیے سیاسی انتشار اور نفرت پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جس سے عالمی سطح پر جمہوریت کے بارے میں پاکستان کی ساکھ بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم نے قائداعظم کے فرمودات کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ ''اتحاد، تنظیم، یقین محکم'' ہماری عملی زندگیوں میں کبھی چھو کر بھی نہیں گزرا۔ ہم قومی معاملات پر متحد ہونے کے بجائے اپنے اپنے مفادات کی ڈفلی بجاتے رہتے ہیں۔ تنظیم کے فوائد جاننے کی کبھی ہم نے کوشش ہی نہیں کی۔ سڑکوں پر چلنے والی ٹریفک اور جگہ جگہ ٹریفک جام ہونے کے مناظر، مضطرب اور مشتعل عوام، یہ دل خراش واقعات روزانہ سب کی نظروں سے گزرتے ہیں۔ قطار میں لگ کر اپنی باری کا انتظار کرنے کو ہمارے عوام اپنی توہین سے کم نہیں گردانتے۔ ہماری تمام تر توجہ میرٹ سے ہٹ کر رشوت اور سفارش کی طرف مرکوز رہتی ہے۔ ہمارے سیاست دان، صاحبانِ اقتدار اور اثر و رسوخ والے افراد اپنے آپ کو تمام قوانین اور ضابطوں سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی دولت، طاقت اور تعلقات کی وجہ سے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اُنھیں قیام پاکستان کے مقاصد کی پروا کیوں کر ہوسکتی ہے!

ماہرین سیاسیات و بین الاقوامی تعلقات اور اقتصادی ماہرین کی متفقہ رائے ہے کہ کوئی قوم بھی اپنے بنیادی نظریے سے ہٹ کر ترقی اور خوش حالی کی شاہراہ پر گام زن نہیں ہوسکتی۔ اِس تناظر میں اگر ہم پاکستان کی موجودہ سیاسی اور اقتصادی صورت حال کا جائزہ لیں تو ہمیں اپنی بدحالی اور پس ماندگی کی وجوہات کا بآسانی پتا چل سکتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مرض معلوم ہونے کے باوجود بھی ہم اُس کا علاج کرنے کے بجائے پرانی ڈگر پر ہی چل رہے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی اِنھی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے قوم کا بچہ بچہ غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا کرب سے چیخ پکار کر رہا ہے جب کہ ہمارے حکمران پرانے قرضوں سے چھٹکارا حاصل کرنے یا اُن کا بوجھ کم کرنے کے بجائے نئے قرضے لے کر معیشت کو مضبوط کرنے کے بلند و بانگ دعوے کرتے نظر آتے ہیں۔

ملک کی مجموعی پیداوار میں کمی، سرمایہ کاری میں جمود، بچتوں میں

کمی، زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی، روپے اور ڈالر کے تبادلے میں اُتار چڑھاؤ، شرح منافع میں کمی اور شرح سود میں اضافے کے ساتھ ساتھ افراطِ زر کی بڑھتی ہوئی خلیج نے ملکی معیشت پر کاری ضرب لگائی ہوئی ہے۔ حکومت کی تمام تر کوششوں کے باوجود اصلاح احوال کا دور دور تک نام و نشان نہیں ہے۔ مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن اور لاقانونیت نے عوام کی زندگیوں کو اجیرن کر رکھا ہے۔ ضروریات زندگی کی اشیا کی قیمتیں اُن کی قوت خرید سے باہر ہوتی جارہی ہیں اور ظلم کی انتہا کہ بجلی، گیس، ڈیزل، پٹرول، مٹی کے تیل کی قیمتوں میں وفاقی بجٹ کے بعد سے آئے دن اضافے عام آدمی پر قیامت ڈھا رہے ہیں۔ ٹیکسوں کے پیچیدہ نظام اور اُن کی شرح میں اضافے کی وجہ سے صنعت و تجارت کی گاڑی رک چکی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مربوط اور جامع پالیسیوں اور معاشی منصوبہ بندی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ آئے دن بدلتی ہوئی حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے کاروباری افراد کا حکومت سے اعتماد اُٹھ چکا ہے۔ یقینا ہماری پالیسیاں دنیا کے طے شدہ ضابطوں اور اُصولوں پر پورا نہیں اُترتیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ پاکستان میں مالی سال 2018-19ء کے دوران 3 وفاقی بجٹ پیش ہوئے۔ یقیناً یہ ایک عالمی ریکارڈ ہے جس پر ہمارے مالیاتی اور اقتصادی ماہرین کا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز میں شامل ہونا چاہیے۔

ہم سیاست اور جمہوریت کے میدان میں بھی نمایاں اور قابل ذکر ریکارڈ رکھتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کا ہر عمل اور فیصلہ ملک کے بہترین مفاد، جمہوریت کی مضبوطی اور عوام کی فلاح و بہبود کا ضامن کہلاتا ہے۔ چاہے عوام اِس پر اعتراض کرے، ہڑتال کرے، احتجاج کرے، دھرنا دے، حکومت کو اِس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اب تو دھرنا سیاست کا حسن کہلاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپوزیشن کے لیے دھرنا جائز اور جب یہی اپوزیشن حکومت میں آ جائے تو پھر اُن کی نظر میں دھرنا 100 فیصد ناجائز ہو جاتا ہے۔ ہمارے اِسی اندازِ سیاست نے جمہوریت اور جمہوری کلچر کو ہمیشہ نقصان پہنچایا۔ ہمارے اِس رویے نے ملک میں اتحاد و اتفاق اور قومی سوچ کی فضا قائم نہیں ہونے دی۔ سیاست میں ہارس ٹریڈنگ کے پیچھے بھی منفی سوچ کی حامل سیاسی قوتوں کا ہی ہاتھ ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ''بلڈوزر'' تجاوزات کو ہٹانے کے بجائے قانون سازی کے مروجہ اُصولوں کو ''بلڈوز'' کرنے کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قومی اسمبلی میں رولز معطل کر کے حکومت نے ریکارڈ مختصر سی مدت میں 9 آرڈیننس سمیت 11 بل منظور کروا لیے اور 3 آرڈیننس کی مدت میں توسیع بھی کروالی۔ اپوزیشن اِس انوکھی قانون سازی پر ایجنڈا کی کاپیاں پھاڑتی اور ''شور شرابا'' کرتی نظر آئی۔ اِس تاریخ ساز بلکہ ریکارڈ ساز قانون سازی کے اگلے ہی روز پاکستان مسلم لیگ نواز قومی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک لے آئی۔ قارئین کے لیے چیئرمین فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) شبر زیدی کا یہ بیان بھی یقیناً حیران کن ہوگا کہ بیرون ملک پیسہ غیر قانونی طریقے سے نہیں گیا اور اب بھی جا رہا ہے اور اُس سے خریدی گئی جائیداد جائز ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ حکومت نے کرتار پور

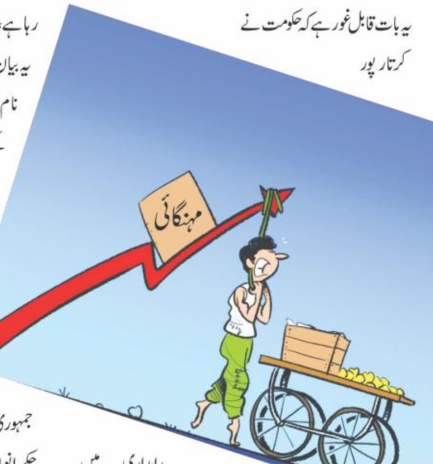

راہداری میں سکھوں کے لیے کئی سہولتوں کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لیے پاسپورٹ کی شرط ختم کرنے کی آفر بھی دی۔ حکومت ذرا حضرت نظام الدین اولیاؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزاروں پر جانے والے پاکستانی زائرین سے ہی پوچھ لیتی کہ اُن کے ساتھ بھارتی حکومت اور اُس کے کارندے کس طرح کا جابرانہ سلوک روا رکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو پوری حکومت عوامی مسائل کو حل کرنے کے بجائے اپنی تمام تر توجہ کرتار پور راہداری کی طرف مبذول کیے ہوئے تھی۔ یہ حیران کن اور دلچسپ حقیقت ہے کہ ہمارے ماحولیاتی اُمور کے ماہرین بھارت کے کاشت کاروں کی طرف سے اپنی فصلوں کو جلائے جانے کو حالیہ فضائی آلودگی کی وجہ قرار دے رہے ہیں جب کہ ہم ابھی تک سموک اور سموگ میں پائے جانے والے فرق کو سمجھنے میں لگے ہوئے ہیں اور اِس پر سیاسی بیان بازی ہو رہی ہے۔ ہماری سیاست کا یہ المیہ ہے کہ ہم اپنے فائدے کے لیے ہر واقعہ اور معاملہ پر سیاست کرتے ہیں جس سے صاف شفاف سیاست کے تمام اُصول اور ضابطے تہس نہس ہو رہے ہیں۔

ڈیل، ڈھیل، این آر او اور یوٹرن جیسے الفاظ ہماری سیاسی کتاب میں شامل ہو چکے ہیں۔ یاد رہے کہ وزیراعظم پاکستان نے اپنی ہر تقریر میں یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ کرپشن کرنے والے سیاست دانوں کو نہ ڈھیل دی جائے گی اور نہ ہی اُن سے کوئی ڈیل کی جائے گی یعنی این آر او کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری طرف اُن کی اپنی کابینہ کے وزیر غلام سرور خان برملا کہہ رہے ہیں کہ نواز شریف کا بیمار ہونا، جیل سے ہسپتال جانا اور پھر ہسپتال سے گھر اور بالآخر ملک سے باہر چلے جانا ڈیل کا نتیجہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سچ کون بول رہا ہے، وفاقی وزیر یا وزیراعظم؟ پاکستانی قوم کو وفاقی وزیر داخلہ کا یہ بیان یاد ہے کہ جس میں اُنھوں نے کہا تھا کہ میاں نواز شریف کا نام ای سی ایل میں نہیں ہے اور پھر 8 نومبر کو ایک درخواست کے ذریعے اُن کا نام ای سی ایل سے خارج کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ ہم حقائق کو کیوں چھپاتے ہیں؟ ہم واقعات کو کیوں توڑتے مروڑتے ہیں؟ ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ سیاست ایک ایسا آئینہ ہے جس میں سیاست دانوں کی تمام تر کارکردگی صاف صاف نظر آ جاتی ہے؟ شاید اِسی لیے ہمارے سیاست دان ہمیشہ اِس سیاسی اور جمہوری آئینے کو دھندلا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کے ''وکھری ٹائپ'' کے اندازِ سیاست نے ہمارے پورے معاشرے پر انتہائی منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے انتشار، بگاڑ، انارکی، منافرت اور فساد کی اصل وجہ بھی ہمارے یہی غیر جمہوری رویے اور اُصول ہی ہیں۔ حقیقت ہے کہ پاکستان کو ترقی یافتہ اور خوش حال ملک بنانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بحیثیت قوم ہم خود ہیں۔ ہم عام انتخابات کے ذریعے ملک و قوم کے خیر خواہ اور دیانت دار افراد کا چناؤ نہیں کرتے۔ دوسری بات اِس ملک کے اوسطاً صرف 30 سے 35 فیصد افراد اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہیں جس سے جمہوریت کا پودا کبھی پروان چڑھ ہی نہیں سکتا۔ اِس حوالے سے ہمارے تمام سیاست دان اور عوام یہ بات یاد رکھیں کہ قیام پاکستان کے مقاصد کو پورا کر کے ہی ہم پاکستان کو ایک ترقی یافتہ، خوش حال اور جمہوری ملک بنا سکتے ہیں۔

بے روزگاری

نوجوانوں کو ڈستا عفریت

حکمرانوں کے ترقی اور معاشی خوش حالی کے بلند و بانگ نعروں کے برعکس روزگار کی منڈی سکڑتی جارہی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ محنت کی منڈی میں داخل ہونے والوں کی تعداد بھی ہر سال بڑھتی چلی جارہی ہے، جس کی بنیادی وجہ پاکستان کی کل آبادی میں نوجوانوں کا ایک بڑا حصہ ہے۔ معاشی ترقی اور کشکول توڑ دینے کی روایتی نعرے بازی حقیقی سماجی حالات سے کسی طور میل نہیں کھاتی۔ بڑھتی ہوئی بے روزگاری پاکستانی سماج کے لیے ایک شدید خطرہ ہے جس کی نشان دہی بہت سے سنجیدہ تجزیہ نگار کررہے ہیں۔ پچھلے کچھ عرصے میں مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹس میں سٹیک ہولڈرز کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر اِس مسئلے کا حل نہ نکالا گیا تو یہ ایک بڑے سماجی دھماکے کی صورت میں منتج سکتا ہے۔ ایک اخباری رپورٹ میں بے روزگار نوجوانوں کی اِس فوج کو ٹائم بم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حکومتی اعداد وشمار کے مطابق پچھلے عرصے میں بے روزگاری میں کمی واقع ہوئی ہے اور ملک میں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں جس سے سب مستفید ہو رہے ہیں۔ سی پیک بقیہ ماندہ مسائل بھی حل کردے گا۔ مگر یہ صورت حال ایک سنجیدہ اور حقیقت پر مبنی تجزیے کا تقاضا کرتی ہے کیوں کہ مستقبل سے مایوس اِن کروڑوں نوجوانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے کو ہے اور آنے والے وقت میں یہ نوجوان پاکستان میں اُبھرنے والی تحریکوں میں فیصلہ کن کردار ادا کریں گے جس کی ایک واضح جھلک امریکا، برطانیہ اور فرانس کے حالیہ انتخابات میں نظر آئی۔

حکومتی اعداد وشمار کا گورکھ دھندا

تیسری دنیا کے کسی بھی ملک کی طرح پاکستان میں بھی کسی معاملے پر درست اعداد وشمار تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور حکومتی اعداد وشمار عموماً جھوٹ کا پلندا ہوتے ہیں۔ پاکستانی ریاست بھی اِس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں اور اپنی تاریخی نااہلی کو چھپانے کے لیے حقائق اور اعداد وشمار کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اِس کا وتیرہ ہے۔ ہر دو سال بعد

> بے روزگاری ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جو غریب اور ترقی پذیر ممالک تو کیا کسی ترقی یافتہ معاشرے کو بھی تہ و بالا کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل ترقی یافتہ ممالک میں بھی روزگار کے مسائل پیدا ہونے کی وجہ سے گزشتہ کچھ سالوں سے امریکا، برطانیہ اور جرمنی وغیرہ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں بھی تخریب کاری اور دہشت گردی کی عفریت نے سر اُٹھایا ہوا ہے اور وہاں تخریب کاری اور دہشت گردی کے واقعات دیکھنے میں آرہے ہیں جب کہ دہشت گردی میں ملوث افراد کی اکثریت تعلیم یافتہ، قابل اور ہنر مند نوجوانوں کی ہے۔ اِس لیے اگر آج کے ترقی یافتہ معاشروں کی یہ حالت ہے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کہاں کھڑا ہے کیوں کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بے روزگاری کے مسئلہ سے نمٹنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی نظر نہیں آرہی کہ ہم نے اپنی نوجوان نسل کے مستقبل کے لیے کیا سوچا ہوا ہے یا اِس کے سدباب کے لیے کیا منصوبہ بندی کی ہوئی ہے

پاکستان کے فیڈرل بیورو آف سٹیٹیٹکس (وفاقی ادارہ شماریات) کی جانب سے ''لیبر فورس سروے'' کیا جاتا ہے جس کا مقصد منصوبہ بندی اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے درست اعداد وشمار اکٹھا کرنا ہوتا ہے تاکہ ایک مربوط ریاستی پالیسی مرتب دی جاسکے۔ مگر اِس سب کا اصل مقصد مسائل کو اُن کے حقیقی قدوقامت سے کئی گنا چھوٹا دکھانا ہوتا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے مطابق پاکستان کی کم وبیش 21 کروڑ آبادی میں سے 60 فیصد آبادی کی عمر 15 سے 64 سال کے درمیان ہے جو کہ بطور کام کرنے کے قابل آبادی کا سب سے اہم حصہ ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ قریباً 20 فیصد آبادی کی عمر 15 سے 24 سال کے درمیان ہے۔ کل آبادی کا قریباً ایک تہائی حصہ (63 ملین) لیبر فورس پر مبنی ہے جس میں عالمی قوانین اور معیار کے برعکس 15 سال یا اِس سے زائد عمر کے افراد کے بجائے 10 سال اور اِس سے زائد عمر کے افراد کو لیبر فورس کا حصہ بتایا گیا ہے۔ مزید یہ کہ 2012ء سے اب تک 13 لاکھ افراد لیبر فورس کا حصہ بنے ہیں۔ ان سب اندازوں کے مطابق اِس وقت بے روزگاری کی شرح 5.94 فیصد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کام کرنے کے قابل عمر کے کل افراد میں سے صرف 36 لاکھ کے قریب افراد بے روزگار ہیں۔ 2012-13ء میں بے روزگاری کی شرح 6.2 فیصد تھی جو کہ کم ہو کر 2014-15ء میں 5.9 فیصد پر آ گئی۔ اِن اعداد وشمار کے مطابق تو پاکستان ایک جنت نظیر ملک ہے اور یہاں کے باسی ایک مثالی زندگی گزار رہے ہیں جس کا یورپ اور امریکا میں رہنے والے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مگر پاکستان میں زندگی گزارنے والا کوئی بھی ذی شعور ان اعداد وشمار کو ہضم نہیں کر سکتا جس کی زندگی ایک عذاب مسلسل ہے۔ یہاں تک کہ سنجیدہ اخبارات اور تجزیہ نگار بھی اِن اعداد وشمار کو قبول کرنے کو

پاکستان میں توانائی کے بحران اور اوپر سے بجلی اور گیس کی قیمتوں میں بار بار اضافے سے بھی برآمدات میں کمی اور درآمدات میں ریکارڈ اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اِس کے سب سے زیادہ منفی اثرات ٹیکسٹائل کی صنعت پر پڑے۔ اِس حوالے سے وفاقی حکومت کا یہ اقدام نہایت حوصلہ افزا ہے کہ مجوزہ ٹیکسٹائل پالیسی میں انڈسٹری کا دیرینہ مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے آئندہ پانچ سال کے لیے بجلی کے نرخ 7.5 سینٹ فی کلوواٹ فی گھنٹا اور آر ایل این جی کے نرخ 6.5 ڈالر فی ایم ایم بی ٹی یو مقرر کیے گئے ہیں۔ اِس سے یقیناً بے روزگاری کم کرنے میں بھی مدد ملے گی کیوں کہ اِس انڈسٹری سے لاکھوں لوگوں کا روزگار وابستہ ہے۔

تیار نہیں کیوں کہ حقیقت اِس کے برعکس ہی نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب ہے کہ کئی گنا زیادہ بھیانک ہے۔ آیئے اِن اعداد وشمار کا پردہ چاک کرنے اور حقیقت کو سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حقیقی اعداد وشمار کی عدم موجودگی میں ہمیں مختلف عالمی تنظیموں اور اداروں بالخصوص اقوام متحدہ، ورلڈ بینک اور دیگر غیر سرکاری تنظیموں کی جانب سے دیے گئے اعداد وشمار اور حقائق کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے برعکس انتہائی محتاط اندازوں کے مطابق پاکستان کی کل آبادی کا قریباً نصف یعنی 10 کروڑ لیبر فورس کا حصہ ہے۔ سرکاری ریکارڈ کے مطابق 15 سے 64 سال کے افراد کل آبادی کا ساٹھ فیصد ہیں، اِس لحاظ سے کل لیبر فورس ساڑھے گیارہ کروڑ سے زائد بنتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں 2 کروڑ کے قریب بچے چائلڈ لیبر کا شکار ہیں جن کی عمر 10 سال سے بھی کم ہے۔ صرف اسی ایک فیکٹر کی تبدیلی سے اوپر دیے گئے تمام کے تمام اعداد وشمار غلط ثابت ہوجاتے ہیں کیوں کہ اسی کی بنیاد پر بقیہ فیکٹرز کا حساب لگایا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ پاپولیشن فنڈ کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق کل اکیس کروڑ آبادی کا 63 فیصد نوجوانوں پر مشتمل ہے (جن میں طلبا اور محنت کش نوجوان دونوں شامل ہیں)۔ اِس 63 فیصد میں سے قریباً 5 کروڑ 85 لاکھ کی عمر 20 اور 24 سال کے درمیان ہے۔ اگر آبادی کے اِس حصے کو بھی اِس میں شامل کرلیا جائے جس کی عمر 15 اور 19 سال کے درمیان ہے تو کل آبادی کا نصف حقیقی معنوں میں نوجوانوں پر مشتمل ہے جب کہ حکومت کے مطابق صرف 20 فیصد آبادی 15 سے 24 سال پر مشتمل ہے۔

اب آتے ہیں بے روزگاری کے اعداد وشمار کی طرف۔ سب سے پہلے تو اگر لیبر فورس کے حقیقی حجم اور حکومت کی جانب سے دی گئی بے روزگاری کی شرح کو سامنے رکھ کر حساب لگایا جائے تو 36 لاکھ بے روزگار افراد کا عدد بھی انتہائی غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس حساب سے پاکستان میں بے روزگار افراد کی تعداد 70 لاکھ کے لگ بھگ بنتی ہے جو کہ ابھی بھی حقیقت سے بہت دور ہے۔ مختلف اخباری اندازوں کے مطابق پاکستان میں بے روزگاری کی شرح 8 اور 9 فیصد کے درمیان ہے جب کہ یونیسکو کی ایک رپورٹ کے مطابق غیر ہنرمند نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح 8.2 فیصد ہے۔ حکومتی طریقہ کار کے مطابق بے روزگار افراد کل لیبر فورس کا وہ حصہ ہیں جو کہ تن دہی سے روزگار تلاش کر رہے ہیں مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ حکومتی ادارے کس طریقے سے اِس حصے کا تعین کرتے ہیں جو روزگار کا متلاشی ہے، خاص طور پر ایک ایسی ریاست جس کے ادارے انتہائی کمزور اور جہاں اعداد وشمار کو جمع کرنے کے حوالے سے انتہائی غیر سنجیدہ رویہ پایا جاتا ہو۔ اِس لیے یہ سب اعداد وشمار حقیقت کی درست عکاسی کرنے سے قاصر ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ریاست کے پاس درست ریکارڈ بھی موجود نہیں۔ غیر سرکاری اندازوں کے مطابق پاکستان میں نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح 50 فیصد سے بھی زائد ہے جو کہ ایک بہت بڑی تعداد بنتی ہے۔ مزید برآں جس قسم کا روزگار محنت کی منڈی میں میسر ہے وہ ایک بالکل الگ کہانی ہے۔ ایک اور اہم نکتہ پڑھے لکھے بے روزگار افراد بالخصوص گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ ڈگری ہولڈرز کی ایک بڑی تعداد ہے۔

گہرا ہوتا معاشی بحران

یوں تو سرمایہ دارانہ نظام کے تقاضوں کے مطابق کام کرنے کے قابل افراد کے ایک قابل ذکر حصے کو بے روزگار رکھنا اُجرتوں کو کم رکھنے کے لیے لازمی ہے لیکن دنیا بھر میں ہم انتہاؤں کو چھوتی بے روزگاری کے جس مظہر کا نظارہ کر رہے ہیں اِس کا آبادی کے اِس بے روزگار حصے سے کوئی لینا دینا نہیں۔ انتہاؤں کو چھوتی یہ بے روزگاری اور اِس کے نتیجے میں مسلسل گراوٹ کا شکار معیار زندگی، سرمایہ داری کے بطور عالمی سماجی ومعاشی نظام کے تاریخی نامیاتی بحران کا نتیجہ ہے، جو کہ دس سال سے زائد گزر جانے کے باوجود اِس بحران سے نہیں نکل سکا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بحران مزید گہرا ہوتا جا رہا ہے اور اب ایک نئے عالمی معاشی بحران کی پیش گوئی کی جا رہی ہے جو کہ 2008ء کے بحران سے بھی بھیانک اثرات مرتب کرے گا۔ پاکستان بطور اِس عالمی معیشت کے ایک جزو کے اِس بحران سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ پچھلے ایک لمبے عرصے سے عوام کو اِس بحران کا خمیازہ ٹیکسوں میں مسلسل اضافے، حقیقی اُجرتوں میں کمی، تعلیم اور صحت سمیت دوسرے اداروں کی نج کاری اور ملکی وغیر ملکی قرضوں کے حجم میں ریکارڈ اضافے کی صورت میں بھگتنا پڑا ہے جس کے نتیجے میں غربت کے ساتھ ساتھ بے روزگاری میں بھی بے تحاشا اضافہ ہوا ہے۔ معاشی خوش حالی کے دعووں کے برعکس کوئی ایک بھی بنیادی مسئلہ حل نہیں ہوسکا۔ اکانومسٹ میں شائع ہونے والے ایک آرٹیکل کے مطابق بڑھتے ہوئے مالیاتی خسارے، درآمدات میں اضافے اور برآمدات میں ریکارڈ کمی اور بیرون ملک ترسیلات زر میں کمی سے پاکستان کی معیشت شدید مشکلات کا شکار ہونے کی طرف جائے گی۔ اِس آرٹیکل میں مختلف معیشت دانوں نے یہ پیش گوئی کی کہ 2018ء کے آخر تک پاکستان کو ایک بار پھر آئی ایم ایف سے رجوع کرنا پڑے گا اور ایسا ہی ہوا کہ حکومت 2019ء میں آئی ایم ایف کے پاس چلی گئی۔ مگر حالات کسی اور طرف ہی اشارہ کر رہے ہیں۔ حالیہ رپورٹس کے مطابق پاکستان کا تجارتی اور کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ بڑھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیرون ملک ترسیلات زر جو کہ

حکومتی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے، میں مسلسل کمی واقع ہو رہی ہے۔ اِس سب سے نبٹنے کے لیے حکومت مزید قرضے لینے کی طرف جائے گی جس کا خمیازہ عام عوام کو بھگتنا پڑے گا۔ ٹیکسوں میں مزید اضافہ کیا جائے گا اور نج کاری کے بدترین حملے کیے جائیں گے۔ نتیجتاً غربت اور بے روزگاری میں مزید اضافہ ہوگا اور روزگار کی منڈی مزید سکڑنے کی طرف جائے گی۔

پڑھے لکھے بے روزگاروں کی فوج

عمومی طور پر غیر ہنرمند اور ناخواندہ بے روزگار افراد کی بے روزگاری کا ذمہ دار اُن کے اَن پڑھ ہونے کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ مگر پاکستان میں پڑھے لکھے بالخصوص گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ بے روزگاروں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ایک اندازے کی مطابق اِس وقت بے روزگاری کی سب سے بلند شرح گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ ڈگری ہولڈر نوجوانوں کی ہے اور ہر دوسرا ڈگری ہولڈر بے روزگار ہے یا انتہائی کم اُجرت پر کام کرنے پر مجبور ہے۔ نوجوان لاکھوں روپے خرچ کر کے ڈگریاں حاصل کرنے کے باوجود بھی روزگار کی تلاش میں دربدر ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ اِس لیے یہ دلیل کہ چوں کہ ایک فرد اَن پڑھ ہے اِس لیے بے روزگار ہے، ایک بھونڈی دلیل بن جاتی ہے۔ مگر گریجوایٹ بے روزگاروں کے مسئلے کو بھی ہمیں طبقاتی بنیادوں پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ان بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد درمیانے طبقے کی نچلی پرتوں سے تعلق رکھتی ہے جن کے والدین نے جیسے تیسے کر کے اپنے بچوں کو پڑھا تو لیا مگر اب نوکری دلوانے کی سکت نہیں رکھتے۔ مگر اِس کے برعکس مہنگے تعلیمی اداروں سے ڈگریاں لے کر نکلنے والوں کو اِن مسائل کی گرد بھی نہیں چھوتی۔ اِن نوجوانوں کی تعداد بہت کم اور اُن کا تعلق درمیانے طبقے کی اوپری پرتوں یا حکمران طبقے سے ہوتا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ طبقاتی تعلیمی نظام اور تعلیم کا کاروبار بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کو بنیاد بناتے ہوئے فری مارکیٹ اکانومی کے حامی اور سرمایہ داروں کے ایجنٹ اِن گریجوایٹ ڈگری ہولڈرز کو ہی موردالزام ٹھہراتے ہیں کہ اِن نوجوانوں نے مارکیٹ کی ڈیمانڈ کے مطابق ڈگری حاصل نہیں کی۔ فلاں ڈگری حاصل کرتے تو بے روزگار نہ بیٹھے ہوتے۔ یا یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ ڈگری حاصل کرنے کے باوجود یہ مارکیٹ کی ضرورت کے مطابق ''سکلڈ'' نہیں ہیں اور اِن کو مزید یہ یہ اور یہ سرٹیفکیشنز حاصل کرنا ہوں گی تاکہ روزگار کے حصول میں کامیابی کا چانس بڑھ سکے۔ ہم اُن سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ نصاب جو تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا ہے کس کا بنایا ہوا اور منظور کردہ ہے اور اِس کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟ ہم یہ بھی پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر یہ یونیورسٹیاں بوسیدہ تعلیم دے رہی ہیں تو کس کی اجازت سے یہ اپنی لوٹ مار جاری رکھے ہوئے ہیں؟ اور آخر میں یہ بھی پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا فرسٹ ورلڈ جہاں نصاب جدید تقاضوں کے عین مطابق ہے وہاں روزگار کا مسئلہ حل کر لیا گیا ہے؟

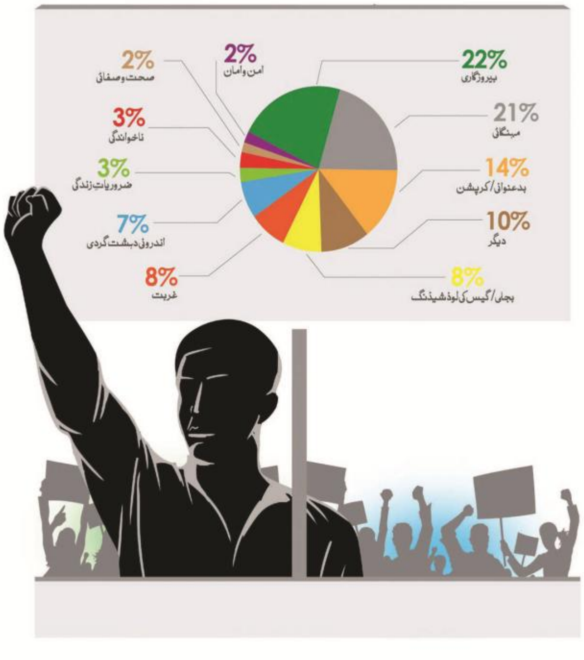

اِس کے ساتھ جس قسم کا روزگار محنت کی منڈی میں میسر ہے، اُس پر بات کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ وہ ڈگری ہولڈرز جو خوش قسمتی سے روزگار حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اُن کی ایک بڑی اکثریت انتہائی معمولی اُجرتوں پر کام کرنے پر مجبور ہے اور یہ اجرتیں بڑھنے کے بجائے کم ہوتی جا رہی ہیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ کسی بھی قسم کی دوسری مراعات تو دور کی بات روزگار کی گارنٹی بھی موجود نہیں جس کے باعث اِن نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ہمہ وقت ذہنی دباؤ کا شکار رہتی ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اِن گریجوایٹ ڈگری ہولڈرز کی بڑی تعداد ایسے کام کرنے پر مجبور ہے جو کہ اُن کی تعلیمی قابلیت سے میل نہیں کھاتے۔

بے روزگاری کے سماجی اثرات

محکمہ انسداد دہشت گردی سندھ کی ایک رپورٹ کے مطابق پڑھے لکھے نوجوان خصوصاً یونیورسٹی گریجوایٹس دہشت گردی کی کاروائیوں میں ملوث پائے گئے ہیں اور اِس کے ساتھ ساتھ دہشت گرد تنظیموں کو بھرتیوں کے لیے یونیورسٹی گریجوایٹس میں زرخیز اور وسیع میدان میسر ہے۔ یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ متمول گھرانوں سے تعلق رکھنے والے اور مشہور و معروف یونیورسٹیوں کے یہ گریجوایٹس دہشت گرد تنظیموں کے ہتھے کیوں چڑھ رہے ہیں؟ اِس کی جڑیں جہاں ریاست کی دہشت گردی کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے لیے بنائی گئی پالیسیاں اور تعلیمی اداروں میں پڑھایا جانے والا نصاب ہے تو دوسری طرف ڈالر جہاد کے ساتھ پروان چڑھنے والی کالی معیشت اور اُس سے جنم لینے والی ثقافت اور نفسیات ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اوپر دیے گئے بے روزگاری کے اعداد و شمار بھی اِس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ مستقبل سے مایوس یہ نوجوان کیوں کر دہشت گرد تنظیموں کے ہتھے چڑھتے جا رہے ہیں۔ ریاستی پشت پناہی سے کام کرنے والی یہ دہشت گرد تنظیمیں اور ہر گلی محلے میں اُن کی موجودگی اور بیرونی سامراجی طاقتوں سے ملنے والے ڈالروں کے ساتھ ساتھ منشیات، سمگلنگ، بھتا خوری اور اغوا برائے تاوان سے اکٹھی ہونے والی بے شمار دولت، منافرت پر مبنی لٹریچر اِس سب کی موجودگی میں بھلا کون سی رکاوٹ رہ جاتی ہے جو اِن نوجوانوں کو اِن موت کے سوداگروں کے ہتھے چڑھنے سے روک سکتی ہے۔ تاریک مستقبل

اور معاشی بحران کے سبب پھیلی مایوسی ہی اِس کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ زندگی میں مایوسی اور اندھیرا ہو، کوئی اُمید نظر نہ آ رہی ہو تبھی اخروی زندگی کا نعرہ پر کشش لگتا ہے۔ کالی معیشت سے جنم لینے والی راتوں رات امیر بننے کی نفسیات اور روزگار کے کم ہوتے مواقع جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔ کالی معیشت جس حد تک اِس ریاست کے ہر شعبے میں سرایت کر چکی ہے، ریاستی پالیسیوں میں کسی جوہری تبدیلی سے ہی اِس سے جان چھڑوائی جاسکتی ہے۔ معیشت کا گہرا ہوتا بحران، ریاست کے مختلف دھڑوں کی لوٹ کے مال میں حصے کے لیے شدید ہوتی لڑائیاں، سامراجی مداخلت، دہشت گردی کی ریاستی پالیسی، اسی ریاست کی پالی ہوئی رجعتی قوتیں یہ سب اِس سماج کو بربادی کی طرف لے کر جاسکتی ہیں۔ محنت کشوں اور طلبا کی ایک تحریک ہی ان کو شکست سے دوچار کرسکتی ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ جو لوگ اِن رجعتی قوتوں کا شکار بننے سے بچ جاتے ہیں، وہ منشیات کی دلدل میں اتر جاتے ہیں۔ روز بروز بڑھتی ہوئی ذہنی بیماریاں، ڈپریشن دراصل اِس نظام کے بحران کا سماجی اظہار ہے۔

واحد حل؛ سوشلسٹ منصوبہ بند معیشت

بے روزگاری سمیت غربت، مہنگائی، لاعلاجی، سماجی انتشار، دہشت گردی، خانہ جنگیوں اور دیگر بے تحاشا مسائل کا حل موجودہ معاشی نظام کی حدود کے اندر ممکن نہیں۔ متوسط طبقے کی حکومت ہی اِن مسائل سے نجات دلاسکتی ہے۔ ہمیں ایک منصوبہ بند معیشت کی ضرورت ہے جس میں پیداوار کا مقصد منافع کا حصول نہیں بلکہ انسانی ضروریات کی تکمیل ہوگا اور جس میں ہر انسان کو ایک انسانی زندگی گزارنے کے یکساں مواقع مہیا ہوں۔ روس میں سوشلسٹ انقلاب کے بعد بے روزگاری کو جرم قرار دیا گیا تھا اور ہر کام کرنے کے قابل شخص کے لیے روزگار مہیا کیا گیا تھا۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہر شخص کے لیے اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے بھرپور مواقع فراہم کیے گئے۔ مارکیٹ کی ضرورت کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کے بجائے اپنی ذہنی میلان اور رجحان کے مطابق تعلیم کے حصول کو ممکن بنایا گیا۔ ہمیں ایک ایسے ہی ماڈل کی ضرورت ہے۔

بے روزگاری ختم کرنے کا لائحہ عمل

بے روزگاری اور غربت پر قابو پانے کے لیے مرغیوں، بھیڑ، بکریوں اور گائے، بھینسوں کی تقسیم کے احسن عمل اور افادیت سے انکار نہیں، لیکن جہاں ملک کی مجموعی آبادی کا 28 فیصد سے زیادہ حصہ بے روزگار اور خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہو، وہاں جانور تقسیم کرنے کا اقدام شاید غربت ختم کرنے کے لیے کافی وشافی

ثابت نہیں ہوسکے گا۔ اس قدر بے روزگاری کا سودمند ترین علاج یہ ہے کہ ملک میں صنعتی یونٹوں کا جال بچھا دیا جائے، اُنھیں پیداواری عمل میں رواں دواں رکھنے کے لیے بجلی و گیس اور پٹرولیم مصنوعات سمیت مطلوبہ سہولتوں کی سستے داموں اور مسلسل فراہمی کو یقینی بنایا جائے، بیرونی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے اندرون ملک ماحول سازگار بنایا جائے، ملک کے اندر سیاسی و طبقاتی گروہ بندیوں اور لڑائی جھگڑوں سے اجتناب کیا جائے، وزیروں، مشیروں کی طرف سے ہمہ وقت سابقہ حکمرانوں کو لعن طعن کرنے، الزامات اور گالی گلوچ کی زہریلی بارش برسانے کے بجائے محبت کی مہک عام کی جائے، سب کو ساتھ لے کر چلنے کو ترجیح دی جائے، بے روزگاری اور غربت کم و بیش ہر حکومت کے چیلنج بنی رہی ہے۔ متعلقہ ہر حکومت نے اپنی سوچ، فکر، صلاحیتوں اور دستیاب وسائل کے مطابق اِس چیلنج کا مقابلہ کرنے اور اِسے مات دینے کی کوشش کی ہے۔

سابقہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے بے روزگار افراد کو کم شرح سود پر قرض فراہم کیا، آسان ترین شرائط پر پک اَپ گاڑیاں اور لوڈر فراہم کیں۔ اِس تجربے سے اُنھوں نے یہ سیکھا کہ بے روزگاری اور غربت پر قابو پانے کے لیے صنعت کاری کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ سینکڑوں مرغیاں، گائے، بھینسیں غربت ختم کرنے میں اُس قدر کام نہیں کرسکیں گی، جتنا کسی علاقے میں ایک صنعتی یونٹ لگانے سے ہو

سکتا ہے، چناں چہ اُنھوں نے پختہ سڑکوں کا جال بچھایا، میگا پراجیکٹ شروع کیے، صنعت کے لیے مطلوبہ استعداد کے مطابق بجلی پیدا کرنے کے منصوبے لگائے، کھیت سے منڈی تک اور دیہات کو بڑے شہروں سے ملانے کا بندوبست کیا...... پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہنگامی بنیادوں پر میگا پراجیکٹس بھی شروع کرا دیے۔ لاہور میں سڑکوں پر ہمہ وقت ٹریفک کا اژدہام رہتا تھا، وہاں میٹرو بس چلائی۔ جہاں گھنٹوں ٹریفک جام رہتا تھا، وہاں میٹرو چلنے سے منٹوں میں منزل مقصود پر پہنچنے کا اہتمام ہوگیا۔ میٹرو کا ٹریک بچھانے اور بسوں کو رواں دواں رکھنے کے لیے مزدوروں، ٹیکنیکل سٹاف اور دوسرے عملے کے ہزاروں افراد کو روزگار مہیا ہو رہا ہے۔ دوسرا اہم ترین پراجیکٹ اورنج لائن ٹرین کا ہے۔ ہزاروں افراد کی دن رات کی محنت سے یہ منصوبہ تیزی سے تکمیل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اِن سے بڑا منصوبہ سی پیک ہے، جس سے روزگار کے مواقع پیدا ہونے اور بڑھنے کے ساتھ ساتھ ملکی معیشت پر نہایت خوش گوار اثرات مرتب ہوں گے۔ موجودہ حکومت، بالخصوص وزیراعظم عمران خان کو چاہیے کہ زیر تکمیل میگا پراجیکٹس کی ذاتی طور پر نگرانی کریں، تاکہ پاکستان کے معاشی حالات میں جلد از جلد جان دار تبدیلی آسکے اور آئی ایم ایف سے قرض کے بدلے اِس کے تعینات کرائے گئے معاشی ماہرین سے نجات حاصل ہوسکے۔

اِس امر کی اشد ضرورت ہے کہ پاکستانی ماہرین کی سوچ سے مارک اپ کی شرح کو دوبارہ سنگل ڈجٹ پر لایا اور کاروباری مقاصد کے لیے سرمائے کا حصول ممکن بنایا جائے۔ صنعت کا پہیہ تیز رکھنے کے سستے داموں وافر بجلی کا حصول بہت ضروری ہے۔ سابقہ چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس ثاقب نثار نے صنعت کے لیے سستی بجلی اور زرعی شعبے کے لیے پانی کی فراہمی کے کالاباغ ڈیم منصوبے کو سرد خانے سے نکالنے اور اِسے تعمیر کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ بعض سیاست دانوں کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، چناں چہ سابق چیف جسٹس نے کالاباغ ڈیم سے دست کش ہو کر بھاشا اور مہمند ڈیموں پر کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے اُنھوں نے دن رات ایک کرکے فنڈز اکٹھے کیے۔ وزیراعظم پاکستان عمران خان سے درخواست ہے کہ فنڈز کے عطیات سے عوام کو آگاہی کا اہتمام کریں اور کسی ایک ڈیم پر کام شروع کرائیں، تاکہ کاروباری طبقے اور عوام کو اُمید کی روشنی مہیا ہو سکے۔ یہی وہ راستے ہیں، جن پر چل کر ملک میں بے روزگاری اور غربت پر قابو پایا جاسکے گا۔

لیلیٰ خالد

دنیا کی پہلی خاتون ہائی جیکر

اِس دور میں ابھی بھی کچھ کاموں کو خواتین کے لیے بہت مشکل سمجھا جاتا ہے لیکن ماضی میں بہت سی ایسی خواتین تھیں جنھوں نے بہت دلیری سے کچھ کام سر انجام دیے ہیں۔ اِن بہادر خواتین میں فلسطینی خاتون ''لیلیٰ خالد'' کا شمار بھی ہوتا ہے۔ اِس خاتون نے ایک نہیں بلکہ دو بار جہاز ہائی جیک کیا ہے اور اِس کے لیے اُس نے پلاسٹک سرجری بھی کروائی تھی۔ سننے میں تو یہ ایک فلمی کہانی لگتی ہے لیکن یہ ایک سچی کہانی ہے۔ لیلیٰ خالد نے بچپن میں فلسطین کی تحریک آزادی میں شمولیت اختیار کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک متحرک کارکن بن کر سامنے آئی۔ لیلیٰ اور اُن کے ساتھیوں نے 1968ء سے 1971ء کے عرصے میں 4 جہاز اغوا کیے تھے۔ فلسطین لبریشن فرنٹ میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد لیلیٰ خالد نے پہلا جہاز 29 اگست 1969ء کو اغوا کیا۔ یہ بوئنگ 707 جہاز جو اٹلی سے اسرائیل کے دارلحکومت تل ابیب جا رہا تھا۔ اُن کے پاس یہ اطلاع تھی کہ اِس جہاز میں وزیراعظم اضحاک رابن بھی موجود ہیں۔ جیسے ہی جہاز ایشیا کی فضائی حدود میں داخل ہوا، ایک نقاب پوش خاتون نے جہاز کو اپنے کنٹرول میں لے لیا اور پھر پائلٹ کو حکم دیا کہ فلسطینی شہر حیفہ کے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے جہاز کا رُخ دمشق کی طرف موڑ دو، کیوں کہ دمشق جانے سے پہلے میں اپنی جائے پیدائش، وطن مالوف حیفہ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ خاتون اور اُس کے ساتھی بموں سے مسلح تھے۔ پائلٹ نے حکم کی تعمیل کی اور یوں جہاز دمشق میں اُتار لیا گیا۔

اُس سے اگلے سال 6 ستمبر 1970ء کو اُس نے

اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر ایمسٹرڈیم سے نیویارک جانے والی پرواز کو ہائی جیک کرنے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ اِس طیارے کو برطانیہ کے ایک ائیرپورٹ پر اُتار لیا گیا اور لیلیٰ کے ایک ساتھی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جب کہ اُسے گرفتار کر لیا گیا۔ ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ فلسطینی جان بازوں نے ایک اور طیارہ اغوا کر کے مسافروں کو یرغمال بنا لیا۔ مذاکرات میں لیلیٰ خالد کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ یوں اُن کو قید سے رہائی ملی۔

اپنی خودنوشت سوانح عمری My People Shall Live میں اُنھوں نے اپنی کہانی لکھی ہے۔ یہ دل کو دہلا دینے والی کہانی ہے۔ یہ کتاب 1973ء میں شائع ہوئی جب کہ لیلیٰ خالد کی زندگی پر فلم 2005ء میں بنی۔ فلم کا نام Leila Khalid Hijacker ہے اور اِس کو ایمسٹرڈیم کے فلمی میلے میں بڑی پذیرائی ملی۔

مسافروں کو یرغمال بنا کر فلسطین کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔ پوری دنیا کی توجہ فلسطینیوں پر صیہونی مظالم کی طرف مبذول ہوئی۔ مذاکرات کے بعد اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں کی رہائی اور ہائی جیکروں کی بحفاظت واپسی کی شرائط پر تمام یرغمالیوں کو رہا کر دیا گیا۔ لیلیٰ عالم اسلام کی آنکھ کا تارا بن گئی۔ اُن کی تصویروں کو اتنی شہرت ملی جو اِس سے پہلے کسی مسلمان خاتون کو نہیں ملی تھی۔ مقبولیت کا یہ حال تھا کہ یورپ میں رہنے والی لڑکیوں نے اِس کا ہیئر سٹائل، سکارف پہنے کا انداز اور لیلیٰ جو انگوٹھی پہنتی تھی سب فیشن کی دنیا میں مقبول ہونے لگے۔ پہلی مرتبہ ہائی جیک کرنے کے بعد اُس نے چھ بار پلاسٹک سرجری کروائی اور اپنی صورت مکمل طور پر تبدیل کروالی۔

JAHANGIR'S
World Times
PUBLICATIONS

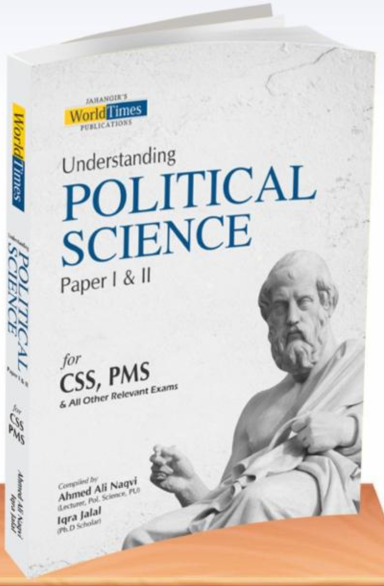

Highlights

- Western & Muslim Political Thoughts
- Political Concept (Western & Islamic)
- Comparative Politics
- Political Institutions & Role of Government
- Forms of Government
- Political Ideologies
- Local Self-government
- Global and Regional Integration
- Political Movements in India
- Government & Politics in Pakistan
- International Relations

...& much more

Revised & Updated Edition

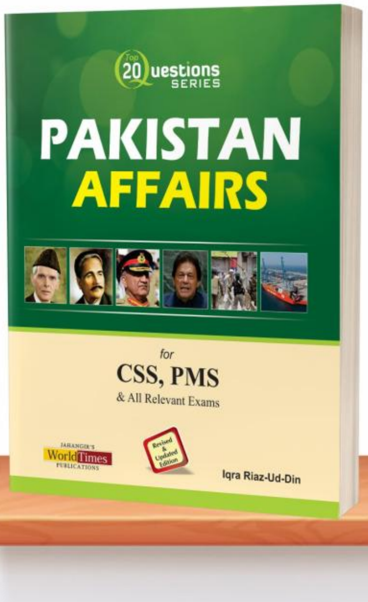

Highlights

- Top 20 Questions Series Evolution of Muslim Society
- Geo-strategic & Geopolitical Aspects of Pakistan
- Nuclear Programme of Pakistan
- Ethnicity & National Integration
- Pakistan - US Relations
- Challenges to the Sovereignty of Pakistan
- Kashmir Issue
- Economy of Pakistan
- Political Instability in Pakistan

... much more

Available at:

Lahore	Rawalpindi	Multan	Karachi	Hyderabad
37220879	5539609	0335-9426777	32765086	2780128

ایک نئے سیاسی نظریے کی ضرورت

انجینئر سرفراز نواز

کسی بھی سیاسی نظریے اور فکر کی کامیابی تبھی ممکن ہوتی ہے جب وہ اپنی سرزمین اور اُس پر بسنے والے عام لوگوں سے جڑا ہو۔ بصورتِ دیگر وہ نظریہ چند دائروں تک ہی گھومتا رہتا ہے۔ ترقی پسند، سوشلسٹ یا اشتراکی سیاسی فکر پچھلی صدی کے آغاز میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہونا شروع ہوئی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا یونی پولر کے بجائے ملٹی پولر ہونا شروع ہوئی تو اِس نظریات کی چمک اور عوام کو متاثر کرنے کی صلاحیت ماند پڑنے لگی۔ موجودہ دور میں کہ جب اشتراکی روس، سوشلسٹ اور سرمایہ داری کا حامل امریکا دنیا میں طاقت کے مختلف مراکز بن چکے ہیں، ضروری ہے کہ کوئی ایک ایسا نظریہ تخلیق کیا جائے جو دنیا کو مصائب اور مشکلات سے نکالنے کے لیے ایک جامع حل پیش کرے۔

آج ہم نہ صرف عالمی طاقت کے توازن میں جغرافیائی سیاست کی (یک قطبیت یعنی Unipolarity سے کثیر قطبیت یعنی Multipolarity کی طرف) منتقلی بلکہ گہری نظریاتی تبدیلیوں کا بھی مشاہدہ کر رہے ہیں۔ واضح طور پر مشرقِ وسطیٰ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف امریکا، اسرائیل اور یورپی یونین کا ابھی تک کتنا اہم کردار ہے اور دوسری طرف چین اور روس کی خطے میں موجودگی کس طریقے سے حالات میں تبدیلیاں لا رہی ہے اور کیسے مختلف اسلامی ممالک اور اسلام میں مختلف رجحانات ایک دوسرے کے حلیف یا حریف ہیں۔ اس لیے جیو پالیٹکس کے پیچھے نظریاتی اور بسا اوقات مذہبی سمتیں کارفرما ہیں اور ہم مزید قومی ریاستوں کی مقابلہ بازی یا پھر مشرق و مغرب کی نظریاتی مخالفت سے مسائل کو کم نہیں کر سکتے۔ ہمیں نئے حربوں کی ضرورت ہے جو ہمیں جغرافیائی سیاست کے نقشے پر نظریاتی بنیادوں اور منصوبوں کا مکمل ادراک فراہم کریں۔ ہمیں بلاشبہ دنیاوی خلا کی نئی قسم کی نقشہ جاتی حد بندی کی ضرورت ہے۔ بالخصوص مشرقِ وسطیٰ میں جہاں اہم رجحانات کی اب از سرِ نو تعریف کی گئی ہے۔

یک قطبیت سے کثیر قطبیت کی طرف منتقلی خصوصی طور پر امریکا کے لیے تکلیف دہ ہے کیوں کہ یک قطبی ورلڈ آرڈر کے قطب کا خاتمہ اب مسلمہ حقیقت بن چکا ہے۔ نیوکونز وہ تھے جنھوں نے براہ راست امریکی اجارہ داری کو مابعد سرد جنگ کے قانون کے طور پر دنیا میں مسلط کرنے کی کوشش کی اور یہ کوشش 1991ء سے لے کر 9/11 تک یک قطبی لمحہ تک پہنچ چکی تھی۔ نیوکنزرویٹوازم نظریہ لبرل ازم (لبرل جمہوریت، انسانی حقوق، پارلیمینٹیرین ازم، سیکولرازم) کی حاکمیت کی اساس تھا، لیکن اضافی طور پر اس میں اسرائیل کی غیر مشروط حمایت، اسلام اور سابقہ سپر پاور روس کی طرف مخصوص نفرت اور امریکا کی دنیا پر حکمرانی شامل تھی۔ کلنٹن اور بش انتظامیہ مکمل طور پر نیوکونز کے زیرِ اثر تھی۔ نائن الیون کے بعد اُنھوں نے محسوس کیا کہ اب اُن کا وقت آ چکا ہے اور اُنھوں نے امریکی حکومت افغانستان اور عراق میں مداخلت پر مجبور کیا۔ اُسی لمحے عظیم تر مشرقِ وسطیٰ (Greater Middle East) کے منصوبے کی ابتدا ہوئی جو مشرقِ وسطیٰ میں گہری جمہوری اقدار کے فروغ پر مبنی تھا، جس کا مطلب سیاسی حکومتوں کی پُرتشدد تباہی، اختیارات کا توازن، سرحدی خطوط اور اِس طرح کی دیگر چیزیں تھا۔ اسرائیل کے کردار کی بڑھوتری اور کرد ریاست کے قیام کی شروع میں ہی پیش گوئی کر دی گئی تھی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہم 2000ء کے آغاز میں تھے: سیاسی جغرافیائی یک قطبیت اور اٹلانٹک ازم، نظریاتی طور پر مشرقی مرکز میں لبرل ازم کی جارحیت۔

اوباما نے نیوکونز کی لائن میں اعتدال پسندی لاتے ہوئے اس کے کچھ سخت گیر نکات کو روکنے کی کوشش کی لیکن اُنھوں نے بھی بحیثیت مجموعی اِن کے نظریہ کے مطابق ہی کام کیا۔ بیان بازی کے ذریعے اُنھوں نے کثیرالجہتی کی بات کی جو کہ ہیجانی خصوصیات سے مبرا یک قطبیت کا ہی ایک ورژن تھا جس کے نتیجے میں عرب سپرنگ آیا اور جس نے شمالی افریقہ میں بے امنی کو ترویج دی۔ لیبیا سے یمن، عراق، شام (بشمول مصر اور ترکی میں مارشل لا آمریت، یا اس کی کوششوں کی حمایت سے اوباما نے امریکی سیاست کی سمت نہیں بلکہ اُس کی رفتار کو تبدیل کیا۔ نظریاتی طور یہ بالکل ویسے ہی تھا لیکن بس مغربی مرکزیت والی لبرل ازم نیوکونز کے کیس کے مقابلے میں کم جارحیت کی حامل تھی۔ اسرائیل کے لیے پہلے کی طرح بڑے پیمانے پر تو نہیں لیکن حمایت پھر بھی

جاری رہی۔

جارج بش جونیئر سے لے کر اوباما کی حکمرانی تک بہت اہم جیو پولیٹیکل رجحان تھا۔ تاریخ میں پیوٹن کے روس کی واپسی ہوئی جو یک قطبیت کے لیے ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن چیلنج تھا۔ جوہری روس اپنی مکمل سالمیت کے ساتھ بہت اہم تھا۔ جارجیا، یوکرین، کریمیا کا الحاق اور روس کی شام میں آمد عالمی اہمیت کے حتمی اقدام تھے۔ پیوٹن نے خود کو ایسے پیش کیا کہ جیسے دنیا پہلے سے دو قطبی ہے اور یہ ماسکو کے طرزِ عمل کے بعد کثیر قطبیت میں تبدیل ہوجائے گی اور اِس نے ہر چیز کو تبدیل کردیا۔ جغرافیائی، سیاسی اور نظریاتی طور پر اِس تبدیلی نے ایران کو مغربی تسلط سے نجات کی جدوجہد کو تقویت دی۔ ترکی نے امریکی دباؤ کا مقابلہ کرنے اور آزاد و خودمختار کرد ریاست کے قیام کو روکنے کے لیے روس کی قربت حاصل کی۔ بشارالاسد کے لیے روس کی شام میں آمد فیصلہ کن تھی۔ بغداد کے پاس امریکا کی پالیسی کا متبادل روس کی صورت میں آ گیا۔ چین نے اُسی لمحے بیلٹ اینڈ روڈ پراجیکٹ کے ذریعے خود کو علاقائی طاقت کے طور پر تسلیم کروایا۔ پیوٹن کی مضبوط سیاست کی فوری طور پر حمایت کرتے ہوئے مشرق وسطیٰ کے تمام کھلاڑیوں نے اپنی سیاست کو نئی کثیر قطبیت کے خاکے سے ہم آہنگ کرلیا۔ یہ منتقلی امریکا، یورپی یونین اور مغربی پراکسیوں یعنی سعودی عرب اور قطر کے خرچ پر کی گئی جو کہ ریاض اور دوحا کے سلفی باغیوں (یعنی کہ داعش) کی حمایت کر رہے تھے اور ان کو نئے روس، ترکی، ایران اتحاد نے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اسرائیل بھی تھوڑا بہت رک گیا اور خصوصی طور پر گریٹر کردستان اور عمومی طور گریٹر مڈل ایسٹ پراجیکٹ کسی حد تک متروک ہوا۔

یہ بالکل وہی لمحہ تھا جب ٹرمپ برسرِ اقتدار آیا۔ وائٹ ہاؤس کے راستے اُن کا بیانیہ اپنے تمام پیش روصدور کے لیے بہت اہم تھا: جیوپالیٹکس میں ٹرمپ نے خود کو انسدادِ جنگ کا ماہر قرار دیا تھا اور ویسے بھی ابھی تک اُس نے کوئی جنگ شروع نہیں کی، جیسا کہ وہ کلنٹن، بش اور اوباما سے بالکل اُلٹ ہے اور نظریاتی طور پر وہ لبرل ازم اور عالمگیریت پر کڑی تنقید کرتا ہے۔ لہٰذا 2016 کا سال انتہائی کلیدی تھا۔ جہاں یک قطبیت، اٹلانٹک ازم اور عالمگیر لبرل ازم نے اپنی کمزوریاں ظاہر کیں جن سے اِن کا زوال ظہور پذیر ہوا اور کثیر قطبیت نے اپنی شکل لینا شروع کی۔ ظاہر ہے کہ ٹرمپ امریکیوں سے، جنھوں نے اُنھیں منتخب کیا، اپنے وعدے پورے نہ کرسکے۔ لیکن اُس کی سیاست شدت پسند عالمگیریت، یک قطبیت اور لبرل ہرگز نہیں، اِس کی سیاست بالکل ایسی نہیں جس کا آغاز اُس کے پیش رو حکمرانوں نے ووڈرو ولسن سے مل کر کیا تھا۔ امریکا ابھی تک یہاں مشرق وسطیٰ میں موجود ہے اور اسرائیل کے لیے اِس کے تعاون میں اضافہ ہوا ہے۔ اسلام کے خلاف خلاف دشمنی برقرار ہے لیکن۔۔۔۔ اِس سارے معاملے میں بالکل ایک نیوکن میلان ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے امریکا اپنی منشا کے برخلاف کچھ حد تک اپنی اجارہ

داری سے دست بردار ہوکر پیوٹن کے روس، اُس کے اتحادیوں اور چینی ترقی سے وجود میں آنے والے کثیر قطبی سٹیٹس کو کو تسلیم کر رہا ہے۔

اِس جیو پولیٹیکل اور نظریاتی تبدیلی میں روس نے اہم اور گراں قدر کردار ادا کیا ہے۔ سوویت یونین کے سقوط کے بعد یک قطبی لمحہ میں صرف لبرل ازم کو ایک عالمی نظریہ کے طور پیش کیا گیا۔ اور اب مغرب کے سرکاؤ میں یہی لبرل ازم ہی کارفرما ہے۔ لہٰذا یک قطبی دنیا میں صرف لبرل ازم کو ہی پوری کائنات پر مسلط کیا گیا۔ منطقی طور پر کثیر قطبیت کو دوسری صورت میں ہونا چاہیے۔ تو سوال یہ ہے کہ: ہم نظریاتی طور پر کہاں ہیں؟

سیاسی جدت میں جہاں مغرب کی اجارہ داری تھی وہاں پر لبرل ازم کے صرف دو متبادل تھے: کمیونزم اور نیشنلزم (فاشزم)۔ دونوں بیسویں صدی میں فتح یاب ہوئے اور اِس کے نتیجے میں شکست لبرل ازم کے عالمی یک قطبی لمحہ پر مبنی تھی۔ اگر نہ صرف غیر مغربی خطوں میں بلکہ خود امریکا میں بھی لبرل ازم سکڑ جاتا ہے تو وہاں بہت بڑا خلا ظاہر ہوگا۔ یہ واضح ہے کہ اِس خلا کو پر کرنے کے لیے پرانے مغربی جدت والے نظریات پہلے سے موجود اور مستحکم دو نظریات کمیونزم اور فاشزم کی صورت میں مسلط کرنے کی کوشش ہوگی۔ اِن میں نہ ہی کوئی چاشنی ہے اور نہ یہ اب دوبارہ قابل قبول ہیں۔ لہٰذا ہم بہت دلچسپ صورت حال میں ہیں: جدیدیت کے تین کلاسیکل نظریات ہیں:

1۔ لبرل ازم، 2۔ کمیونزم، 3۔ فاشزم

ہم اِن میں سے کسی ایک کا بھی انتخاب نہیں کرسکتے۔ ہمیں نشان دہی کرنے کی ضرورت ہے کہ چین اور مغربی ممالک کے علاوہ روس، ایران، ترکی، عرب ممالک اور اِس طرح کی وہ تمام قوتیں جو مشرق وسطیٰ میں فعال طور پر متحرک ہیں، وہ تمام نہ تو لبرل، نہ

کمیونسٹ اور نہ ہی فاشسٹ ہیں۔ لہٰذا نظریاتی خلا کو پُر کرنا اتنا آسان نہیں۔

یہاں مرکزی سوال یہ پوچھا جاتا ہے: ایک ہی وقت میں نہ کمیونسٹ ہو اور نہ فاشسٹ تو پھر غیر لبرل ہونا کیسے ممکن ہے؟ عملی طور پر ہمارے پاس ایرانی سیاسی نظام، پیوٹن کی آمرانہ حکمرانی اور ایردوان کی حقیقت پسندی موجود ہے۔ لیکن وہ ایران کے استثنا کے ساتھ، صورت حال ٹھوس سیاسی حالات پر منحصر ہے۔ لبرل ازم زوال کے باوجود ایک مکمل نظریہ ہے۔ اگرچہ معدومیت اور کمزوری کے باوجود یہ ایک طاقت ور نظریہ ہے اور اِس کے خلاف محض عارضی اور دانش مندی سے عاری عملی اتحاد، کثیر قطبیت کے لیے نقصان دہ اور ہماری عظیم فتح کو لبرل ازم کی فتح میں تبدیل کرنے کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔ حقیقت پسندانہ اتحاد صرف اور صرف قومی مفاد پرستی پر مبنی ہوتے ہیں جو کہ غیر مستحکم ہوتے ہیں۔ اِن پر پائیدار عالمی ورلڈ آرڈر کی ٹھوس بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

اِن آسان اور واضح شہادتوں سے پتا چلتا ہے کہ ہمیں نئے سیاسی نظریے کی ضرورت ہے جو تاریخ کے تقاضوں، کثیر قطبیت اور

اُبھرتے نئے بین الاقوامی تعلقات کے سانچے میں پوری طرح فٹ آئے۔ یہ بالخصوص چوتھا سیاسی نظریہ ہونا چاہیے، کیوں کہ پہلا سیاسی نظریہ لبرل ازم ہے جس سے ہم پہلے ہی چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور دوسرا سیاسی نظریہ کمیونزم اور تیسرا نظریہ فاشزم ہے جو کہ واضح وجوہات کی بنا پر ناقابل قبول ہیں۔ تو ہمیں چوتھے سیاسی نظریے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جدید مغربی سیاسی فکر میں ایسا کوئی نظریہ نہیں۔ اِس کا ایک ہی منطقی جواب یہ ہے کہ ہمیں ایسے نظریے کو تشکیل دینے کی ضرورت ہے جو مشترکہ طور پر کثیر قطبی دنیا کے تسلط میں کردار ادا کرے اور سب کے تاریخی، مذہبی، ثقافتی اور تہذیبی اختلاف کو قبول کرے۔ یہ نظریہ نہ مغربی ہوسکتا ہے اور نہ جدید تو اِس کو ایسا ہی رہنے دیں۔ ہم غیر مغربی اور قبل از جدید (Pre-modern) یا بعد از جدید (Postmodern) نمونے پر توجہ مرکوز کرسکتے ہیں۔ اسلام کے حوالے سے یہ نسبتاً آسان ہے اور ایرانی نظریہ پہلے سے ہی اِس کی تیار شدہ سیاسی مثال ہے جسے شیعہ مسلمانوں کے لیے چوتھا سیاسی نظریہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں روس کے لیے بھی کچھ ایسا ہی درکار ہے۔ روس کا چوتھا سیاسی نظریہ آرتھوڈوکس عیسائیت، بازنطین ازم اور یوریشین روایات پر منحصر ہے۔ کثیر قطبی دنیا میں ہر ملک اور ہر ریاست، ہر شخص اور ہر مذہب کو اپنی شناخت کی توثیق کرنے اور لبرل ازم و عالمگیریت کے خلاف مزاحمت کرنے کا اپنا راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ یہ دونوں مغربی اجارہ داری کی دو شکلیں ہیں جو سکڑنے، لرزنے اور جھولنے کے باوجود ابھی تک موجود ہیں۔ لہٰذا چوتھا سیاسی نظریہ آفاقی نہیں ہونا چاہیے۔ اِس میں اختلافات کی گنجائش موجود ہونی چاہیے لیکن کچھ تجاویز کے ساتھ اِس کو لازمی طور پر اجتماعی اور کثیر مرکزی ہونا چاہیے کیوں کہ یہ کسی بھی نظریہ کے لیے بہت ضروری ہیں۔

نئی دنیا، نیا نظام

انسان نے انسان کو مارنے کے لیے ایٹم بم، ایٹمی میزائل، زہریلی گیسیں، ٹینک، گولا بارود، نا جانے کیا کیا کچھ بنایا۔ انسان نے اتنے ہتھیار بنائے کہ اُن کا شمار بھی مشکل ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران انسان ہی نے جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے جس سے لاکھوں انسان موت کے منہ میں چلے گئے شہر کے شہر جل کر خاک ہوگئے۔ دوسری عالمی جنگ کو ختم ہوئے سو سال سے زیادہ عرصہ ہوچکا لیکن انسان کے بنائے ہوئے ایٹم بم سے کٹے پھٹے انسانوں کے نشان آج بھی موجود ہیں۔ صرف امریکا نے کوریا کی جنگ لڑی، ویت نام کی جنگ لڑی اور افغانستان کی جنگ تو وہ ابھی تک لڑ رہا ہے۔ اِن جنگوں میں لاکھوں انسان مارے گئے اور اربوں ڈالر ملکی معیشتوں سے نکل کر جنگ کی بھٹی کا ایندھن بنتے رہے۔

مگر اب دنیا بدل چکی ہے، اب تک ہونے والی جنگوں میں انسان، انسان کو قتل کرتا تھا لیکن پچھلے دو ماہ سے ساری دنیا میں جو جنگ جاری ہے اُس میں بھی ایک لاکھ سے زائد انسان مارے جارہے ہیں اور لاکھوں ہسپتالوں میں پڑے موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہیں۔ لیکن یہ جنگ کوئی فوج نہیں لڑ رہی، اس جنگ میں نہ ایٹم بم استعمال ہو رہے ہیں نہ ایٹمی میزائل، نہ F-16 استعمال ہو رہے ہیں اور نہ رافیل یا جے ایف 17 بلکہ اِس میں جو سپاہی حملے کررہے ہیں اُن کا نام ''کورونا'' ہے۔ اگرچہ یہ اتنے چھوٹے ہیں کہ نظر ہی نہیں آتے لیکن یہ بڑے بڑے جرنیلوں، بڑے بڑے حکمرانوں کو چیونٹیوں کی طرح مار رہے ہیں۔ عالمی جنگوں میں بہادری کے جوہر دکھانے والے انسان کورونا فوج کے سامنے اِس قدر بے بس ہیں اور اِس قدر خوف زدہ ہیں کہ نیند سے ڈر ڈر کے اُٹھتے ہیں۔

کورونا کے مارے ہوئے انسان بھی اتنے خطرناک ہیں کہ بہادر سے بہادر انسان بھی اُن مرحومین کی لاشوں کو ہاتھ لگانے سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ اِن مرحومین کو دفنانا بھی ایک مسئلہ ہے کیوں کہ انسان اِن لاشوں کو ہاتھ لگانے سے ڈرتا ہے۔ آج ساری دنیا اِس جنگ سے خوف زدہ ہے، بڑے بڑے حکمران حتیٰ کہ امریکا کا صدر ٹرمپ بھی اِن دشمنوں سے بچنے کے لیے قید تنہائی کا شکار ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فوج کہاں سے آئی؟ اِسے کس نے بھیجا؟ دنیا پر ہزاروں سال سے لڑاکا مافیا حکومت کررہی ہے اور اِس مافیا نے لاکھوں زندگیاں، ہزاروں گھر اور بستیوں کی بستیاں اُجاڑ دیں۔ پچھلے چند سو سالوں سے ایک نئی مخلوق سیاست دان دنیا پر حکومت کررہی ہے اور اِس کی تباہ کاریوں میں جنگوں کے علاوہ معاشی تباہی بھی شامل ہے۔ سیاست دانوں کے برسر اقتدار آنے سے پہلے شاہوں، شہنشاہوں، راجوں مہاراجوں کا دور تھا۔ اب حکمرانوں اور طرز حکمرانی میں تبدیلی کی ضرورت ہے ہر ملک میں ہزاروں دانش ور، مفکرین، ادیب، شاعر اور فنکار موجود ہیں جو جنگوں ظلم اور ناانصافیوں کے سخت خلاف ہیں۔ دنیا کے عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اِن طبقات کو حکومت میں لائیں اور اِنھیں موقع دیں کہ وہ دنیا کو جنگوں کی بھٹیوں سے نکال کر امن، شانتی اور رواداری کے کلچر کو فروغ دیں۔ اس طرح پوری دنیا جنگوں کے کلچر سے نجات حاصل کرلے گی اور انسان سکون سے زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے گا۔

ملکی اور غیر ملکی امتحانی نظام

ظفر اللہ سرویا ایڈووکیٹ

ایک تقابلی جائزہ

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد میٹرک امتحانات یونیورسٹی لے رہی تھی۔ وقت گزرنے اور طلبا کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے صوبوں میں میٹرک اور ایف اے/ایف ایس سی کے امتحانات کے لیے مختلف بورڈز بنا دیے گئے۔ اِن میں مزید اضافہ 1968ء میں کیا گیا، اب تقریباً ہر ڈویژن میں ایک ثانوی تعلیمی بورڈ موجود ہے۔ آیئے ذرا جائزہ لیتے ہیں کہ 1968ء کے بعد سے بورڈز کیسے کام کررہے ہیں اور دنیا بھر میں کس طرح امتحانات لیے جاتے ہیں۔

پیپر سیٹنگ کا طریقہ

امتحانات کے انعقاد کے لیے مختلف اساتذہ کو پرچوں کی تیاری کا کام سونپا جاتا ہے جو مروجہ کتاب سے سوالات مرتب کرکے دے دیتے ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک پرچے کا انتخاب کیا جاتا ہے یا اُن میں سے سوالات کا انتخاب کرکے نیا پرچہ بنا دیا جاتا ہے۔ اکثر طلبا اور اساتذہ پچھلے سالوں کے پیپرز کو دیکھ کر تیاری کرتے ہیں اور مضمون کی سمجھ ہو یا نہ ہو، پیپر پیٹرن دیکھ کر رٹا لگا لیتے ہیں۔ اُن میں سے کچھ امتحان میں اچھے نمبر لے کر کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔

امتحانی مراکز کیسے بنتے ہیں؟

اساتذہ کی ڈیوٹی امتحانی ہال میں بطور سپرنٹنڈنٹ، نگران وغیرہ لگائی جاتی ہیں جس کا اُنھیں معمولی معاوضہ دیا جاتا ہے۔ والدین، سکول مالکان اور اساتذہ کا دباؤ برداشت کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا اور یوں کہیں کہیں نقل کو بھی کامیابی کا زینہ بنا دیا جاتا ہے۔ بورڈز کے حکام اور ارباب اختیار مختلف امتحانی مراکز کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ نقل کے رجحان کا خاتمہ کیا جا سکے لیکن چند لوگ ہر امتحانی مرکز میں بیک وقت موجود نہیں ہو سکتے۔ اِس کے لیے عملے کی تعداد میں اضافہ ضروری ہے۔

پیپر چیکنگ اور مارکنگ

ماضی میں پیپر چیکنگ کے لیے پرچے اساتذہ کے پاس بھجوا دیے جاتے تھے۔ اب ایک ہی کمرے میں بیٹھ کر چیکنگ اور مارکنگ کی جاتی ہے جس کے لیے سوالات کا حل پیپر چیک کرنے والی ٹیم کو دیا جاتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ سرکاری حل کے علاوہ کسی سوال کا حل مشکل سے تسلیم کیا جاتا ہے جو طلبا منظور شدہ کتب کے علاوہ دیگر کتب کا مطالعہ کرکے سوالات کے جوابات لکھتے ہیں اُن کے نمبر بسا اوقات اُن بچوں سے کم ہوتے ہیں جو رٹے یا گائیڈ وغیرہ سے تیاری کرکے جوابات لکھتے ہیں۔ اِس کے بعد مرحلہ آتا ہے رزلٹ مرتب کرنے کا، اِس میں عموماً زیادہ غلطیاں نہیں ہوتی لیکن بعض اوقات 57 کو 75 اور 75 کو 57 لکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ اِسے کلیریکل غلطی کہا جاتا ہے۔

نتائج کا اعلان

نتائج کا اعلان کرتے ہوئے پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن کا اعلان کروفر سے کیا جاتا ہے جو پوزیشن حاصل نہ کرنے والے بچوں کی نفسیات پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ ری چیکنگ کے نام پر بچوں سے پیسے لیے جاتے ہیں لیکن اُن کو اصل میں ری چیک نہیں کیا جاتا۔

ملکی اور غیر ملی نظام کا تقابلی جائزہ

اب ذرا جائزہ لیتے ہیں ترقی یافتہ ممالک کا کہ وہ کس طرح یہی کام بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ دس سال کی تعلیم مکمل ہونے پر او لیول کے امتحان کا انعقاد کیا جاتا ہے اور بارہ سال کے بعد اے لیول کا امتحان لیا جاتا ہے۔ سال میں دو مرتبہ جون اور نومبر میں یہ امتحانات منعقد کیے جاتے ہیں۔ پیپر سیٹنگ کے لیے ماہرین مضامین کو کہا جاتا ہے جو مبنی بر تصورات سوالات دیتے ہیں۔ سوالات اِس طرح سے ترتیب دیے جاتے ہیں کہ ایک سوال کے اگر دس نمبر ہیں تو ہر تصور اور مرحلہ کے نمبر (3+4+2+2) کرکے لکھے جاتے ہیں۔ کوئی کتاب منظور شدہ نہیں ہوتی اور مختلف کتب بتا دی جاتی ہیں جن میں سے سوالات دیے جاتے ہیں۔ کوئی سوال بھی پچھلے کئی سالوں کے سوالات میں سے نہیں دیا جاتا۔ یوں طلبا صرف ایک کتاب یا گائیڈ کو پڑھ کر یہ امتحان پاس نہیں کر سکتے۔ سٹوڈنٹس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مضامین کا انتخاب کریں اور سکول میں موجود اُس مضمون کی کلاسز اور اساتذہ موجود ہونے کی صورت میں اپنے شوق اور لگن کے مطابق پڑھیں۔ امتحانات کے نتائج صرف گریڈ کی صورت میں ہوتے ہیں جن سے کسی بھی طرح کسی طالب علم کی دل آزاری نہیں ہوتی۔ اپنے گریڈز کو دیکھ کر طلبا اپنے مستقبل کی حکمت عملی مرتب کرتے ہیں اور اپنے لیے مختلف پروگرامز اور یونیورسٹیوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ اے لیول امتحان سے قبل ہی طلبا مختلف مقابلے کے امتحان دے سکتے ہیں اور چوں کہ اُنھوں نے صرف ایک کتاب کا رٹا نہیں لگایا ہوتا، اِس لیے وہ ہر امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کر لیتے ہیں یوں اندرون ملک اور بیرون ملک یونیورسٹیوں میں اُن کا داخلہ یقینی ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں ایف اے/ایف ایس سی کے نتائج کا انتظار کیا جاتا ہے اور اُس کے بعد انٹری ٹیسٹ کا انعقاد کیا جاتا ہے جس کے نتائج کی بنیاد پر مختلف میڈیکل اور انجینئرنگ کالجز میں داخلہ دیا جاتا ہے۔ اِس امتحان میں اچھے نمبر حاصل نہ کرنے والوں کا پروفیشنل کالجز میں داخلہ خواب بن جاتا ہے اور وہ یا تو گھسے پٹے مضامین لے کر عام کالج میں داخلہ لیتے ہیں یا پھر تعلیم کو خیرباد

کہہ کر دبئ اور سعودی عرب میں مزدوری کے لیے مختلف ایجنٹس کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں۔

اِن مسائل کا حل کیا ہے؟ اِن سب مسائل سے نپٹنے کے لیے مندرجہ ذیل اصلاحات کی اشد ضرورت ہے:

1۔ میٹرک تک سکول میں منظور شدہ کتب کے بجائے پرنسپل اور ہیڈ ماسٹرز کو اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی مرضی کا کورس لگائیں۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے لیے اُن کو Concepts دیے جائیں تا کہ وہ اپنے طلبا کو اُس کے لیے کلاس اول سے ہی تیار کریں دوسری صورت میں ہر کلاس کے لیے ایک سکیم آف سٹڈی دی جائے اور پھر اساتذہ اور پرنسپل حضرات کو کتب تجویز کرنے کا اختیار دیا جائے۔

2۔ امتحانات کے لیے تصوراتی سوالات دیے جائیں جو کسی کتاب یا گائیڈ وغیرہ سے نہ ہوں۔

3۔ مارکنگ میں او اور اے لیول کا طریقہ اختیار کیا جائے اور ہر سوال کے مختلف حصوں کے نمبر علیحدہ علیحدہ لکھے جائیں تا کہ مارکنگ کرنے والا اُس کے مطابق نمبر دے۔

4۔ نتائج گریڈز کے مطابق دیے جائیں تا کہ سٹوڈنٹس مستقبل کے لیے پلاننگ کر سکیں۔

5۔ ری چیکنگ کے طریقہ کار کو بھی آسان بنایا جائے اور مروجہ فیس کی ادائیگی پر متعلقہ طالب علم کو اُس کے پرچے کی فوٹو کاپی دی جائے تا کہ اُس کی تسلی ہو سکے اور وہ کسی بھی غلطی کی نشان دہی کر سکے۔

6۔ آج کل بلوم ٹیکسونومی اور ایس ایل او کا بڑا چرچا ہے، اِس سلسلے میں بھی کتب کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ کتب میں ایس ایل او تو لکھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن مختلف اسباق میں جو بھی تصورات دیے جاتے ہیں لگتا ہے کہ اُن کا صرف ذکر کر دیا گیا ہے اور اُن کی وضاحت کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ظاہر ہے کتاب لکھنے والے کو ایک موضوع کے مختلف تصورات کو واضع کرنا ہوتا ہے وقت اور کتاب کی ضخامت کے پیش نظر ایسا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اِس سلسلے میں کئی کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں جن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

بورڈ اور نصابی بورڈ کی جانب سے تجویز کردہ کتب مارکیٹ میں موجود کتابوں کا کسی بھی مضمون میں اپنے موضوعات کے اعتبار سے مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ سکولوں میں پڑھانے والے اساتذہ چوں کہ اِسی نظام سے آئے ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا وہ بھی صرف کورس مکمل کرنے اور گائیڈ وغیرہ کی مدد سے طلبا کو ہر چیز ازبر کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِس طرح نہ صرف بچوں کا نقصان ہوتا ہے بلکہ وہ کسی بھی چیز کو سمجھ کر اُس کا اطلاق کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ یوں ملک اور قوم کا وقت اور پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ اِس طرح جو کھیپ تیار ہوتی ہے وہ ملک کی ترقی میں ممد و معاون ہونے کے بجائے اُلٹا نقصان کا باعث بنتی ہے۔ ہم اِس قوم کے 72 سال ضائع کرنے کے بعد مزید تعلیمی انحطاط کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ملک میں بہترین ماہرین تعلیم موجود ہیں، اُن سے مشاورت کے بعد امتحانی نظام میں تبدیلیاں لائی جائیں تا کہ ہمارے مستقبل کے معمار اپنی ذمہ داریاں بخوبی سرانجام دے سکیں۔

ASER 2019

گزشتہ دنوں پاکستان کے ادارہ برائے تعلیم و آگہی نے اپنی تازہ ترین شماریاتی رپورٹ (Annual Status of Education Report –ASER) جاری کی جس میں میں کہا گیا ہے کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کے لیے تعلیم ہمیشہ سے ایک اہم مسئلہ رہا ہے اور اِس حوالے سے پائی جانے والی خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کے لیے حکومتی کوششوں اور بین الاقوامی فنڈنگ کے باوجود اِس مسئلے کے حل کے بہت کم ہی کچھ ہو پایا ہے، خاص طور پر پاکستان کے دیہی علاقوں میں کہ جہاں تعلیم کا انفراسٹرکچر انتہائی ابتر حالت میں ہے۔ سروے کے دوران پاکستان کے 155 دیہی جب کہ 20 شہری اضلاع کا جائزہ لیا گیا تا کہ پانچ سے سولہ سال کی عمر کے بچوں میں تعلیمی نتائج کو جانچا جا سکے۔ اِس سروے میں اقوام متحدہ کی جانب سے مقرر کردہ ترقی کے اہداف کو بھی پیش نظر رکھا گیا تھا، اور اِس سروے میں ادارے سے وابستہ افراد نے منتخب اضلاع میں گھر گھر جا کر سوالات کیے اور اپنی رپورٹ مرتب کی۔ رپورٹ میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ سال 2019 میں سیکھنے اور علم حاصل کرنے کے بہتر ذرائع موجود ہونے کے باوجود ملک کا دیہی علاقہ بحران کا شکار نظر آتا ہے کیوں کہ دیہی علاقوں میں پانچویں کلاس جانے والے 41 فیصد بچے بنیادی زبان میں ایک سادہ سی کہانی بھی پڑھنے کے قابل نہیں ہیں۔ لوئر سیکنڈری سکولوں میں زیر تعلیم 14 فیصد بچے سادہ کہانی بھی نہیں پڑھ سکتے۔

تعلیم کی یہ زبوں حالی کئی اسباب رکھتی ہے لیکن بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مالی وسائل محدود ہیں۔ ہماری آمدنی کا بڑا حصہ قرضوں کے سود کی ادائیگی کی نذر ہو جاتا ہے۔ دفاع ہماری دوسری بڑی ترجیح ہے۔ باقی جو کچھ بچتا ہے اِسی سے کاروبار حکومت بھی چلنا ہے۔ تاہم سوال یہ ہے کیا ہم اِسی طرح ایسے افراد پیدا کرتے رہیں گے جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں عالمی معیارات کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ ہمیں کہیں نہ کہیں رک کر جائزہ لینا ہو گا کہ تعلیم کے نظام میں کس طرح بہتری لائی جائے اور ہم اپنے تعلیمی اداروں کو، پرائمری کی سطح سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک کیوں کر بتدریج عالمی معیار کے مطابق لانے کی کوشش کریں۔ تعلیم کے بجٹ میں کٹوتی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے مستقبل کو اپنے ہاتھوں برباد کر رہے ہیں۔ عالمی معیار پر تعلیم کے لیے کم از کم اخراجات کو جی ڈی پی کا چار، پانچ فی صد کہا گیا ہے اور ہم 2 فی صد میں بھی مزید کٹوتیوں کے درپے ہیں۔ آج ہمارے کروڑوں بچے سکولوں سے باہر ہیں اور جو تعلیمی اداروں کے اندر ہیں، وہ بھی شاید محض فریب تعلیم ہی کا شکار ہیں۔

JAHANGIR'S
World Times
PUBLICATIONS
Top 20 Questions SERIES
Sajjad Haidar
INTERNATIONAL RELATIONS Paper I
for CSS, PMS & All Other Relevant Exams
Revised Edition
Highlights
The Nation-State System
Evolution of International Society
Realism & Neo-realism
Theories of International Relations
Conceptualization of Security in the 21st Century
Balance of Power
Foreign Policy and Decision-Making Process
International Political Economy
Theories of Imperialism
Globalization
Disarmament and Arms Control
... & much more
by Sajjad Haidar
Important Questions Selected from Past Papers
Revised Editions
Highlights
Russian Revolution
World War II
Decolonization in Asia and Africa
The New Mini Cold War
Clash of Civilizations
War on Terror
Foreign Policy
Pakistan's Relations with India
Nuclear Weapon States Programs and Postures
Nuclear Non–Proliferation Regime
Kashmir Dispute
... & much more
Sajjad Haidar
INTERNATIONAL RELATIONS Paper II
for CSS, PMS & All Other Relevant Exams
Revised Edition
by Sajjad Haidar

محمد ابوبکر (PAS)

28th in Pakistan, CSS 2018-19

"اللہ کے فضل سے میرے تین بڑے بھائی پہلے ہی سول سروس آف پاکستان کا حصہ ہیں۔ اور یہ میرے لیے انتہائی فخر اور اعزاز کی بات ہے کہ اب میں بھی اُن کے ساتھ اِس کا حصہ ہوں۔"

جہانگیر ورلڈ ٹائمز: سب سے پہلے ورلڈ ٹائمز کے قارئین اور CSS کا امتحان دینے کے خواہش مند طلبا و طالبات کی دلچسپی کے لیے اپنے تعلیمی کریئر بارے کچھ بتائیں۔

محمد ابوبکر: بی اے تک تعلیم میں نے اپنے آبائی شہر عارف والا سے حاصل کی۔ اِس کے بعد نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) سے انگریزی زبان میں ڈپلوما کیا۔ علاوہ ازیں میں نے قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد سے انٹرنیشنل ریلیشنز میں ماسٹرز ڈگری بھی حاصل کی۔

جہانگیر ورلڈ ٹائمز: آپ CSS امتحان میں کامیابی حاصل کر کے پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس (PAS) کا حصہ بنے ہیں۔ آپ کو اِس میں ایسی کیا خاص بات نظر آئی کہ آپ نے سوچا کہ مجھے اِسی کا حصہ بننا ہے؟

محمد ابوبکر: پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس (PAS) میری پہلی ترجیح (Preference) تھی کیوں کہ یہ آپ کو گراس روٹس لیول پر عوام کی خدمت کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ آپ کو اُفقی (Horizontal) اور عمودی (Vertical) ترقی کے مواقع بھی میسر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ سینئر لیول پر عوامی مفاد کی پالیسیوں کی تشکیل میں اپنے Input کے ذریعے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جہانگیر ورلڈ ٹائمز: آپ کے خیال میں CSS کے تحریری امتحان میں اچھے نمبر حاصل کرنے کا راز کیا ہے؟

محمد ابوبکر: دیکھیں، تحریری امتحان CSS کے سفر کا پہلا سنگ میل ہے۔ اِس میں کامیابی بلکہ اچھے نمبر حاصل کرنا ضروری ہے جس کے لیے مندرجہ ذیل سٹریٹجی کارآمد ثابت ہو سکتی ہے:

1۔ بہتر نتائج کے حصول کے لیے صرف ایسے مضامین کا انتخاب کریں جو نہ صرف آپ نے گریجویشن کی سطح پر پڑھے ہوئے ہوں بلکہ اُن کا سکورنگ ٹرینڈ بھی مثبت اور اچھا ہو۔

2۔ پیپر میں اچھا اور متاثر کن جواب تحریر کرنے کے لیے اپنے مضمون سے انتہائی متعلقہ اور صرف اعلیٰ معیار کے مواد کا مطالعہ کریں۔

3۔ ایک مضمون کی تیاری کے لیے تین سے چار کتب کا مطالعہ کریں۔ اِس سے آپ کو کسی موضوع پر مختلف نقطہ ہائے نظر سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

4۔ اپنے جواب میں موضوع سے متعلق اقوال یعنی Quotations، نقشہ جات اور اشکال یعنی Diagrams وغیرہ ضرور شامل کریں۔

Detailed Marks Sheet

Subject	Marks
Compulsory Subjects	
Essay	45
Précis & Composition	58
GSA	69
Current Affairs	60
Pakistan Affairs	32
Islamiat	53
Optional Subjects	
International Relations	137
British History	63
Gender Studies	65
International Law	58
Punjabi	82
Total Written	722
Viva Voce	144
Grand Total	866

5۔ امتحان کی تیاری کے دوران تمام مضامین کو یکساں وقت دیں۔

6۔ پیپر میں پوچھے گئے سوال کو بغور اور احتیاط سے پڑھیں اور صرف اور صرف موضوع سے متعلق مواد ہی تحریر کریں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ آپ سوال میں پوچھے گئے ہر پہلو پر اپنے دلائل پیش کریں۔

7۔ ہر مضمون کے نوٹس بنالیں اور اُنھیں باقاعدگی سے اپ ڈیٹ کرتے رہیں۔

جہانگیر ورلڈ ٹائمز: CSS کے تحریری امتحان میں اچھے نمبر حاصل کرنے کے لیے جوابات لکھتے ہوئے کیا حکمت عملی اپنائی جائے؟

محمد ابوبکر: آپ کا جواب پوری طرح مربوط اور منظم اور اچھے سٹرکچر کا حامل ہونا چاہیے۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُس کا ایک متاثر کن ابتدائیہ، ایک جامع متن اور ایک پُر اُمید اختتامیہ یعنی Conclusion، اور یہ سٹریٹجی تمام مضامین کے لیے اپنائی جانی چاہیے۔

ابتدائیہ (Introduction) ایسا ہونا چاہیے کہ وہ فوراً ایگزامینر کی توجہ حاصل کر لے تاہم اِس حصے میں اپنے مرکزی دلائل زیرِ بحث نہ لائیں بلکہ اُن کا صرف اشارہ دیں۔ ایگزامینر کو آسانی فراہم کرنے کے لیے سرخیوں اور ذیلی سرخیوں کا استعمال بھی ضرور کریں۔

جواب کے مرکزی متن میں آپ کے دلائل مضبوط، منطقی اور سوال

سے مطابقت رکھنے والے ہونے چاہییں نیز اُنھیں مزید پرزور اور مؤثر بنانے کے لیے Counter arguments دے کر اُن کو مناسب انداز میں رد بھی کریں۔ اِس کے لیے اپنی Reasoning کی صلاحیت کو بہتر بنائیں۔

آپ کا اختتامیہ یا Conclusion لکھے گئے جواب کے خلاصے کے بجائے نہایت عمدہ اور صحیح معنوں میں بحث کو سمیٹنے والا ہونا چاہیے۔ نہ کہ جس طرح آپ نے سوال کا خلاصہ لکھا ہے۔ اِس سے یہ تاثر بھی نہیں اُبھرنا چاہیے کہ جواب میں کوئی اور چیز بھی زیر بحث لائی جاسکتی تھی۔

ورلڈ ٹائمز: CSS کے لازمی مضامین میں کامیابی حاصل کرنا قدرے مشکل سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے اِن کے لیے کیا حکمت عملی اپنائی؟

محمد ابوبکر: اِس سلسلے میں میں نے جو سٹریٹجی اپنائی، وہ کچھ یوں تھی:

1۔ باقاعدگی سے ایک مضمون لکھنا اور اِس کی زیادہ سے زیادہ مشق یعنی پریکٹس۔

2۔ سابقہ سالوں کے پیپرز سے Précis اور Comprehension کی مسلسل مشق۔

3۔ میں نے جو مضامین لکھے یا جو Précis اور Comprehension پریکٹس کے لیے حل کیے، اُنھیں ایک اچھے ٹیچر سے چیک کروانا۔

4۔ جنرل سائنس اینڈ ایبلٹی میں ریاضی کے حصہ پر زیادہ توجہ دینا کیوں کہ اِس سے اِس پیپر میں اچھے نمبر حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

5۔ کرنٹ افیئرز اور پاکستان افیئرز کے لیے میں نے اخبارات اور میگزینز سمیت مختلف ذرائع کا مطالعہ۔

6۔ اسلامیات کے لیے مختلف مگر مستند مصنفین کی کتب اور دیگر

دہرائی

اپنے نوٹس کی دہرائی بہت ضروری ہے۔ تفصیلی اور مختصر نوٹس کو کم از کم ایک مرتبہ دہرائیں۔ اگر آپ مختصر نوٹس کی دہرائی جنوری میں کرتے ہیں تو یہ آپ کے لیے بہت زیادہ مفید ہوگی۔

جہانگیر ورلڈ ٹائمز: جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ English Essay کے پیپر میں اُمیدواران کی بہت قلیل تعداد کامیاب ہوتی ہے۔ آپ نے ایسا کیا لکھا جس کی بدولت آپ کو اِس میں کامیابی ملی؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ Précis and Composition کے لیے آپ کی سٹریٹجی کیا تھی؟

محمد ابوبکر: میں نے فائنل آؤٹ لائن لکھنے سے پہلے ایک رف آؤٹ لائن بنائی۔ یہ سرخیوں کی شکل میں تھی اور ہر سرخی کے لیے میں نے مضمون میں ایک پیراگراف لکھا۔ مضمون کا ابتدائیہ بالکل ٹو دی پوائنٹ تھا اور میں نے کوشش کی کہ اِسے مضمون کی سٹیٹمنٹ کے ساتھ منسلک کروں۔ یہاں میں ایک اور چیز کی وضاحت کرنا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ ہر پیراگراف بجائے خود تعارف، مرکزی حصہ اور اختتامیہ کا حامل ہوتا ہے۔ ایک اچھے مضمون کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوع سے پوری طرح جڑا رہے۔ اِس کے علاوہ گریمر کی غلطیوں سے پاک مضمون یقیناً اچھے نمبروں کے امکانات بڑھا دیتا ہے۔

Précis and Composition پیپر بھی انتہائی اہم ہے کیوں کہ تھوڑی محنت سے بھی آپ اِس میں 60-50 نمبر حاصل کر سکتے ہیں۔ میں نے اِس کی تیاری کے لیے اِسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور پھر اُسی حساب سے تیاری کی۔ پہلے حصے میں Précis کے ساتھ ساتھ Comprehension، اردو سے انگریزی ترجمہ اور مترادفات (Synonyms) اور متضاد الفاظ (Antonyms) کی تیاری کی۔ اگر آپ اِس حصہ پر زیادہ محنت کرتے ہیں تو آپ اِس پیپر میں بڑی آسانی سے کامیاب ہوسکتے ہیں۔ دوسری جانب، دوسرا حصہ Correction, Analogies, pairs of words, prepositions وغیرہ پر مشتمل تھا۔ اِس حصہ پر محنت سے آپ یقینی نمبر حاصل کر سکتے ہیں جو کہ یقیناً کسی بونس سے کم نہیں ہوگا۔

جہانگیر ورلڈ ٹائمز: ایک نئے اُمیدوار کو CSS امتحان کے لیے تیاری کا آغاز کیسے کرنا چاہیے؟

محمد ابوبکر: اِس حوالے سے میں درج ذیل چیزیں گوش گزار کرنا چاہوں گا:

1۔ مضامین کا انتخاب دو باتوں یعنی اپنا ذہنی میلان اور سکورنگ ٹرینڈ کو مدنظر رکھ کر کریں۔

2۔ تیاری سے پہلے ایمان داری سے تجزیہ کریں کہ آپ کو کس مضمون پر عبور حاصل ہے اور کس کے لیے آپ کو زیادہ محنت کرنا ہوگی۔

3۔ Essay اور Comprehension کی باقاعدگی سے پریکٹس کریں۔

4۔ ہر مضمون کی علیحدہ نوٹ بک بنائیں جس میں مضمون سے متعلقہ ڈیٹا، نقشہ جات اور Quotations وغیرہ شامل ہوں۔

5۔ ڈان اخبار باقاعدگی سے پڑھنے کی عادت ڈال لیں۔

6۔ تمام مضامین کو یکساں وقت دیں۔

7۔ پہلے دن سے ہی مختصر اور تفصیلی نوٹس بنائیں۔

نوٹس کیسے بنائے جائیں؟

نوٹس بنانے کے لیے مندرجہ نکات کا ذہن میں رکھیں:

1۔ اگر آپ کے پاس کافی وقت ہے تو کوشش کریں کہ آپ کے نوٹس تفصیلی اور مختصر دونوں طرح کے ہوں۔ ایسا کرنے سے آپ کو امتحانات کافی مدد ملے گی۔

2۔ ہر مضمون کے لیے علیحدہ نوٹ بک بنائیں اور اُس میں مضمون سے متعلقہ نقشہ جات، ڈیٹا اور اِس طرح کے دیگر مواد پر مشتمل ہو۔

3۔ اہم چیزیں ہائی لائٹ کرنے کے لیے مختلف رنگوں کے مارکرز استعمال کریں۔ اِس سے آپ کو امتحانات کے دوران اہم اور ضروری باتوں کو یاد رکھنے میں مدد ملے گی۔

4۔ اہم اور ضروری حوالہ جات بھی لازمی درج کرت جائیں۔

5۔ اپنے نوٹس کو باقاعدگی سے اپ ڈیٹ کرتے رہیں۔

انٹرویو کا تجربہ

جب میں انٹرویو کے لیے کمرے میں داخل ہوا تو جناب چیئر مین نے مجھے خوش آمدید کہا جس سے مجھے نارمل رہنے میں مدد ملی۔ جناب چیئر مین نے مجھ سے انٹرنیشنل ریلیشنز سے متعلق سوالات کیے، پھر جمہوریت کا موضوع بھی زیر بحث آیا۔ کچھ سوالات میرے اختیاری مضامین سے متعلق تھے۔ انٹرویو کا کم و بیش 40 فیصد حصہ میرے کمانڈ ٹاسک سے متعلق تھا۔ پینل کے دیگر ارکان نے مجھ سے میرے آبائی شہر، بین الاقوامی تنظیموں، علمی امن اور حالات حاضرہ پر سوالات پوچھے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں آدھے سوالوں کے جوابات نہیں دے سکا تھا۔ تاہم میں نے خود اعتمادی سے کام لیا اور تکے لگانے سے گریز کیا۔ جن سوالوں کے جوابات مجھے معلوم نہ تھے میں نے اُن کے حوالے سے اپنی کم علمی کا برملا اعتراف کیا۔ میرے انٹرویو کی خاص بات یہ تھی کہ جب میں جوابات نہیں دے پا رہا تھا تو پینل ارکان نے ٹوکن سوالات پوچھنا شروع کر دیے۔ یہ میرے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ تھا۔ اُنھوں نے کل آٹھ ایسے سوالات کیے اور اللہ کے فضل سے میں نے سب کے درست جوابات دیے۔ مجموعی طور پر یہ ایک اچھا تجربہ تھا۔

انجینئرنگ کے شاہکار
حیرت انگیز پُل

تعمیراتی دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک انجینئرنگ کا شاہکار موجود ہے، جس میں پُل بھی شامل ہیں۔ درحقیقت دنیا بھر میں ہزاروں میل پر پھیلے پُل نہ صرف ایک حصے کو دوسرے سے جوڑتے ہیں بلکہ طویل فاصلہ جلد طے کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم دنیا کے چند ایسے شاندار پلوں کا ذکر کرنے جارہے ہیں جو تعمیراتی آرٹ کا ایسا نمونہ ہیں کہ وہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو حیرت میں مبتلا کردیتے ہیں۔

1۔ہینڈرسن ویوز برج(Henderson Waves Bridge)

118فٹ (36میٹر) کی لمبائی کے ساتھ ہینڈرسن ویوز برج سنگاپور کا بلندترین ’پیڈسٹرین برج‘ قرار دیا جاتا ہے۔ اِس کا ڈیزائن امریکا میں قائم آرایس پی آرکیٹیکٹ فرم نے بنایا ہے۔ جنوبی ساحل سے 9 کلومیٹر دور طویل پگڈنڈی پر واقع یہ پُل سنگاپور کے دو اہم پہاڑوں فیبر اور ٹیلوک بلنگاہ ہل پارک کو جوڑتا ہے۔ اتنی اونچائی پر تعمیر کیے جانے کے باوجود یہ پل لینڈسکیپنگ میں کسی قسم کی رکاوٹ بننے کے بجائے قدرتی خوب صورتی میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ اِس پل کا نام ہینڈرسن ویوز(Henderson Waves) رکھنے کے پیچھے بظاہر تو کوئی خاص وجہ نہیں، تاہم اگر کچھ خاص ہے تو وہ پُل کا لہراتا، بل کھاتا تعمیراتی ڈیزائن ہے۔

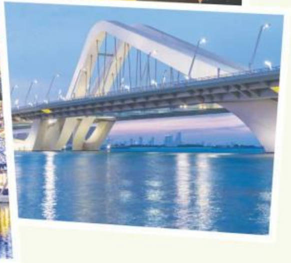

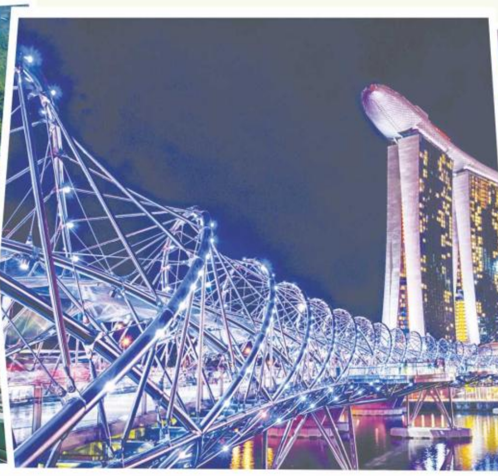

2۔شیخ زید برج(Sheikh Zayed Bridge)

ابوظہبی میں موجود منفرد اور خم دار تعمیراتی ڈیزائن کا حامل شیخ زید برج، شارع شیخ زید بن سلطان النہیان کا حصہ ہے۔ یہ پُل ابوظہبی میں موجود تعمیراتی آرٹ کے شاندار نمونوں میں سے ایک تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ ابوظہبی اور سادیت جزیروں کو ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ تعمیراتی ڈھانچے کی بات کی جائے تو یہ پُل 842 میٹر (2267فٹ) لمبا اور تین محرابوں پر مشتمل ہے جنھیں چار گول ستون اور دو اضافی سیٹ سہارا دیے ہوئے ہیں۔ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کی چوڑائی 140 میٹر (460 فٹ) ہے۔ پُل کی محرابیں سٹیل اور کنکریٹ بلاکس کے ساتھ تعمیر کی گئی ہیں۔
اِس کا ڈیزائن تعمیرات کی دنیا کا سب سے اہم پرٹزکرز (Pritzker's) انعام پانے والی عراقی ماہر تعمیرات زاہا حدید کا تیار کردہ ہے۔

3۔ژیانگ جیجی گلاس برج (Zhangjiajie Glass Bridge)

چین کے مرکزی صوبے ہونان میں ’ژیانگ جیجی‘ کے مقام پر نیشنل پارک میں 11ہزار 900 ایکڑ رقبے پر گلاس برج تعمیر کیا گیا ہے، جو ’اوتار‘ (جہاں ہالی ووڈ کی کامیاب فلم اوتار فلمائی گئی) نامی دو پہاڑی چوٹیوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ ژیانگ جیجی گلاس برج کو دنیا کا سب سے بلند پُل سمجھا جاتا ہے۔ اِس کا تعمیراتی ڈیزائن مشہور آرکیٹیکٹ ہیم دوتان نے تیار کیا ہے۔ 430 میٹر کی بلندی اور 300 میٹر گہری کھائی میں واقع اِس پُل کی تعمیر کے لیے ٹائیٹینیم الائے(Titanium alloy) نامی مضبوط ترین شیشہ کا انتخاب کیا گیا ہے، جو اتنا شفاف ہے کہ ہزاروں فٹ نیچے کا منظر صاف دکھائی دیتا ہے۔ پل کی تعمیر میں 120 سے زائد گلاس پینل میٹل فریم کے ساتھ نصب کیے گئے ہیں۔ ہر پینل 2انچ کی سخت تہ والے ٹیپمرڈ گلاس سے تیار کیا گیا ہے۔

4۔ریالٹو برج(Rialto Bridge)

موجودہ دور میں ریالٹو برج کو دنیا کے سب سے قدیم پُلوں میں سے ایک مانا جاتا ہے۔ اِس کی تعمیر اٹلی کے مشہور تاریخی شہر وینس میں گرینڈ کینال پر کی گئی جو کہ شہر کا ایک پُرکشش مقام ہے۔ ریالٹو پل سان پولو اور سان مارکو کے علاقوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ اِس کا تعمیراتی ڈیزائن اٹلی کے مشہور انجینئر نکولو باراٹائری کا تیار کردہ ہے۔ اِس پُل کو مختلف ادوار میں کئی بار منہدم کرکے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ 1524ء میں آخری مرتبہ اِس پل کی تعمیر نو کی گئی۔

5۔ہیلکس برج(Helix Bridge)

مرینا کے مقام پر واقع ہیلکس برج، سنگاپور کے قلب کے گرد گھومتا ایک جدید تعمیراتی شاہکار ہے، جو مرینا سینٹر اور مرینا ساؤتھ کو آپس میں ملاتا ہے۔ اِس پل کی تعمیر 2010ء میں مکمل کی گئی۔ اِس پُل کو آسٹریلیا اور سنگاپور کے تعمیراتی ماہرین نے مل کر ڈیزائن کیا۔ اِس کے ڈیزائن کا مرکزی نقطہ ڈبل ہیلکس کے ڈی این اے ماڈل پر مبنی ہے اور یہی وہ خاصیت ہے جو اِس پل کو دنیا کے دیگر تمام پلوں سے منفرد بناتی ہے۔
انسانی ڈی این اے کی چار بنیادوں سائٹوسن، گوانائن، ایڈنائن اور تھائمین کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہیلکس برج کو بھی چار حصوں میں برقی قمقموں سے منقسم کیا گیا ہے۔ رات کے وقت جب اِس پُل کو ایل ای ڈی لائٹس کی مدد سے روشن کیا جاتا ہے تو یہ ایک بہترین نظارہ پیش کرتا ہے۔ اپنی تعمیراتی خصوصیات اور منفرد ڈیزائن کے باعث یہ پُل اب تک کئی اعزازات بھی اپنے نام کرچکا ہے۔

JAHANGIR'S
World Times
PUBLICATIONS

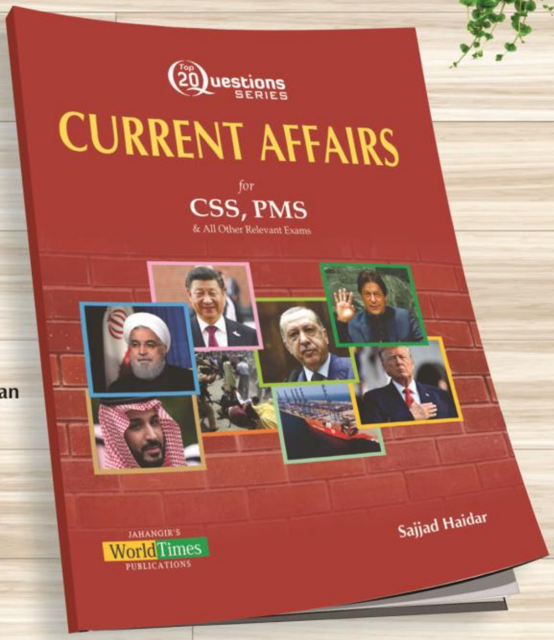

Highlights

- Current Good Governance & Corruption Issues
- Financial Action Task Force (FATF) & NAP
- Economic Challenges of Imran Administration
- Pakistan's Relations with US, China, India & Afghanistan
- Kashmir Dispute after August 5, 2019
- Middle East Crisis after Saudi Oil Attacks
- Afghan Peace Process
- CPEC, OBOR & Hong Kong Protests 2019
- Hybrid Warfare & Role of Social Media
- Globalization vs. Trump's Trade Wars
- Climate Change & Global Warming

... & much more

Top 20 Questions SERIES

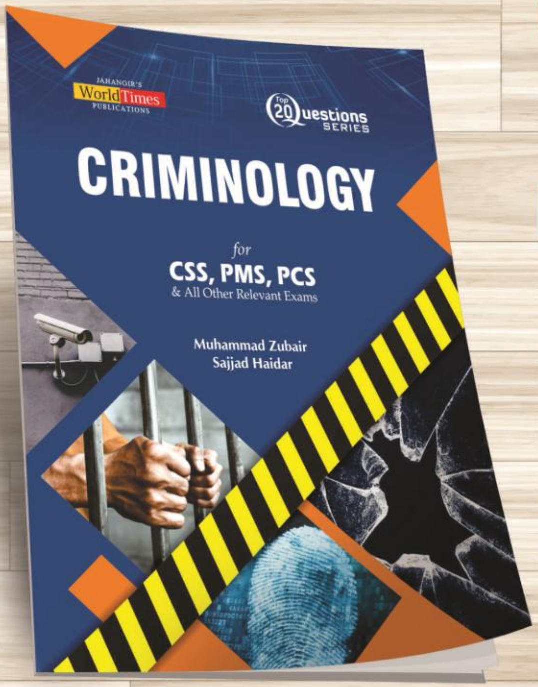

Highlights

- Introduction and Understanding Criminology
- Crime and Criminality
- Sociological or Social Theories of Crime
- Islamic Perspective on Deviance and Crime
- Probation and Parole in Pakistan
- Techniques of Investigations
- Terrorism, Radicalism and War on Terror
- Gender and Crime
- Money Laundering & Cybercrime

... & much more

Available at:

Lahore	Rawalpindi	Multan	Karachi	Hyderabad
37220879	5539609	0335-9426777	32765086	2780128

ابوالقاسم زہراوی

حرا بتول

عظیم مسلمان سائنس دان کے علمِ جراحت اور یورپ پر احسانات

سپین کے مشہور حکمران عبدالرحمان الناصر نے اپنے دارالسلطنت قرطبہ سے چار میل کے فاصلے پر ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا اور اُس کا نام اپنی ملکہ زہرا کے نام پر ''قصرِ زہرا'' رکھا تھا۔ رفتہ رفتہ اُس قصر کے گرد اعیان سلطنت اور دوسرے لوگوں نے اپنے مکان بنا لیے اور وہاں ایک علیحدہ شہر بس گیا جو ''الزہرا'' کے نام سے موسوم ہوا۔ یہی ذیلی شہر ابوالقاسم خلف بن عباس کی جائے پیدائش تھا اور اسی شہر کی نسبت سے ''زہراوی'' لقب اِس کے نام کا جزو بن گیا۔

ابوالقاسم زہراوی کے آباء واجداد اُندلس ہی کے رہنے والے تھے۔ اِس کی ولادت 936ء کے لگ بھگ عبدالرحمان الناصر ہی کے عہد میں ہوئی جو شاہان اُندلس میں آٹھواں فرمانروا تھا۔ اُس کے عہد میں اُندلس کا دارالسلطنت قرطبہ اپنی عظمت کے اوج پر پہنچا ہوا تھا۔ اِس کی شان وشوکت کا اندازہ اِس امر سے ہوسکتا ہے کہ اِس میں 3800 مسجدیں، 60000 سربفلک عمارتیں، عام لوگوں کے دو لاکھ مکانات، 8000 دکانیں اور 700 حمام تھے۔ قرطبہ کی آبادی 10 لاکھ باشندوں پر مشتمل تھی جس کے لیے 50 سرکاری ہسپتال موجود تھے۔ قرطبہ کی شاہی لائبریری میں دو لاکھ سے زائد کتابیں تھیں۔ قرطبہ یونیورسٹی اُس زمانے میں مغرب کی عظیم ترین یونیورسٹی تھی جہاں مختلف مضامین کے جلیل القدر علما تعلیم وتدریس اور تحقیق وتالیف میں مصروف رہتے تھے۔

یہی وہ ماحول تھا جس میں ابوالقاسم زہراوی نے اپنا لڑکپن اور جوانی گزاری۔ اِس کے کمال فن کو دیکھ کر یہ اندازہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے کہ اُس نے اِس علمی ماحول سے پورا فائدہ اُٹھایا اور طب میں، جو اِس کا خاص مضمون تھا، کامل مہارت حاصل کی۔

اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد وہ قرطبہ کے شاہی شفاخانے کے ساتھ منسلک ہوگیا اور یہاں اُس نے اُس عملی تحقیق کا آغاز کیا جس نے تھوڑے ہی عرصے میں اُس کو جدید علم الجراحت کا موجد اور اپنے زمانے کا سب سے بڑا سرجن بنادیا۔

موجودہ زمانے میں علمِ علاج کے جو دو طریقے یعنی دوا سے علاج (میڈیسن) اور جراحت سے علاج (سرجری) ہسپتالوں میں مروج ہیں، اِن سے متعلق یہ خیال عام ہے کہ اگرچہ مغربی طب، یعنی ایلوپیتھی دیسی طب ہی کا چربا ہے، مگر جراحت یعنی سرجری خاص مغربی ڈاکٹروں کی چیز ہے جس میں کوئی اُن کا ہم سر نہیں ہے۔ لیکن اِس خیال کے پھیلنے کی وجہ محض

> اُندلس کی اسلامی سلطنت کے بعض نامور سائنس دان بلاشبہ اپنے اپنے فن میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے لیکن شاید اُس دور کی سب سے عظیم شخصیت، جس کے کمال کا لوہا صدیوں تک اہل مغرب مانتے رہے، ابوالقاسم خلف بن عباس زہراوی ہے۔

یہ ہے کہ ہمارے عوام اسلامی دور کے عظیم سرجن ابوالقاسم زہراوی کے نام اور اُس کے کارناموں سے واقف نہیں، ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ابوالقاسم زہراوی ہی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے اہل یورپ کو سرجری کے فن سے روشناس کرایا۔

ابوالقاسم زہراوی سرجری میں جو نادر آپریشن انجام دیتا تھا، اپنے روز افزوں تجربے سے اِس فن میں جو نئی نئی راہیں دریافت کرتا تھا، آپریشن کرنے کے لیے اپنی نگرانی میں جو نئے نئے آلات بنواتا تھا، اُن سب کی تفصیل وہ احاطہ قلم میں بھی لاتا جاتا تھا، یہاں تک کہ اُس کے قلم سے عملی سرجری پر ایک یگانہ روزگار تصنیف ظہور میں آ گئی جو صدیوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں سرجری کی واحد معیاری کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ ابوالقاسم زہراوی کی اِس کتاب کا نام تصریف ہے۔ یہ پوری کتاب علمِ علاج کی دوشاخوں، طب یعنی میڈیسن اور جراحت یعنی سرجری پر مشتمل ہے لیکن اِس کا سب سے اہم حصہ سرجری کا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس سے پہلے طب یعنی میڈیسن پر تو عربی میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھیں لیکن جراحت یعنی سرجری پر اعلیٰ معیار کی پہلی مفصل کتاب تصریف ہی تھی۔ اپنی خاص افادیت کے باعث تصریف کے حصہ سرجری کی اشاعت اِتنی زیادہ ہوئی اور اِس کے ترجمے اتنی تعداد میں چھپے کہ عام طور پر جب ابوالقاسم زہراوی کی تصریف کا ذکر آتا ہے تو اُس سے تصریف کی سرجری کی کتاب ہی مراد ہوتی ہے۔

تصریف تین بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ اِس کا پہلا حصہ داغ دینے سے متعلق ہے جو ازمنہ وسطیٰ کے بعض امراض کے علاج میں برتا جاتا تھا۔ تصریف کے دوسرے اور تیسرے حصے

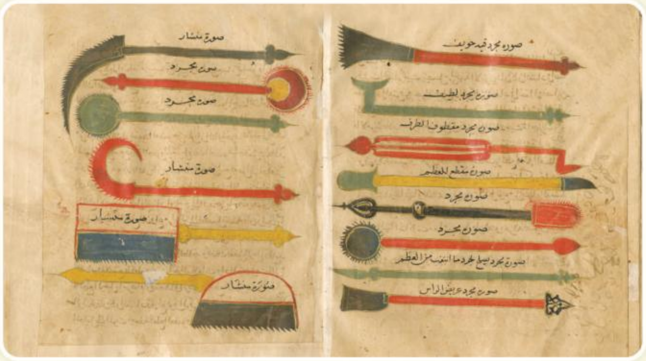

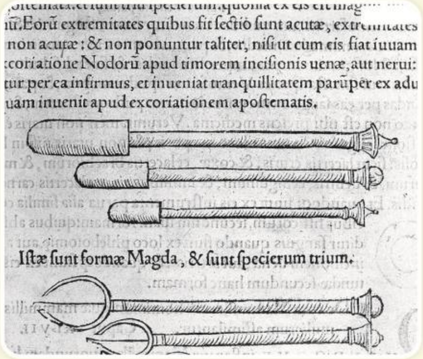

میں عملی جراحت کا بیان ہے اور یہی اِس کتاب کے اہم ترین حصے ہیں۔ اِن میں دانت نکالنے، آنکھوں کا آپریشن کرنے، حلق کا کوا کاٹنے، مثانے میں سے پتھری نکالنے، بواسیر کے مسوں کو کاٹنے، ٹوٹی ہڈی کو جوڑنے، اُترے ہوئے جوڑوں کو چڑھانے، ماؤف عضو کاٹنے اور ہر قسم کے پھوڑوں کو چیرنے کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ کتاب کا ایک خاص حصہ حمل اور پیدائش سے متعلق ہے۔ مختصر یہ کہ جراحت میں 90 فیصد جن اعمال سے ایک سرجن کو سابقہ پڑتا ہے، اُن میں سے ہر کسی کی تفصیل اِس تصنیف میں موجود ہے۔ اِن اعمال جراحت کے لیے جن آلات کی ضرورت ہوتی ہے، اُن کی تشریح نہایت خوب صورت تصاویر سے کی گئی ہے۔ اِن آلات میں قاثاطیر یعنی پیشاب خارج کرنے کا آلہ، مقلاع الاسنان یعنی دانت نکالنے کا آلہ، محقن یعنی انیما کرنے کا آلہ، مختلف قسم کے نشتر، قینچی، آری، سرجنوں کی سلائی، زخموں کو سینے کے لیے مختلف شکل کی سوئیاں سبھی شامل ہیں۔ اِن میں سے ہر آلے کی ساخت تصویر کی مدد سے اور طریق استعمال الفاظ کے ذریعے سمجھایا گیا ہے۔

تصریف سے پہلے جراحی پر نہ اِس پائے کی کوئی کتاب لکھی گئی تھی اور نہ علم جراحت سے متعلق اِتنی خوب صورت تصاویر شائع کی گئی تھیں۔ تصریف کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ فاضل مصنف نے اِس میں جا بجا اپنے تجربات کی روشنی میں سرجری سے متعلق ایسی تصریحات کی ہیں جن سے طبی دنیا اِس سے پہلے بے خبر تھی۔

ابوالقاسم زہراوی کا طرزِ بیان عام فہم اور زبان سادہ ہے۔ وہ جس موضوع پر قلم اُٹھاتا ہے، اُس کے تمام رموز اِس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ قاری کے لیے کسی قسم کا اُلجھاؤ باقی نہیں رہتا۔ پھر بعض دیگر طبی مصنفوں کی طرح وہ فلسفیانہ موشگافیوں میں نہیں اُلجھتا بلکہ اپنے فن کے عملی پہلوؤں کو سامنے رکھتا ہے اور صرف اُنھی اُمور کی توضیح کرنا ضروری خیال کرتا ہے جو عملی افادیت کے حامل ہوں۔ اہل مغرب جو مسلمانوں کے ناموں کو بگاڑنے میں خاص مہارت رکھتے ہیں، ابوالقاسم زہراوی کو ابوالکاسس (Abulcasis) البوکاسس (Albucasis) اورالزہراویس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یورپ میں ازمنہ وسطٰی سے لے کر اٹھارویں صدی تک کے تمام مغربی مصنف، جنھوں نے سرجری پر کتابیں لکھیں، ابوالقاسم زہراوی کی فنی قابلیت کے معترف ہیں اور جا بجا اِس کی کتاب سے حوالے دیتے ہیں۔ اُن میں سے بعض نے تو صاف طور پر اِس امر کا اظہار کیا ہے کہ فن جراحت میں زہراوی ایک اُستاد کامل کی حیثیت رکھتا ہے اور اہل یورپ نے سرجری میں جو کچھ حاصل کیا ہے وہ صرف ابوالقاسم زہراوی ہی کی بدولت ہے۔

ابوالقاسم زہراوی کی کتاب تصریف صدیوں تک یورپ کی تمام بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں داخل درس رہی اور مغرب کے سرجن اِس کتاب کے مندرجات کو سند کے طور پر پیش کرتے رہے۔ تصریف کا لاطینی ترجمہ سب سے پہلے وینس سے پندرھویں صدی کے اواخر میں شائع ہوا۔ اِس کے بعد اِس کے متعدد لاطینی ایڈیشن یورپ کے مختلف اشاعتی مراکز سے شائع ہوئے۔ اِس کا سب سے عمدہ لاطینی ایڈیشن، جس میں عربی کتاب کی اصل تصویریں بھی نہایت آب وتاب سے چھاپی گئی تھیں، سولھویں صدی کے وسط کے قریب باسل میں طبع ہوا۔ باسل ایڈیشن کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اِس میں اصل عربی کتاب اور اِس کا لاطینی ترجمہ دونوں ایک ہی جلد میں شامل تھے۔ یورپ میں اِس کتاب کی مقبولیت انیسویں صدی کے آخر تک بھی باقی تھی۔ یورپ کے فضلا نے تصریف کو محض اپنی زبانوں میں منتقل کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان میں سے بعض نے اِس کتاب پر شرحیں بھی لکھی تھیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ابن سینا کی کتاب القانون، بصری کی کتاب الحیوان اور ابوالقاسم کی جراحی، سترھویں صدی عیسوی تک یورپ میں نصابی کتب کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں۔ اِن کتابوں میں انسانی دماغ اور اعصاب کی تصاویر بنی تھیں۔

ابن سوری کی کتاب میں خشک جڑی بوٹیوں کی رنگین تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ یہ عربوں کی پہلی رنگین مصوری کتاب قرار دی گئی۔

کاغذ کی صنعت کو اوج کمال پر پہنچانے والے اہل شاطبہ ہیں۔

الجبرا خصوصی طور پر مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ الجبرا کے بعد چھپائی کی مشین اور مطابع کے پہلے موجد مسلمان سائنس دان ہیں۔

دوران خون کا جدید نظریہ ولیم ہاروے سے منسوب کیا جاتا ہے، حالاں کہ اُس سے بہت پہلے ابن النفیس نے نظریہ پیش کیا تھا۔

ابوالقاسم زہراوی نے مثانہ کی پتھری نکالنے کے لیے جسم کا جو مقام آپریشن کے لیے تجویز کیا تھا، آج تک اُسی پر عمل ہو رہا ہے۔

محمد بن ذکریا رازی دنیا کے پہلے طبیب ہیں جنھوں نے تپ دق (ٹی بی) کا علاج اور چیچک کا ٹیکا ایجاد کیا تھا۔

مسلمانوں کی ایک بڑی ایجاد علم مثلثات (ٹرگنومیٹری) ہے۔

حکم بن ہاشم (ابن المقنع) نے ایک مصنوعی چاند بنایا تھا جو ماہ نخشب کے نام سے مشہور تھا۔ یہ نخشب نامی کنویں سے طلوع ہوتا تھا اور تقریباً دوسو مربع میل کا علاقہ منور کرتا تھا۔

ابراہیم الفزازی، خلیفہ منصور کے عہد کا پہلا مسلمان سائنس دان انجینئر تھا۔ جس نے پہلا اصطرلاب (Astrolabe) تیار کیا تھا۔ ابن سینا کے اُستاد ابوالحسن نے پہلی دوربین ایجاد کی تھی۔ حسن الزاح نے راکٹ سازی کی طرف توجہ دی اور اِس میں تارپیڈو کا اضافہ کیا۔

Our Newest Publications

Highlights

- Structure of Essay
- Essay Outlines
- Introductions & Conclusions
- Transitions & Connectives In Essay Writing
- Ingredients for Writing a Good Essay
- Topic-wise Quotations

... & much more

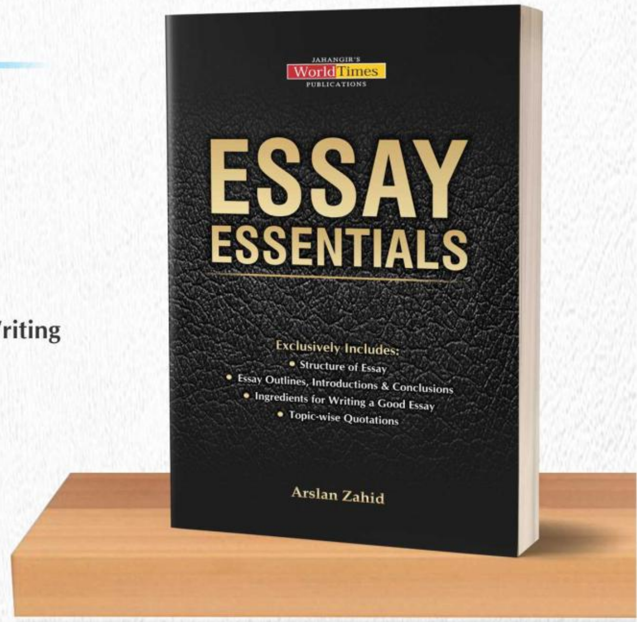

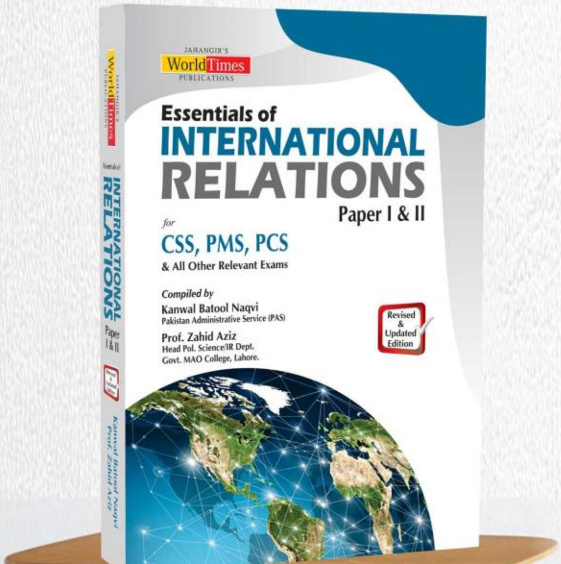

Highlights

- Introduction to International Relations
- Theories & Approaches
- International Political Community
- International Relation between World Wars
- International & Regional Organizations
- Foreign Policies of Selected Countries
- Weapons of Mass Destruction
- Contemporary Issues

... & much more

Revised & Updated Edition

Available at:

Lahore	Rawalpindi	Multan	Karachi	Hyderabad
37220879	5539609	0335-9426777	32765086	2780128

عالمی نقشہ پر رونما ہونے والے نئے ممالک
دو دہائیوں کے عرصے میں قائم ہونے والے ممالک
01 جنوبی سوڈان جولائی 2011
02 کوسووہ فروری 2008
03 مونٹینیگرو جون 2006
04 سربیا جون 2006
05 مشرقی تیمور مئی 2002
06 پالاؤ اکتوبر 1994
07 ارتریا اپریل 1993
08 چیک و سلوواکیا جنوری 1993

اُردو زبان میں چھتیس حروفِ تہجی اور سینتالیس آوازیں ہیں
زبانوں میں موجود حروف تہجی کی تعداد
29
33
21
26
46
-
28
26
spanich
history
русский
GRAPHIC
italiano
français
日本語
中国
العربية
English
Wordcounter
روسی
10 صوتی حروف پر مشتمل ہے
فرانیسی
انگلش سے مشابہت رکھتی ہے
ہسپانوی
4 ایسے حروف شامل ہیں جو انگلش میں استعمال نہیں ہوتے
اطالوی
بعض اوقات دوسری زبانوں کے حروف استعمال میں آتے ہیں
جاپانی
لکھائی کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ کانجی اور کانا
عربی
بہت سی زبانوں کو متاثر کرنیوالی زبان
انگلش
پہلے 27 حروف پر مشتمل تھی
چینی
حروف کی بجائے الفاظ اور رموز پر مشتمل ہوتی ہے

بلال زبیر

3rd in Punjab, PMS 2018-19

"میں ورلڈ ٹائمز انسٹیٹیوٹ کے فیکلٹی ممبران سے مسلسل رہنمائی لیتا رہا ہوں۔ اُن کی رہنمائی کی بدولت میرا اِس امتحان میں کامیابی کا سفر کہیں آسان ہوگیا۔"

ورلڈ ٹائمز: سب سے پہلے تو آپ ورلڈ ٹائمز کے قارئین کے لیے اپنے تعلیمی کریئر بارے کچھ بتائیں۔

بلال زبیر: میں نے اپنے شہر میں واقع دی سٹی سکول سے میٹرک کیا۔ پھر پنجاب کالج آف سائنس سے سکالرشپ پر انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ بعدازاں میں نے یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، سے بی ایس سی انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔

ورلڈ ٹائمز: ورلڈ ٹائمز انسٹیٹیوٹ نے آپ کی کامیابی کے سفر میں کس طرح آپ کی مدد کی؟

بلال زبیر: میں ورلڈ ٹائمز انسٹیٹیوٹ کے فیکلٹی ممبران سے مسلسل رہنمائی لیتا رہا ہوں۔ یہ تمام لوگ پروفیشنلز ہیں اور PMS کے تحریری امتحان اور انٹرویو کے حالیہ سالوں کے ٹرینڈز سے بخوبی واقف بھی ہیں۔ اُن کی رہنمائی کی بدولت میرا اِس امتحان میں کامیابی کا سفر کہیں آسان ہوگیا۔

ورلڈ ٹائمز: PMS کے لازمی مضامین خصوصاً جنرل نالج (General Knowledge) پیپر میں کامیابی کے لیے کیا حکمت عملی اپنائی جانی چاہیے؟

بلال زبیر: میں سمجھتا ہوں کہ اُمیدواران کو متعلقہ کتب، میگزینز اور اخبارات میں چھپنے والے آرٹیکلز کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ اُنھیں اپنے مضامین میں ہونے والی حالیہ پیش رفت، ترقی اور ریسرچ سے آگاہ رہنا چاہیے۔ میگزینز خصوصاً ورلڈ ٹائمز کا مطالعہ اور الیکٹرونک میڈیا پر خبریں اور ٹاک شوز سننا آپ کے علم میں خاطرخواہ اضافہ اور قابل قدر وسعت کا باعث بنتا ہے۔

ورلڈ ٹائمز: PMS کے تحریری امتحان میں اچھے نمبر حاصل کرنے کے لیے کیا حکمت عملی اپنائی جائے؟

بلال زبیر: سب سے پہلے تو آپ کو سوال کو مکمل طور پر سمجھنا چاہیے کیوں کہ پھر اُسی مناسبت سے جواب تحریر کرنے سے آپ کو اچھے نمبر حاصل کرنے میں آسانی ہوگی۔ مزید برآں جلی سرخیوں اور حقائق اور اعدادوشمار سے مزین کرنے سے آپ کے جواب کو چار چاند لگ جائیں گے۔

ورلڈ ٹائمز: کسی سوال کا متاثر کن اور اچھے نمبر دینے والا جواب کتنے صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے؟

بلال زبیر: اِس کی کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔ کسی بھی سوال کا جواب یہ دیکھ کر دیں کہ پوچھے گئے موضوع کے کس پہلو کو کتنا وقت دینا ضروری ہوگا۔ غیرضروری اور غیرمتعلقہ مواد سے اجتناب کرتے ہوئے محض متعلقہ مواد ہی پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔

ورلڈ ٹائمز: Essay پیپر کے لیے آپ کی سٹریٹجی کیا تھی؟

بلال زبیر: PMS امتحان میں مضمون لکھتے ہوئے درست موضوع کا انتخاب نہایت اہم ہوتا ہے۔ میں نے ایسے موضوع کا انتخاب کیا جس پر مکمل عبور کا مجھے یقین تھا۔ اِس کے بعد میں نے ایک مختصر مگر جامع آؤٹ لائن بنائی جو اُس موضوع پر میرے نظریات اور خیالات کی عکاس تھی۔ اِس میں میرے اُن دلائل کا سرسری سا ذکر تھا جو میں آگے مضمون میں لکھنے والا تھا۔ انٹروڈکشن سے لے کر Conclusion تک میں نے پوری طرح موضوع سے منسلک رہتے ہوئے ایک مربوط اور منظم مضمون لکھا۔

انٹرویو کا تجربہ

میرا انٹرویو کا تجربہ بحیثیت مجموعی اچھا رہا۔ مجھ سے ایسے سوالات پوچھے گئے جن میں کسی موضوع پر میری رائے طلب کی گئی تھی۔ اور میں نے سبھی کے جوابات پورے اطمینان اور اعتماد سے دیے۔ پھر کچھ سوالات میرے اختیاری مضامین سے متعلقہ بھی تھے جن کے میں نے پینل ارکان کی توقع سے بڑھ اچھے جوابات دیے۔

Rapid Fire

Your inspiration	My Father
Attempts	01
Schooling medium	English
Your qualification	BSc(Industrial & Manufacturing Engineering)
Alma mater(s)	University of Engineering & Technology, Lahore
Your study schedule	5-6 hours a day
Your sources	Recommended books, newspapers, magazines and internet
Your strength	Logical argumentation and persistence
Hobbies & activities	Playing sports, going out with friends
Fave personality	Elon Musk
Fave book	"The Kite Runner" *by* Khaled Hosseini
Fave quote	"Your attitude, not your aptitude, will determine your altitude." — Zig Ziglar
Secret of your success	Sincere effort and sound planning
Your role model	My mother

ورلڈ ٹائمز: چوں کہ جنرل نالج پیپر میں کامیابی حاصل کرنا بہت سے لوگوں کے لیے ایک خواب ہی رہ جاتا ہے تو آپ نے اِس میں کامیابی کے لیے کیا طریقہ اپنایا تھا؟

بلال زبیر: جنرل نالج کی تیاری کے لیے میرا بنیادی ذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے سابقہ سالوں کے پیپرز تھے۔ میں نے تمام دستیاب پیپرز حل کرنے کی کوشش کی۔ اِس کے علاوہ میں باقاعدگی سے اخبارات اور مؤقر میگزینز جیسا کہ دی اکانومسٹ اور ورلڈ ٹائمز کا مطالعہ بھی کرتا رہا۔ پھر میں نے ورلڈ ٹائمز پبلیکیشنز کی Who is Who اور What is What سے بھی کافی مدد حاصل کی۔

ورلڈ ٹائمز: آپ کے خیال میں اختیاری مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے کن عوامل کو مدنظر رکھنا چاہیے؟

بلال زبیر: میری رائے میں اختیاری مضامین کا انتخاب کرتے وقت ایک امیدوار کو دو بنیادی چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ ایک تو یہ کہ اُس کی اپنی دلچسپی اور دوسرا اُس مضمون میں اپنا تعلیمی پس منظر۔ یہ اُسے تیاری کے لیے دستیاب مواد کو سمجھنے اور سوالوں کے مربوط اور واضح انداز میں جواب دینے میں مدد دے گا۔

ورلڈ ٹائمز: آپ کے خیال میں اختیاری مضامین کے پیپرز کے لیے اُمیدوار کو اُردو میں لکھنا چاہیے یا میڈیم صرف انگریزی ہی ہونا چاہیے؟

بلال زبیر: اگر کوئی اُمیدوار یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے دلائل اور مؤقف کی انگریزی میں زیادہ مؤثر وضاحت کرسکتا ہے تو اُسے انگریزی کا ہی انتخاب کرنا چاہیے۔ پھر بھی یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کس زبان میں زیادہ آسانی محسوس کرتے ہیں۔

ورلڈ ٹائمز: انٹرویو میں عموماً اُمیدوار کو پینل ارکان کی جانب سے Grilling کا سامنا کرنا پڑتا ہے، آپ نے اُسے کیسے ہینڈل کیا؟

بلال زبیر: میں نے پوری طرح مطمئن، خود اعتماد اور پرسکون رہتے ہوئے سوالات کے مختصر مگر جامع جوابات دینے کی ہر ممکن کوشش کی۔ میرے خیال میں ایک اُمیدوار کو ایسی صورت میں پرسکون، مطمئن اور پراعتماد رہنا چاہیے۔ اس طرح وہ کسی بھی قسم کی پریشانی کا شکار نہیں ہوگا اور تمام سوالات کے جوابات عمدگی سے دے گا۔

ورلڈ ٹائمز: آپ کی کامیابی کا کریڈٹ کس کو جاتا ہے؟

بلال زبیر: سب سے پہلے تو میں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے اِس کامیابی سے ہم کنار کیا۔ اِس کے بعد میری اِس کامیابی کا کریڈٹ میری دادی اماں، والدین، اساتذہ اور میرے دوستوں کو جاتا ہے جنھوں نے قدم بہ قدم اِس سفر میں میری رہنمائی کی اور ساتھ دیا۔

نئے اُمیدواران کو مشورہ

نئے اُمیدواران کو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بڑے خواب دیکھیں اور پھر اُن کو پانے کی جستجو میں ثابت قدم رہیں۔ ثابت قدمی، استقامت اور ذہانت کا درست استعمال ہی PMS امتحان میں کامیابی کی ضامن صلاحیتیں ہیں۔

JAHANGIR'S
World Times
PUBLICATIONS

M. IKRAM RABBANI

INTERNATIONAL RELATIONS

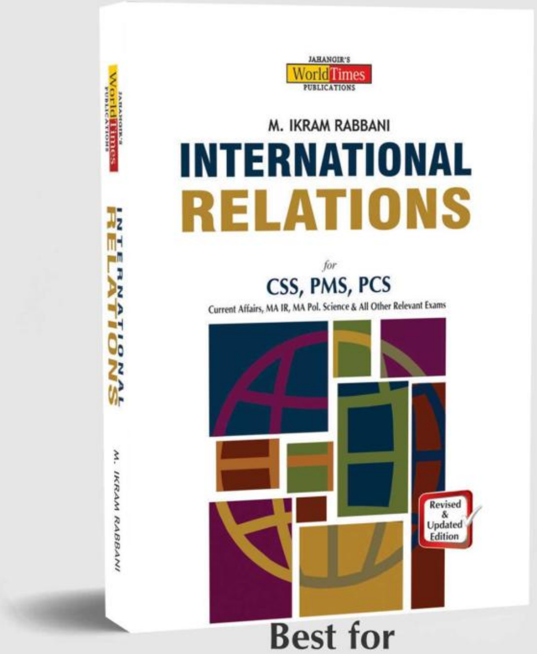

Best for
CSS, PMS, PCS
Current Affairs, MA IR, MA Pol. Science
& All Other Relevant Exams

BESTSELLERS

by Shamshad Ahmad
Former Foreign Secretary

PAKISTAN AND WORLD AFFAIRS

The Story of Pakistan is one of Remorseless Tug and Pull

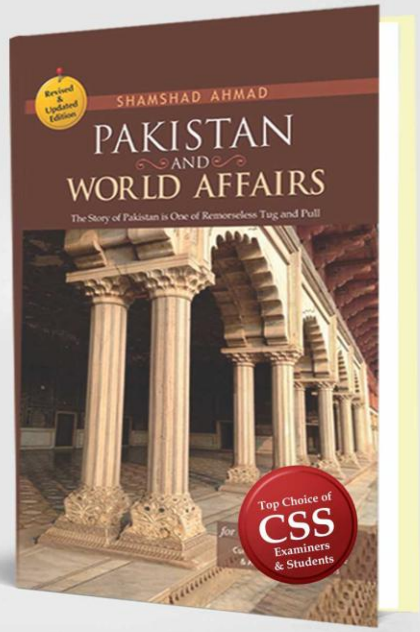

A must read for those appearing in
CSS Interview & CSS, PMS Exams

Buy online: www.jbdpress.com, www.jworldtimes.com

اسلام اور مغرب

فاصلے بڑھ رہے ہیں؟

1990ء کی دہائی نے عالمی نظام کے دو مغربی نظریات کو متصادم ہوتے دیکھا۔ اپنے بہت زیادہ زیرِ بحث رہنے والے مضمون میں سیموئل ہنٹنگٹن نے ثقافتی وتہذیبی تصادم کی اصطلاح میں عالمی نظام کی حرکیات کو بیان کیا۔ اُنھوں نے دنیا کی بڑی تہذیبوں کا تصور یکساں اور خود انحصار اکائیوں کی صورت میں پیش کیا اور استدلال کیا کہ اِن کا تصادم ناگزیر ہے۔ اُنھوں نے اسلامی اور مغربی تہذیبوں کو دو بنیادی حریف قرار دیا جو عالمی نظام کا مستقبل تشکیل دیں گے۔ اُنھوں نے کچھ انوکھے انداز میں چینی اور اسلامی تہذیب کو مغرب کے خلاف باہم متحد کے طور پر پیش کیا۔ اُنھوں نے متنبہ کیا کہ اگر یہ چینی، اسلامی اتحاد دنیا پر غالب آتا ہے تو اِس سے مغربی تہذیب کا خاتمہ ہوجائے گا۔

اس منظرنامے کی مخالفت فوکویاما کی ''تاریخ کا خاتمہ''(End of History) میں کی گئی کہ جس میں بہترین سیاسی نظام کی انسانی تلاش بالآخر آزادخیال مغربی جمہوری نظام کے ساتھ اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی ہے۔ مختلف معاشرے اِس نظام پر مختلف انداز میں ردعمل تو دکھائیں گے لیکن آخرکار اِس میں ڈھلنے کے سوا اُن کے پاس کوئی چارہ نہ ہوگا۔ فوکویاما نے مسلم دنیا کو سخت گیرترین عالمی تہذیب کے طور پر پیش کیا جو آزاد خیال عالمی نظام کی ترغیبات اور ہدایات کے خلاف مزاحمت کر رہی ہے۔

ہنٹنگٹن نے ہر تہذیب کو جداگانہ اور ممکنہ طور پر متصادم اکائیوں کی حیثیت سے اپنے مخصوص راستوں پر سفر کرتا دیکھا۔ فوکویاما نے تمام عالمی ثقافتوں اور تہذیبوں کی آزادخیال جمہوری نظام میں مرحلہ وار مل جانے کی پیشن گوئی کی۔ ہنٹنگٹن کے مقابلے میں زور باہمی انتشار پر رہا، اور اُن کے دائیں بازو کے ترجمانوں نے امریکی پالیسی سازوں کے لیے 'بقائے اصلح' (Survival of the fittest) جیسی حکمت عملی کو فروغ دیا جس نے افغان اور عراق جنگوں میں امریکا کو بہت نقصان پہنچایا۔ اوباما انتظامیہ نے خود کو ایسی مہم جوئیوں سے دُور رکھا، لیکن ناقدین کے مطابق، ایک تزویراتی خلا پیدا کر دیا۔

> کیا اسلامی اور مغربی معاشرے ایک دوسرے کے قریب آرہے ہیں یا اُن کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں؟ عالمگیریت کے اِس دور میں سخت گیر ثقافتی وتہذیبی حدود کے کمزور پڑنے کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلامی اور مغربی معاشروں کے درمیان سیاسی ونظریاتی تفریق سے پیدا ہونے والی خلیج گہری ہوتی جارہی ہے اور ایک دانش مندانہ اور تخلیقی مکالمے کو آگے بڑھانا مشکل ہوتا جارہا ہے۔

فوکویاما کے تاریخ کا خاتمہ نامی مقالے کا ذیلی موضوع ایک نقطے پر ارتکاز تھا اور اُنھوں نے ثقافتوں کی گوناگونی کو محض ایک یکساں اور واحد عالمی نظام کے قالب میں رہنے اجازت دی۔ مختصراً یہ کہ فوکویاما اصرار کر رہے تھے کہ روشن خیال جدیدیت ہی واحد حقیقی سچائی، ایک عالمی ثقافت اور ایک عالمی نظام ہے اور رہے گا۔ اکیسویں صدی میں عالمی نظام پر اُن کا ہیگلی (Hegelian) مطالعہ دنیا کی مختلف ثقافتی روایات کو ایک بڑے نظام کے ماتحت دیکھتا ہے۔

1990ء کی دہائی انتشار وارتکاز دونوں کا احساس رکھتی تھی، اِس کا انحصار اِس بات پر ہے کہ آپ کیسا مستقبل دیکھنا چاہتے ہیں۔ تب سے اب تک ایک مختلف تصویر اُبھر چکی ہے۔ عالمی نظام کی تبدیل ہوتی حرکیات کو نہ ہی پرتشدد نظام بیان کرتا ہے اور نہ ہی جامع ارتکاز۔ اِس کے بجائے عالمی وعلاقائی مسائل پر باہمی انحصار اور کثیرالجہتی (Multilateralism) کا گہرا تعلق نظر آتا ہے۔

ہنٹنگٹن کے برخلاف تہذیبیں ایک جیسی خصلتیں رکھنے والا کردار نہیں ہیں اور سخت گیر اکائی تو ہرگز نہیں۔ تہذیبی شناخت اور اِس سے وفاداری نے اپنی اہمیت برقرار رکھی۔

مختلف سطح پر عوام خود کو یورپی، چینی یا افریقی کی حیثیت سے شناخت کرتے ہیں۔ اِسے انسانیت کی گوناگونی کے ذریعے کی حیثیت سے قبول کرنا چاہیے۔ تہذیبی شناخت اور ثقافتی روایات کو عالمی اقدار کے نام پر چھوٹا کرنا یا گھٹانا نہیں چاہیے۔

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ تیز رفتار عالمگیریت (Globalization)

اور باہمی منتقلی کے اِس دور میں تہذیبی شناخت خود پھیلی ہیں اور یہ کثیر جہتی طور پر کام کرتی ہیں۔ یہ باہمی اتحاد کا سبب بن سکتی ہیں یا پھر تصادم اور مقابلے کی فضا پروان چڑھا سکتی ہیں۔ جیسا کہ ہم شام اور یوکرین کے حوالے سے دیکھ چکے ہیں کہ یہ ایک تہذیبی بلاک میں اکٹھے ممالک جیسا کہ مغربی یا اسلامی ملک مخالف رائے رکھ سکتے ہیں یا مختلف تہذیبی خطوں سے تعلق رکھنے والے کے ساتھ سیاسی اتحاد کر سکتے ہیں۔

انتشار اور ارتکاز کے دونوں نمونے قائدانہ مزاج رکھتے ہیں اور اُنھیں مسترد کرنا چاہیے۔ اِس کے بجائے مختلف تہذیبی شناختوں کی حقیقت کو ایک دوسرے پر انحصار رکھنے والی تکثیریت (Pluralism) کے وسیع تناظر میں قبول کرنا چاہیے۔ عالمگیریت عالمی نظام کے غیر تسلیم شدت تصورات کی حامل ہے جو ایک واحد سیاسی مرکز اور ثقافتی نقطہ نظر سے مرتب کی گئی ہے۔

جیسا کہ 14ویں صدی میں ابنِ خلدون نے کہا تھا کہ شہری ثقافت اور تہذیب بیرونی اثر ورسوخ کے سامنے باہیں کھولے

کھڑی ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ دوسروں کو متاثر کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ تہذیبوں کی بقا تب ہوتی ہے جب وہ اپنی بنیادی اقدار کو محفوظ کرتی ہیں، یہی اُن کے اراکین کو اندرونی خطرات اور بیرونی چیلنجز کے مقابلے پر اپنی عصبیت برقرار رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔ ابنِ خلدون سے پہلے الفارابی نے تہذیب کو نہ صرف ثقافتی اکائی کی حیثیت سے بلکہ مختلف ثقافتوں اور روایات کے عمداً اور عالمی سطح پر ملاپ کے طور پر بھی بیان کیا تھا۔

رومی سے لے کر اسلامی تک تاریخ کی عظیم تہذیبیں ثقافتی، نسلی، مذہبی، سائنسی و جمالیاتی روایات کے باہمی تعامل سے تشکیل پائیں۔ مل جل کر رہنے کا اندلسی تجربہ مذہبی و ثقافتی سرحدوں سے آگے بڑھتے ہوئے عمومی خیر کی مشترکہ قدر تشکیل پایا تھا۔

روشن خیال جدیدیت انسانی تاریخ کو واحد یورپ مرکزی عالمی منظرنامے تک محدود رکھنا چاہتی ہے۔ عالمگیریت جدیدیت سے پہلے کے ثقافتی تعامل (Interaction) کی صورت کو واپس لائی اور اِس نے عالمی تعامل کی نئی صورتوں کو ممکن بنایا۔ اسلامی اور مغربی معاشروں کو اِس عالمی روح کو بحال کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ ہمیں نہ صرف حالاتِ حاضرہ اور عالمی سیاست پر ایک دانش مندانہ مکالمے کی اجازت دے سکتی ہے بلکہ اِس سے بڑھ کر ہم سب کو ایک انسان بناتی ہے۔

اسلام اور مغرب میں کش مکش

مغرب بحیثیت مغرب اسلام دشمن نہیں ہے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد مغرب میں آباد ہے جس میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، حتیٰ کہ فرانس اور جرمنی سمیت بعض ممالک میں اسلام وہاں کا دوسرا بڑا مذہب تسلیم کیا گیا ہے۔ مغرب کی غیر مسلم آبادی میں ایک بڑی تعداد اسلام قبول کررہی ہے اور مغربی اقوام میں نومسلموں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے۔ غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد اسلام کا مطالعہ کررہی ہے، وہ اسلام کی دعوت سننے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اِسے سمجھنا چاہتے ہیں۔ مغرب کی یونیورسٹیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے بہت سے پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ اس سب کو استشراق اور اسلام دشمنی کے ساتھ جوڑنا درست نہیں ہے، کیوں کہ تحقیق اور ریسرچ کی دنیا میں ہونے والے کام کا ایک بڑا حصہ فی الواقع تلاشِ حق کے دائرے میں آتا ہے جسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ اِس میں تعاون کے راستے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت اور اُن سے محاذ آرائی کا اہتمام کرنے والے عناصر اگرچہ طاقت ور اور مؤثر ہیں، اور سیاست، معیشت اور میڈیا پر اُن کا کنٹرول ہے، مگر وہ تعداد میں زیادہ نہیں ہیں۔ اِس لیے مغرب کے ساتھ یا مغرب کے بارے میں بات کرتے ہوئے اِس درجہ بندی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اِس کش مکش کے بارے میں یہ سمجھ لینا بھی درست نہیں ہے کہ یہ اسلام اور مسیحیت کی لڑائی ہے۔ اسلام اور مسیحیت کی کش مکش صدیوں رہی ہے اور اپنے دائروں میں اب بھی موجود ہے، لیکن اسلام اور مغرب کی موجودہ کش مکش میں مغرب کی قیادت مسیحیت کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اِس لیے کہ مسیحی مذہب کو سوسائٹی کی قیادت سے دست بردار ہوئے دو صدیاں گزر چکی ہیں۔ اب یہ قیادت سیکولر اور مذہب مخالف عناصر کے ہاتھ میں ہے جو اپنے مقاصد کے لیے مذہب کا نام تو کبھی کبھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن خود لا مذہب ہیں، اور اُن کی پالیسی اور کردار کی بنیاد بھی مذہب کی نفی اور مخالفت پر ہے۔ وہ اپنا مؤقف اور ترجیحات بائبل یا آسمانی تعلیمات کے حوالہ سے نہیں بلکہ سوسائٹی کی خواہشات کی روشنی میں طے کرتے ہیں۔ اِس لیے یہ کش مکش دراصل مذہب اور لا مذہبیت یا خدا پرستی اور ہوا پرستی کے درمیان ہے، اور اِس کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے یہ حقیقت سامنے رہنی چاہیے۔

اسلام اور مغرب کی اِس کش مکش میں دراصل مغرب کو سمجھنا ضروری ہے۔ اِس کی مختلف سطحوں اور دائروں سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور مغربی فکر و فلسفہ اور تہذیب و ثقافت کا حقیقت پسندانہ تجزیہ ضروری ہے۔ وہاں اسلام، سیکولرازم اور مسیحیت کے حوالہ سے بیک وقت مختلف لہریں موجود ہیں اور مختلف طبقات سرگرم عمل ہیں۔ اِس لیے جس طرح مغربی دنیا میں مشرق کے مطالعہ اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تحقیقی اور مطالعاتی کام وسیع پیمانے پر ہورہا ہے، اِسی طرح اسلامی دنیا کے تعلیمی اداروں اور مراکز کو بھی اِس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ مغربی دنیا کے علمی، فکری اور تہذیبی رجحانات کا رخ کیا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے ان سے گفتگو اور مکالمہ کی ضروریات کیا ہیں؟ کیوں کہ مغرب کو پوری طرح سمجھے بغیر اور مغربی دنیا کے مختلف الجہات رجحانات کو سامنے رکھے بغیر ''اسلام اور مغرب'' کے بارے میں کوئی صحیح مؤقف اور طرزِ عمل طے کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی یہ قرین انصاف ہوگا۔

اسلام اور نظریۂ پاکستان

قائد اعظم کے فرمودات کی روشنی میں

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اِس کے قیام کا عظیم اور بلند مقصد و نظریہ ہی اِس کے دوام اور بقا کا جواز فراہم کرتا ہے۔ قائداعظمؒ نے واشگاف لفظوں میں بار ہا اِس حقیقت کا اظہار کیا کہ تحریک پاکستان کا مقصد صرف 'آزادی' نہیں بلکہ 'اسلامی نظریہ' ہے۔ سیکولر تہذیب کے علم برداروں، انگریز اور کانگریس سے اِس اُصول کو تسلیم کرا لینا اور مغربی تہذیب کے غلبے کے دور میں، جو مذہب اور ریاست کی علیحدگی کے اُصول پر قائم ہے، اِس نظریے کی بنیاد پر ایک آزاد ریاست کا قیام ملت اسلامیہ پر اللہ کا خصوصی کرم تھا۔ لیکن پاکستان میں سیکولر سوچ کا حامل ایک گروہ اِس بنیاد کو کمزور اور پاکستان کے حقیقی ویژن کو غبار آلود کرنے کے لیے مسلسل پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے کہ قائداعظمؒ تو پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے، اور یہ کہ نظریۂ پاکستان محض انتہا پسند ملاؤں کے ذہن کی اختراع ہے۔ اِس بات کو بعض سادہ لوح علما نے بھی قبول کر لیا کہ قائداعظمؒ محض ایک سیاسی رہنما تھے اور اُن کے پیش نظر کوئی اسلامی نظریہ نہ تھا۔

پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا جب کہ سیکولرازم میں دو قومی نظریے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اِس کے باوجود روزِ اول سے دانش وروں اور سیاست دانوں کا ایک بہت بڑا گروہ یہ ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے کہ قائداعظمؒ سیکولر تھے اور وہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست ہی بنانا چاہتے تھے۔ یہ گروہ یا تو سیکولرازم سے نا آشنا ہے یا قائداعظمؒ کے افکار سے بے خبر یا پھر دانستہ نادانستہ عالمی استعمار کا حصہ بن کر پاکستان کی نظریاتی اساس کو ختم کر کے پاکستان کو دنیا کے نقشے سے مٹا کر ایک بار پھر اُسے عظیم ہندوستان کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ ذیل کی سطور میں قائداعظم کے فرمودات کی روشنی میں اُن کے سیاسی نظریہ وعقیدہ کا جائزہ لیا جا رہا ہے:

مسلم قومیت کی بنیاد

''مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد صرف کلمۂ توحید ہے، نہ وطن نہ نسل...... ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا تھا، وہ ایک الگ قوم کا فرد بن گیا تھا۔ آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟ اِس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔'' (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 8 مارچ 1944ء)

تمام مسلمان جسد واحد ہیں

''وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہو گئے؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر اِن کی ملت کی عمارت اُستوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک کتاب اور ایک امت۔'' (اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء)

پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہوگا؟

''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا، میں کون ہوتا ہوں پاکستان کے طرزِ حکومت کا فیصلہ کرنے والا؟ مسلمانوں کا طرزِ حکومت آج سے 13 سو سال پہلے قرآن مجید نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔ الحمدللہ قرآن مجید ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گا۔'' (مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر کے اجلاس سے خطاب، 12 جون 1947ء)

قرآن وسنت زندہ وجاوید قانون

تحریک پاکستان کے کارکن سید بدرالدین احمد نے 26 نومبر 1946ء کو قائداعظم سے پاکستان کے نظریاتی تشخص کے حوالے سے پوچھا۔ اِس کے جواب میں قائداعظم نے فرمایا:

''میرا ایمان ہے کہ قرآن وسنت کے زندہ وجاوید قانون پر ریاست پاکستان، دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ہوگی۔ مجھے اقبالؒ سے پورا اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مسائل کا حل اسلام سے بہتر نہیں ملتا۔ اِن شاءاللہ پاکستان کے نظام حکومت کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہوگی اور یہ ایک فلاحی ومثالی ریاست ہوگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان بن گیا تو چند دن بھی نہیں زندہ نہیں رہ سکے گا لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اِسے ہمیشہ قائم ودائم رکھے گا۔'' (بحوالہ کتاب اسلام کا سفیر، از جناب محمد متین خالد میں ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر کا مضمون ''قائداعظمؒ سیکولر نہیں تھے۔'')

نجات کا واحد ذریعہ

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ سنہری اُصولوں والے اُس ضابطۂ حیات پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون، پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اُصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہییں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ مُلک کے اُمور ومسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث وتمحیص اور مشوروں سے کیا

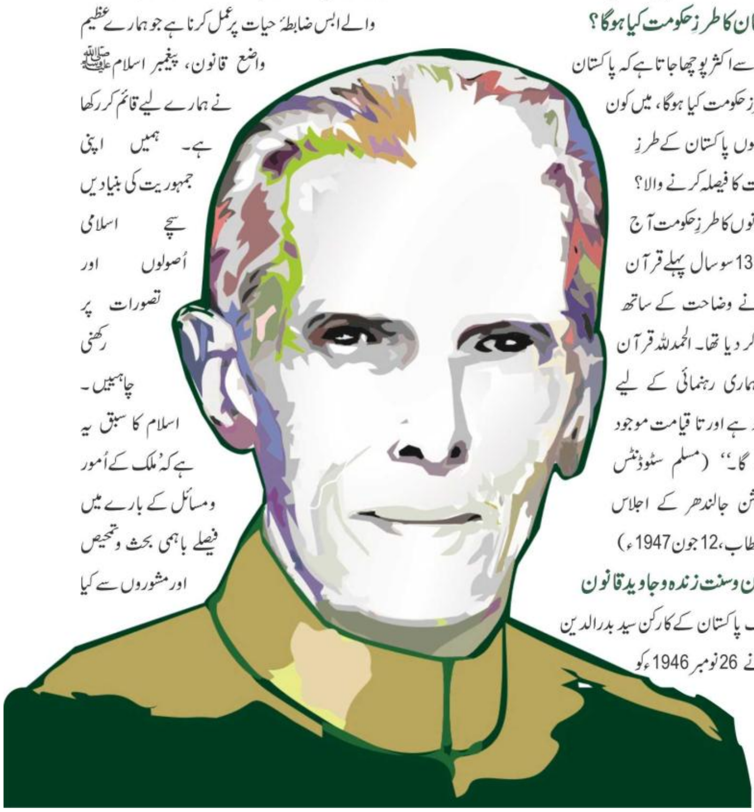

کرؤ۔'' (سبی دربار بلوچستان، 14 فروری 1948)

قرآن مجید ہمہ گیر ضابطۂ حیات

''قرآن مجید مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ مذہبی، سماجی، شہری، کاروباری، فوجی، عدالتی، تعزیری اور قانونی ضابطۂ حیات جو مذہبی تقریبات سے لے کر روزمرہ زندگی کے معاملات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، تمام افراد سے لے کر ایک فرد کے حقوق تک، اخلاق سے لے کر جرم تک، اِس دنیا میں جزا اور سزا سے لے کر اگلے جہان تک کی سزا و جزا تک کی حد بندی کرتا ہے۔'' (پیامِ عید، 1945ء)

قرآن آخری اور قطعی رہبر

''اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوۂ صبر و رضا پر کاربند ہوں اور اِس ارشادِ خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں۔ ہم فتح یاب ہوں گے، اُسی طرح جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران اور روم کی سلطنتوں کے تخت اُلٹ دیے تھے۔'' (جلسہ عام، حیدرآباد دکن، 11 جولائی 1946ء)

ہماری نجات اُسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُس اُسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اُصولوں پر رکھیں۔'' (شاہی دربار، سبی بلوچستان، 14 فروری 1947ء)

پہلا مسلمان قیام پاکستان کا آغاز

''پاکستان اُسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے، وطن نہیں اور نہ ہی نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا، وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا۔'' (8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبا سے خطاب)

ہماری کشتی کا لنگر

ہماری بنیاد کی چٹان اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام اور صرف اسلام ہے۔ ذات پات کا، شیعہ سنی کا بھی کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم ایک ہیں اور ہمیں بحیثیت ایک متحد قوم ہی آگے بڑھنا ہے۔ صرف ایک رہ کر ہی ہم پاکستان کو قائم رکھ سکیں گے۔ ہمارے لیے صرف اسلام ہی کافی و شافی ہے۔'' (پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس منعقدہ 19 مارچ 1944ء سے خطاب)

قرآن حکیم ہی قوانین کا مآخذ

''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اِس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اُصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص اور ادارے کی۔ قرآنِ کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن کے اُصول و احکام کی حکومت ہے۔'' (کراچی، 1948ء)

غیر اسلامی قانون کی پابندی

''یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ ایسی دستور ساز اسمبلی جس میں مسلمان بھاری اکثریت میں ہوں، مسلمانوں کے لیے ایسے قوانین منظور کرے گی جو شریعت کے قوانین سے مطابقت نہ رکھتے ہوں گے اور مسلمان کسی بھی حالت میں اِس بات کے پابند نہیں ہوں گے کہ وہ کسی غیر اسلامی قانون کی پابندی کریں۔'' (1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف کے نام قائداعظمؒ کا خط بحوالہ: اسلام کا سفیر، مرتبہ: محمد متین خالد)

اسلام ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے

''اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے، ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اُصولوں کو آزما سکیں۔'' (اسلامیہ کالج، پشاور، 13 جنوری 1948ء)

اسلام مکمل ضابطۂ حیات

''اسلام کے اُصول عام زندگی میں آج بھی اُسی طرح قابل اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ اسلام اور اِس کے نظریات نے ہمیں جمہوریت کا سبق دیا ہے۔ ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اُصول ہے۔ پھر کسی کو ایسی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے خوف کیوں لاحق ہو جو انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ کے بلند ترین معیار پر قائم کی گئی ہو۔ ہم پاکستان کا دستور بنائیں گے اور دنیا کو دکھائیں گے کہ یہ ایک اعلیٰ آئینی نمونہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ آپ ﷺ نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا، کامیابی نے آپ ﷺ کے قدم چومے۔ تجارت سے لے

بھارتی مسلمان اور نظریہ پاکستان

پڑوسی ملک بھارت تیزی سے اخلاقی، سیاسی و نظریاتی تنزلی کا شکار ہو رہا ہے۔ گاندھی کے عدم تشدد کے فلسفے کو نریندر مودی اور اُس کے ساتھیوں نے بری طرح روند ڈالا ہے۔ اب آگ اور زہر اگلتے بھارتی ایوان انسانیت اور دیگر مذاہب کے لیے خطرہ بن چکے ہیں۔ آج قائداعظم محمد علی جناحؒ کا دو قومی نظریہ درست ثابت ہو چکا اور مہاتما گاندھی اور متحدہ ہندوستان کے حامی مسلمان علما کا اکھنڈ بھارت کا نظریہ مسلسل غلط ثابت ہو رہا ہے۔ قائداعظم نے کیا خوب کہا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ جب بھارتی مسلمانوں کو بھارت سے اپنی محبت اور وفاداری ثابت کرنے کے لیے نجانے کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑیں گے اور آج وہی ہو رہا ہے مگر کوئی نہیں مان رہا۔

کر حکمرانی تک، ہر شعبۂ حیات میں آپ ﷺ مکمل طور پر کامیاب رہے۔ رسول اکرم ﷺ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی تھے، اُنھوں نے تیرہ سو سال قبل ہی جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھیں۔ اسلام محض رسوم، روایات اور روحانی تصورات کا مجموعہ نہیں ہے۔ اسلام ہر مسلمان کے لیے ضابطۂ حیات بھی ہے جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ زندگی، اپنے افعال اور اعمال حتیٰ کہ سیاست و معاشیات اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی عمل پیرا ہوتا ہے۔ اسلام سب کے لیے انصاف، رواداری، شرافت، دیانت اور عزت کے اعلیٰ اُصولوں پر مبنی ہے۔'' (25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب)

معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات

''میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ مجلس تحقیق، بینکاری کے ایسے طریقے کیوں کر وضع اور اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں، کیوں کہ مغرب کے معاشی نظام نے انسان کے لیے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ ہمیں دنیا کے سامنے مثالی نظام پیش کرنا ہے، جو سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔'' (جولائی 1948ء میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر خطاب)

اسلام صرف نظامِ عبادات کا نام نہیں

ایک انگریز دانش ور نے قائداعظمؒ سے سوال کیا تھا ''جب آپ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں تو کیا مذہب کے معنوں میں سوچ رہے ہوتے ہیں؟'' اس پر بابائے قوم نے فرمایا تھا:
''آپ یہ حقیقت کبھی نظر انداز نہ کریں کہ اسلام صرف نظامِ عبادات کا نام نہیں، یہ تو ایک ایسا دین ہے، جو اپنے پیروکاروں کو زندگی کا ایک حقیقت پسندانہ اور عملی نظام حیات دیتا ہے۔ میں زندگی کے معنوں میں سوچ رہا ہوں، میں زندگی کی ہر اہم چیز کے معنوں میں سوچ رہا ہوں، میں اپنی تاریخ، اپنے ہیروز، اپنے آرٹ، اپنے فنِ تعمیر، اپنی موسیقی، اپنے قوانین، اپنے نظام عدل و انصاف کے معنوں میں سوچ رہا ہوں۔ ان تمام شعبوں میں ہمارا نقطۂ نظر نہ صرف ہندوؤں سے انقلابی طور پر مختلف ہے بلکہ بسا اوقات متصادم بھی ہے۔ ہماری اور ہندوؤں کی زندگی میں ایسی کوئی چیز نہیں جو ہمیں بنیادی طور پر ہم رشتہ کر سکے۔ ہمارے نام، ہمارا لباس، ہماری خوراک ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ہماری اقتصادی زندگی، ہمارے تعلیمی تصورات، جانوروں تک کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر، ہم زندگی کے ہر مقام پر ایک دوسرے کو چیلنج کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر گائے کا ابدی مسئلہ لے لیں، ہم گائے کو کھاتے ہیں اور وہ اُس کی پوجا کرتے ہیں۔'' (انگریز دانش ور بیورلی نکلسن کی کتاب Verdict on India مطبوعہ 1944ء)

قائداعظمؒ کی واحد تمنا

''مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا، دولت، شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف اُٹھائے۔ اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں آپ سے اس کی داد اور شہادت کا طلب گار نہیں

ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل، میرا اپنا ایمان، میرا اپنا ضمیر گواہی دے کہ جناح! تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح، تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں اسلام کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔'' (آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ایک اجلاس منعقدہ 1939ء میں قائداعظمؒ کی تقریر سے اقتباس)

قرآنی پروگرام

''مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن مجید میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں۔ قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔'' (نومبر 1939ء میں عیدالفطر کے موقع پر مسلمانوں کے نام پیغام)

قرآن مجید...... عظیم الشان کتاب

''میں کوئی مولوی یا ملا نہیں ہوں، نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قرآنِ مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا معاشی، کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات سے باہر ہو۔'' (1941ء میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن میں خطبۂ صدارت)

قرآن مجید مکمل ضابطۂ حیات

قائداعظمؒ نے 1944ء میں مہاتما گاندھی کو لکھا ''قرآن مجید مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے، اس میں مذہبی، مجلسی، دیوانی، فوجداری، عسکری، تعزیری معاشی اور معاشرتی غرض یہ کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے اُمورِ حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، اخلاق سے لے کر انسداد جرم تک، زندگی کے جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک، ہر ایک قول و فعل اور حرکت کے احکامات کا مجموعہ ہے۔''

پاکستان کا آئین

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس 1942ء میں کراچی میں منعقد ہوا۔ اس سالانہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے جن ممبران نے تجاویز بھیجی تھیں، اُن کی میٹنگ نواب محمد اسماعیل خان کی صدارت میں ہوئی جس میں مختلف قراردادیں تیار کی گئیں۔ ان میں سے ایک قرارداد آئین کے حوالے سے مرتب کی گئی جس کے الفاظ یہ تھے ''پاکستان میں جو آئین ہوگا، وہ قرآن و سنت کے مطابق ہوگا اور رائج الوقت قوانین میں جلد شریعت کے مطابق تبدیلی کی جائے گی۔'' تمام لوگوں نے اس تجویز کی حمایت کی۔ آخر میں قائداعظمؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا ''جہاں تک اس تجویز کا تعلق ہے، وہ ہر مسلمان کے دل کی پکار ہے اور پاکستان کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ پاکستان میں اللہ کے دین کا نظام قائم ہوگا۔''

ریاستِ پاکستان کا آئین

پاکستان کا آئین قرآن مجید ہوگا، میں نے قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ پڑھا ہے، میرا پختہ یقین ہے کہ قرآنی آئین سے بڑھ کر کوئی آئین نہیں ہوسکتا۔ میں نے مسلمانوں کا سپاہی بن کر پاکستان کی جنگ جیتی ہے۔ میں قرآنی آئین کا ماہر نہیں، آپ

اور آپ جیسے دوسرے علما کو میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ بیٹھ کر نئے قائم ہونے والے پاکستان کے لیے قرآنی آئین تیار کریں۔'' (10 جولائی 1947ء کو اورنگزیب روڈ دہلی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے استفسار پر قائداعظم کا جواب)

ہم مسلمان ہیں

''میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان وغیرہ کی اصطلاحوں میں بات نہ کریں۔ میں مانتا ہوں کہ یہ اپنی اپنی جگہ وحدتیں ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کیا آپ وہ سبق بھول گئے ہیں جو تیرہ سو سال پہلے آپ کو سکھایا گیا تھا؟ اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں کہوں گا کہ یہاں آپ سب باہر کے آئے ہوئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں بنگال کے اصلی باشندے کون تھے؟ وہ ہرگز نہیں جو آج کل بنگال میں رہتے ہیں۔ پس یہ کہنے کا کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی ہیں، ہم سندھی ہیں، ہم پٹھان ہیں؟ نہیں، ہم مسلمان ہیں۔ اسلام نے ہمیں یہی سبق دیا ہے اور آپ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ خواہ کچھ بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں، آپ اوّل و آخر مسلمان ہیں۔'' (جلسہ عام، ڈھاکا، 21 مارچ 1948)

اسلام کے اُصولوں پر مشتمل دستور

''پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اِس دستور کی شکل و ہیئت کیا ہوگی لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اُصولوں پر مشتمل۔ اِن اُصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اُسی طرح ہوسکتا ہے جس طرح 13 سو سال پہلے ہوا تھا۔'' (امریکی نامہ نگار سے انٹرویو: فروری 1948)

اسلام اور جمہوریت

آپ مجھ سے ایک فضول سوال کر رہے ہیں۔ گویا میں اب تک جو کچھ کہتا رہا ہوں، وہ رائگان گیا ہے۔ آپ جب جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا۔ ہم نے جمہوریت تیرہ سو سال پہلے سیکھ لی تھی۔'' (جناح، تقریریں اور بیانات، از: ایس ایم برک)

پاکستان میں قانون کون سا ہوگا؟

آپ نے سپاس نامے میں مجھ سے پوچھا ہے کہ ''پاکستان میں کون سا قانون ہوگا؟'' مجھے آپ کے سوال پر سخت افسوس ہے۔ مسلمانوں کا ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب ہے، یہی مسلمانوں کا قانون ہے اور بس...... اسلام پاکستان کے قانون

کی بنیاد ہوگا اور پاکستان میں کوئی قانون اسلام کے خلاف نہیں ہوگا۔'' (نومبر 1945ء، پشاور، بحوالہ قائداعظمؒ کی شخصیت کا روحانی پہلو۔ از: ملک حبیب اللہ)

سیاست اور مذہب

دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو یا نہ ہو، میری سمجھ میں اب خوب آ گیا ہے کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔ (اسلام کا سفیر، صفحہ 159)

قرآن کریم کی اُصولی ہدایات

زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا معاشی غرض کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اُصولی ہدایات اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لیے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اِس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔ (حیات قائداعظمؒ، صفحہ 427)

اسلام ہی ہمارا طرۂ امتیاز ہے

میمن چیمبر آف کامرس بمبئی کی طرف سے ایک سپاس نامہ کے جواب میں قائداعظمؒ نے فرمایا ''میں اِن جماعتی ناموں کو بالکل ناپسند کرتا ہوں۔ آپ کو چاہیے کہ اپنا نام 'مسلم چیمبر آف کامرس' رکھیں اِس لیے کہ اسلام ہی ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔'' (عظمت رفتہ، ص: 484، اسلام کا سفیر صفحہ 165)

اسلامی قانون کے مطابق حکمرانی

مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ خود اپنے ضابطۂ حیات، اپنے تہذیبی ارتقا، اپنی روایات اور اسلامی قانون کے حکمرانی کر سکیں۔ (21 نومبر 1945ء، فرنٹیئر مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب)

قائداعظم کے مذکورہ بالا فرامین/ بیانات سے عیاں ہے کہ قائداعظم سیکولر اور لادین نہیں تھے، وہ ایک سچے مسلمان تھے اور پاکستان کو سیکولر کے بجائے ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ جو لوگ قائداعظمؒ کو سیکولر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ نہ صرف پاکستان کی نظریاتی اساس کو کمزور کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں بلکہ درحقیقت وہ قائداعظم کو ایک ''منافق'' کے طور پر پیش کر کے اُن کی کردار کشی کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانا چاہتے ہیں کہ قائداعظم کہتے کچھ اور تھے، چاہتے کچھ اور تھے یعنی زبان اُن کی اسلامی تھی اور دل ان کا سیکولر تھا مگر قائداعظمؒ کی پوری زندگی اِس کی تردید کرتی ہے۔ قائداعظمؒ کی سیرت اور کردار ہر قسم کی منافقت سے پاک تھا اور وہ ایک صاف گو انسان تھے، اُنھیں منافقت کا لبادہ اوڑھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے 6 مارچ 1948ء کو کراچی میں قائداعظمؒ نے کہا:

''بھارت نے قیام پاکستان کو قبول نہیں کیا، اُس نے ابھی سے ہی پاکستانیوں کو نظریاتی اساس سے ہٹانے اور تعصّبات میں اُلجھانے کے لیے پاکستان میں سے ہی اپنے تنخواہ دار ایجنٹوں کا گروہ تیار کرلیا ہے، جو خوش نما نعرے لگا کر پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں، اللہ نہ کرے کہ اہل پاکستان اُن سے غافل ہو کر ان کے دھوکے میں آ جائیں۔'' (بحوالہ: پاک فوج کا جریدہ ہلال، شمارہ 12 مارچ 10 اپریل 1997)

آخر میں قائداعظمؒ کے بارے میں تاریخ پاکستان کے معروف محقق ڈاکٹر حفیظ الرحمن صدیقی کے تاثرات جو اُنھوں نے اپنی کتاب ''تحریک پاکستان اور تاریخ پاکستان'' میں لکھے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''قائداعظمؒ کی ایک نہیں متعدد تقریریں ہیں، جن میں اُنھوں نے اسلام کے اجزائے ترکیبی یعنی قرآن وسنت، کلمۂ توحید، اسلامی ضابطۂ اخلاق، مسلم تہذیب، مسلم روایات، اسلامی تصورات، اُمت واحدہ اور مسلم اتحاد کو پاکستان کی اساسی قدر قرار دیا ہے۔''

استقبالِ رمضان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو، جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ رکھنا موقوف کردو، اگر بادل ہوں (اور چاند نظر نہ آئے) تو تیس روزے پورے کرلو''۔ (عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

ماہِ صیام کی آمد رسول اکرم ﷺ کے لیے نہایت درجہ مسرت کا باعث ہوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ اور اہلِ خانہ کو متوجہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگو تیار ہوجاؤ، ایک نہایت درجہ اہم مہینا تم پر سایہ فگن ہورہا ہے۔ اِس کے استقبال کے لیے تیار ہوجاؤ۔

15 شعبان سے ہی آپ ﷺ اِس کے استقبال کی تیاری شروع کردیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نوافل میں اضافہ کردیتے، عبادت میں مزید اضافہ اور اہتمام ہوجاتا، صدقات میں کثرت ہوجاتی اور راہِ خدا میں اِس کثرت سے انفاق کرتے کہ جیسے تیز ہوا چل رہی ہو۔ آپ ﷺ دونوں ہاتھوں سے مساکین میں صدقات تقسیم فرماتے اور بہتے ہوئے چشمے کی مانند ہر ضرورت مند اور حاجت منداُس سے مستفید ہوتا۔ قیام اللیل کے لیے کمر کس لیتے اور ماہ رمضان کی آمد کے لیے اپنے آپ کو، اپنے اہلِ خانہ کو اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تیار فرماتے۔

رمضان المبارک کی تعریف کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ علمائے کرام اِس کی وضاحت کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کا مہینا چوں کہ نیکیوں اور عبادات کا مہینا ہے اور لوگ کثرت سے نیکی اور عبادت کرتے ہیں اِس لیے خدا پرستی کی ایسی فضا میں جنت کے دروازے نیکیوں کے لیے کھل جاتے ہیں، اور چوں کہ برائیاں کم ہوجاتی ہیں اِس لیے گویا شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں اور وہ دین دار لوگوں کو گمراہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

روزہ رکھنے کے 15 طبی فوائد

میڈیکل سائنس نے پچھلے 25 برس میں انسانی جسم پر روزے کے اثرات اور اِس کے فوائد وثمرات پر خاصی تحقیق کی ہے۔ اِس تحقیق سے روزے کے جو ثمرات ثابت ہوئے ہیں اُن میں 15 چیزیں نمایاں ہوکر سامنے آئی ہیں۔

1۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ روزہ ڈی ٹاکسی فکیشن (یعنی زہر کو بے اثر بنانے) کا عمل کرتا ہے۔ میٹابولزم کے نتیجے میں انسانی جسم میں جو زہریلے مادے پیدا ہوتے ہیں روزہ اُن کو بے اثر بنا دیتا ہے اور یہ جسم سے خارج ہوجاتے ہیں۔

2۔ روزے سے قوتِ مدافعت بہتر ہوجاتی ہے۔ ہمارا جسم ایک مدافعتی نظام کے تحت چل رہا ہے۔ جسم کی قوتِ مدافعت بیماریوں سے بچا کر صحت مند رکھتی ہے۔ اِس قوت مدافعت کو بہتر کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ روزے رکھنا بھی ہے۔ انسان صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اُس کے جسم کے اندر وہ خلیے متحرک ہوجاتے ہیں جو اس کے مدافعتی نظام کو بہتر بنا کر اُس کو طرح طرح کی بیماریوں سے بچاتے ہیں۔ اگر جسم میں پہلے سے بیماری موجود ہو تو روزے اس کے صحت یاب ہونے کی رفتار میں اضافہ کردیتے ہیں۔

3۔ روزہ اینٹی الرجی (Anti-allergy) عمل کو فعال کرتا ہے۔ جسم میں اس چیز کی گنجائش ہوتی ہے کہ اس میں الرجی کے اثرات ہوں۔ روزے سے جسم کے اندر ایسے ہارمونز خارج ہوتے ہیں جو الرجی کے عمل کو کنٹرول کرلیتے ہیں۔

4۔ روزہ بلڈ شوگر کو کنٹرول کرتا ہے یعنی معمول پر لاتا ہے۔ انسانی جسم میں شوگر کی ریگولیشن بہت اہم چیز ہے کیوں کہ دماغ کے تمام افعال کا تعلق شوگر کی سطح سے ہوتا ہے، جسم کے اندر شوگر کی سطح بڑھ جائے تو انسان کو شوگر کی بیماری ہوجاتی ہے۔ اگر شوگر کی سطح کم ہوجائے تو ہائپو گلے سیمیا (Hypoglycemia) ہوجاتا ہے جس سے کمزوری ہوجاتی ہے اور فرد بے ہوش بھی ہوسکتا ہے۔ روزہ شوگر کی سطح کو ریگولیٹ کرتا ہے، یہ شوگر کو کم ہونے دیتا ہے نہ بلند، اس لیے دنیا کے بہت سے ممالک میں جن مریضوں کی شوگر کنٹرول نہیں ہوتی اُن کو فاقے کروائے جاتے ہیں۔

5۔ روزے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس سے بلڈ پریشر کنٹرول میں رہتا ہے۔ جب انسانی جسم میں پانی کی مقدار کم ہوتی ہے تو بلڈ پریشر بھی کم ہوجاتا ہے۔ پھر جسم کے اندر ایسے ہارمون خارج ہوتے ہیں جو بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ شوگر اور بلڈ پریشر کے کنٹرول اور جسم کے اندر پانی کی مقدار کے کنٹرول کے نتیجے میں دل کی بیماریاں کم ہوجاتی ہیں۔ روزے رکھنے والوں کو دل کے دورے کا امکان کم ہوجاتا ہے۔ مغربی ممالک بالخصوص امریکا اور یورپ میں اب یہ ایک عام طریقۂ علاج ہے کہ دل کے مریضوں کو جبراً فاقہ کرایا جاتا ہے اور 28 سے 29 گھنٹے بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے۔

6۔ روزے سے ہاضمہ درست کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ معدے اور آنتوں کی زیادہ تر بیماریوں کا سبب غذا کا ضرورت سے زیادہ اور بار بار استعمال، یا ایسی غذاؤں کا استعمال ہے جو صحت کے لیے مفید نہیں۔ روزے آنتوں اور معدے کو 14 سے 16 گھنٹے آرام دیتے ہیں، اس آرام کے نتیجے میں آنتوں کو یہ موقع ملتا ہے کہ اپنے نظام کو درست کرسکیں۔

7۔ روزے کا ایک اور طبی فائدہ اینٹی انفلیمیٹری (Anti Inflammatory) اثرات ہیں۔ روزے کے نتیجے میں جو

روزے کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی تو اُسے اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ روزہ کھول لیتا ہے، اور دوسری اُس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور اپنے روزوں کا اجر پائے گا۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اِس کی جزا دوں گا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اُن میں سے ایک دروازے کا نام ریان یعنی سیرابی کا دروازہ ہے۔ اِس دروازے میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا کہ جس نے رمضان کے مہینے میں ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے روزے رکھے اُس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ بھی رکھے گا، اللہ تعالیٰ اُس کے چہرے کو دوزخ کی آگ سے ستر برس کی مسافت کے برابر دور فرما دے گا۔

حضرت ابن عباسؓ رسول اکرم ﷺ کے رمضان المبارک کے معمولات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی بخشش، خیرات اور مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے کی عادت رمضان المبارک میں کئی گنا بڑھ جایا کرتی تھی۔ آپ ﷺ رمضان المبارک میں ہر رات کو جبرائیلؑ کو قرآن سنایا کرتے تھے۔ اِسی لیے ہمیں بھی رسول اکرم ﷺ کی پیروی میں رمضان المبارک میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنی چاہیے اور لوگوں کو نفع پہنچانے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سحری کھاؤ کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ اِسی طرح

سہلؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک کہ افطار جلدی کرتے رہیں گے۔ چناں چہ حضور ﷺ روزہ جلدی افطار کرنے کو پسند فرماتے تھے، آپ ﷺ چاہتے تھے کہ جیسے ہی سورج غروب ہو روزہ کھول لیا جائے اور خوامخواہ دیر نہ کی جائے کیوں کہ روزے کی نیت طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے۔

حضرت سلمانؓ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اُسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اور وہ نہ ملے تو پانی سے افطار کرے۔

حضرت زیدؓ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اُس کو اُتنا ہی اجر ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا، بغیر اِس کے کہ روزہ دار کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔

حضور ﷺ بالعموم افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ترجمہ: ''اے خدا میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا''۔

غرض ماہِ رمضان نیکیوں کی بہار کا موسم ہے، جو نیکی بھی اِس کے دوران کی جائے گی وہ اپنے اجر کے لحاظ سے عام دنوں میں کی جانے والی نیکی سے بہت زیادہ فضیلت اور اجر کا باعث ہوگی۔ اِسی ماہ رمضان میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اِسی میں لیلۃ القدر نامی وہ عظیم الشان رات ہے جس میں ہزار مہینے کی عبادت کے برابر اجر و ثواب ہوتا ہے۔ اِس مہینے میں اعتکاف کا عشرہ ہے اور اِس مہینے کو رحمت، مغفرت اور دوزخ سے نجات کا مہینا کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اِس کے فضائل سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہارمونز جسم میں خارج ہوتے ہیں ان میں بالخصوص کورٹی سول (Cortisol) ہارمون بھی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اثرات ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں جسم پر ورم کم ہو جاتا ہے۔ جوڑوں کے درد اور گٹھیا (Arthritis) کے مریضوں کی تکلیف روزے رکھنے سے بہتر ہو جاتی ہے۔

8۔ روزے انسانی دماغ کے اندر ایک سیلف کنٹرول اور ڈسپلن پیدا کرتے ہیں، وہ انسان کو نظم و ضبط کا عادی بناتے ہیں، اِس کے نتیجے میں انسان کی دماغی صحت بہتر ہوتی ہے اور یاسیت (ڈپریشن) سے نجات ملتی ہے۔ روزے دماغ کے اندر Serotonin ہارمون (جو نیوروٹرانسمیٹر ہے) کی سطح کو بڑھاتے ہیں جس سے ڈپریشن سے نجات ملتی ہے۔

9۔ سائنسی تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ روزے نیند کو بہتر بناتے ہیں، نیند نہ آنے کی بیماری عام ہے، اکثر لوگ بے خوابی کی شکایت کرتے ہیں، لیکن جو لوگ روزہ رکھتے ہیں اُن کی نیند بہتر اور بے خوابی ختم ہو جاتی ہے۔

10۔ روزے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اِس سے نشے کو قابو میں رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ سگریٹ پینے کے عادی افراد رمضان کے مہینے میں بڑی آسانی کے ساتھ اِس عادت کو ترک کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ انسان میں ذہنی طور پر یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ نشے کی طلب کو کنٹرول کر سکے اور اِس عادت سے نجات حاصل کر سکے۔ روزے کو نشے پر قابو پانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

11۔ روزہ حسِ ذائقہ کو بہتر کرتا ہے۔ بعض اوقات لوگ شکایت کرتے ہیں کہ زبان میں ذائقہ باقی نہیں رہا، کھانے کا مزا محسوس نہیں ہوتا۔ اِس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ زبان کے اندر taste buds ہوتے ہیں جو غیر فعال ہو جاتے ہیں یا ان کے اندر ایسی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں کہ غذا کا ذائقہ محسوس نہیں ہو پاتا۔ تاہم روزہ رکھنے سے ذائقے کی حس دوبارہ فعال ہو جاتی ہے۔

12۔ روزے کو وزن کم کرنے کے لیے بھی پوری دنیا میں استعمال کیا جا رہا ہے ہم اچھی طرح واقف ہیں کہ روزے کا عمل جسمانی چربی کو پگھلاتا ہے اور وزن کو کم کرتا ہے، لیکن وزن میں کمی اس وقت ہوگی جب انسان اپنے حراروں کے حصول (کیلوریک انٹیک) کو ایک حد کے اندر رکھے گا۔ اگر وہ رمضان میں غذاؤں کا استعمال زیادہ کرے، چکنائی والی چیزیں زیادہ لے تو وزن کم کرنے کا فائدہ اُسے حاصل نہیں ہوگا۔ آج پوری دنیا میں وزن کم کرنے کے لیے لوگ مکمل فاقہ (Fasting) کرتے ہیں، یا اُنھیں مختلف مخصوص غذاؤں کی Fasting کرائی جاتی ہے۔

13۔ ماہرین دندان (ڈینٹسٹ) بتاتے ہیں کہ روزے رکھنے والوں میں دانت اور مسوڑھوں کے امراض کم ہو جاتے ہیں۔

14۔ روزہ جلد کو پھٹنے سے بچاتا ہے، آنکھوں کو روشن کرتا ہے، بصارت کو تیز کرتا ہے۔

15۔ روزے کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کی قوتِ ارادی (Motivation) کو بڑھاتا ہے۔ جو لوگ قوتِ ارادی کی کمزوری کی بنا پر تھکاوٹ کا شکار رہتے ہیں، دماغی اور ذہنی کمزوری میں مبتلا ہوتے ہیں روزے اُن کو اِس قابل بناتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں بڑے بڑے کام کر سکیں۔

روزہ

وجیہہ زمان

''جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اِس حالت میں کہ وہ ایمان والا تھا اور اُسے ثواب کا یقین تھا تو اُس کے پہلے سب گناہ بخش دیے گئے۔''
(صحیح بخاری)

ارکان اسلام میں چوتھا رکن روزہ ہے جو اپنی اثر پذیری کی بنا پر نمایاں تر ہے۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو کہ روحانی جلا کا ذریعہ تو ہے مگر اِس کے معاشرتی پہلو بھی ہیں۔ اِس لیے یہ رخ عبادت بھی دونوں یعنی دین و دنیا کی کفالت کرتا ہے۔ یہ اگرچہ خاص ایام میں مخصوص اوقات میں اور متعین احکام کے تحت ادا کی جانے والی عبادت ہے مگر اِس کے اثرات، ایک مہینے ہی پر نہیں، پورے سال پر محیط ہیں۔ اِس کی تربیت سے انسان گناہوں، نافرمانیوں بلکہ ہر قسم کی لغزشوں سے رک جاتا ہے اِس لیے ایسے انسان کو صائم یعنی روزہ دار کہا جاتا ہے۔

تعارف

روزہ کو اسلامی عبادات میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ روزہ کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِس کو ارکان اسلام میں بنیادی رُکن کے طور پر تیسرے نمبر پر رکھا گیا ہے۔ روزے کو عربی میں ''صوم یا صیام'' کہتے ہیں، صوم کے معنی ہیں کسی چیز سے رکنا اور اُس کو ترک کرنا، شریعت کی اصطلاح میں صوم یا صیام سے مراد ہے کہ آدمی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور باقی تمام حلال چیزوں سے باز رہے۔ حضور اکرم ﷺ نے روزہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔'' جب کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ:185)

ترجمہ: ''پس تم میں سے جو کوئی اِس مہینے کو پائے اُسے چاہیے کہ روزہ رکھے۔''

روزہ کیا ہے؟

روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم ترین رُکن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم عبادت کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ روزہ سے مقصود تقویٰ کا حصول ہے تا کہ انسان کے اندر ایسی استعداد پیدا ہو سکے جس کے ذریعے وہ گناہ کے خلاف مزاحم ہو سکے۔ تمام عبادات کی طرح روزہ بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے بلکہ روزہ کے حوالے سے خالقِ ارض وسما کا یہ ارشاد ہے:

اَلصَّوْمُ لِي وَاَنَا اَجْزِي بِهٖ (حدیث قدسی)

ترجمہ: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اِس کا بدلہ دوں گا۔''

ایک ماہ کے فرض روزے تربیت کا ایسا عملی نمونہ ہیں کہ انسان کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کھانے پینے اور جماع وغیرہ جیسی حلال چیزوں کو چھوڑ رہا ہے اور کیوں نہ وہ اُسی مالک کی رضا کے لیے حرام چیزوں کو بھی چھوڑ دے۔ اِس طرح روزہ کے ذریعے انسان کے اندر مالک کی رضا پر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ذیل میں روزہ کی اہمیت، آداب اور اثرات کو بیان کیا جاتا ہے:

فرضیت و اہمیت

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ 1 (البقرہ:183)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ:184)

ترجمہ: ''اور یہ کہ روزہ رکھنا تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔''

اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (البقرہ:187)

ترجمہ: ''رات تک روزہ پورا کرو۔''

احادیث طیبہ میں روزہ کی اہمیت

حدیث قدسی ہے:

اَلصَّوْمُ لِي وَاَنَا اَجْزِي بِهٖ

ترجمہ: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اِس کی جزا دوں گا۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جو بندہ رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر کسی عذر کے چھوڑے اور پھر تمام عمر روزے رکھے تو اُس (ایک روزے) کی تلافی نہیں ہو سکتی۔'' (جامع ترمذی)

فرمان رسول ﷺ ہے:

ترجمہ: ''ہر چیز کی زکوٰۃ ہے، اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔'' (ابن ماجہ)

روحانی، اخلاقی اور سماجی اثرات

روزہ کے درج ذیل روحانی، اخلاقی اور سماجی اثرات ہیں:

1۔ تزکیۂ نفس

روزے کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ اپنے نفس کا تزکیہ یعنی نفس کی پاکیزگی ہے۔ جو آدمی صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہتا ہے، نہ وہ بری آنکھ سے کسی کو دیکھتا ہے اور نہ ہی برائی کے بارے میں سوچتا ہے، وہ دراصل اپنے نفس کو پاک کر رہا ہوتا ہے۔ تزکیۂ نفس کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ:14)

ترجمہ: ''تحقیق وہ فلاح پا گیا جس نے اپنا تزکیہ کر لیا۔''

2۔ اطاعت حکم خداوندی

روزے کے فوائد میں سے ایک فائدہ حکم خداوندی کی اطاعت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو کون سارا دن بھوکا رہتا؟ روزہ

رکھا ہی اِس لیے جاتا ہے کہ خالق حقیقی کے احکام کو بجا لایا جائے، اُسی کو حقیقی مالک ورازق مانا جائے۔ اِس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ذہن میں رہے۔

اطیعو اللہ واطیعو الرسول

ترجمہ: ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔''

3۔رضائے الٰہی کا حصول

روزہ دار کے بارے میں حدیث قدسی ہے:

اَلصَّوْمُ لِی وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ

ترجمہ: ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اِس کی جزا دوں گا۔''

ہر مسلمان اِس لیے روزہ رکھتا ہے کہ اُس کا مالک وخالق اُس سے راضی ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی رضا بھی اِسی میں ہے کہ اُس کے بندے اُس کے احکامات کی پیروی کریں اور جو اُس کی رضا ہو اُس پر راضی ہوں تا کہ اللہ اُن کو جزا دے۔

4۔تحمل وبرداشت

روزہ سے انسان میں تحمل وبرداشت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ جب ایک آدمی صبح تا شام بھوکا، پیاسا رہے، برائیوں سے اجتناب کرے تو اُس میں تحمل وبرداشت پیدا ہوگا جو رمضان کے بعد اُس کے کردار کا حصہ بن سکتا ہے۔ تحمل وبرداشت کے لیے دوسرا لفظ ''صبر'' ہے۔ صبر کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر:10)

ترجمہ: ''بے شک صبر کرنے والوں کو پورا دیا جائے گا اُن کا اجر بغیر کسی حساب کے۔''

5۔تعمیر سیرت

روزہ سے انسان کی سیرت کی تعمیر بھی ہوتی ہے۔ اگر ایک آدمی کو گالم گلوچ، غیبت وبدکاری کی لت پڑ چکی ہو، وہ رمضان میں روزہ رکھنا شروع کر دے تو روزہ اُسے اِن تمام برائیوں سے روکے گا۔ اگر پھر بھی وہ آدمی اِن برائیوں سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کو کسی آدمی کے بھوکا پیاسا رہنے سے کوئی مطلب نہیں۔''

6۔تقویٰ

روزہ سے تقویٰ اور پرہیز گاری کی صفت بھی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں روزے کا بنیادی مقصد بھی تقویٰ اور پرہیز گاری کو ہی بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ 1 (البقرہ:183)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گیے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے واضح ہے کہ سابقہ امم کی طرح مسلمانوں پر روزے اِس لیے فرض کیے گیے ہیں تا کہ وہ تقویٰ

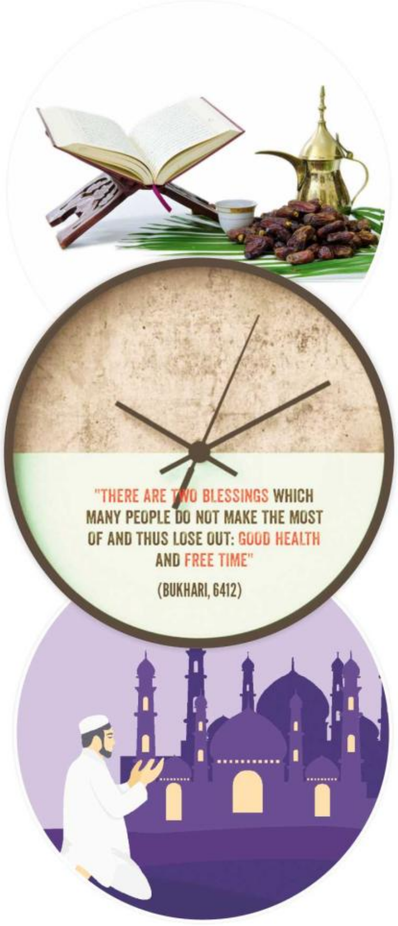

اختیار کریں، پرہیز گار بنیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔

7۔امدادِ باہمی

روزہ انسان میں امدادِ باہمی کا جذبہ بیدار کر کے صبر وتحمل پیدا کرتا ہے، لالچ وحرص کے جذبات کی نفی کر دیتا ہے اور ایک دوسرے کی مدد کے لیے احساس اجاگر کرتا ہے۔ اِسی لیے تمام روزہ دار ایک دوسرے سے تعاون کرتے نظر آتے ہیں۔ روزہ دراصل تمام انسانوں کو امداد باہمی کا درس دے رہا ہوتا ہے۔ جب ایک آدمی روزہ رکھ کر بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اُسے دوسروں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے جو اُس میں امداد اور تعاون کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔

8۔عدلِ اجتماعی

روزہ ہی دراصل انسان کو عدل اجتماعی کا احساس دلا کر معاشرتی مساوات پیدا کرتا اور معاشرتی تفاوت کو ختم کرتا ہے۔ اِس طرح روزہ دار جہاں اپنی بہتری کے لیے سوچتا ہے وہیں غربا ومساکین کے بارے میں بھی اُس کے اندر ترس اور رحم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو اُسے اجتماعیت کی طرف لے جاتے ہیں۔

9۔شکر

روزہ ہر روزہ دار کو اپنے خالقِ حقیقی کا شکر ادا کرنے پر مائل کرتا ہے۔ جیسا کہ اطاعت خداوندی، رضائے الٰہی کا حصول، تقویٰ اور تزکیۂ نفس مقاصدِ حیات ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات کا شکر بھی اِنھی میں سے ہے۔

خلاصۂ بحث

روزہ کا مقصود تقویٰ کا حصول ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''لعلکم تتقون'' ''تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ'' سے واضح ہے۔ تقویٰ بنیادی طور پر انسان کے اندر جواب دہی کا احساس پیدا کرتا ہے کیوں کہ محشر کے دن بندے کو اپنے مالک کی بارگاہ میں اپنے تمام اعمال کے ساتھ پیش ہونا ہے اور وہاں کسی سے کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔ سفارش بھی اُنھی کی ہو سکے گی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے انبیا اور دیگر مومنین کو ارشاد فرمائے گا۔ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ تقویٰ پر استقامت کے ساتھ کاربند رہنا صبر کے ساتھ ہی ممکن ہے اور صبر حقیقی طور پر روزے سے حاصل ہوتا ہے کیوں کہ انسان کو روزے کی حالت میں بہت ساری چیزوں کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اگر کوئی درج بالا آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے روزہ سے حقیقی فوائد وثمرات حاصل کر لیتا ہے تو یقیناً وہ اقبال کے تصور مرد مومن پر پورا اُترتا ہے۔

اُس کی اُمیدیں قلیل، اُس کے مقاصد جلیل
اُس کی ادا دل فریب، اُس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

1۔تعارف

نماز کے بعد زکوٰۃ دوسری اہم ترین عبادت ہے۔قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی طرح زکوٰۃ کا حکم بھی پہلے انبیا کی شریعت میں موجود رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا تو اِس حکم کو پورا کرنے کے حوالے سے اُنھیں کسی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا۔قرآن کریم سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے متعلق کہتا ہے کہ وہ نماز کی طرح گھر والوں کو زکوٰۃ کی بھی تلقین کرتے تھے۔

جس طرح کہ سورۃ مریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کرتا تھا،اور اپنے پروردگار کے نزدیک وہ ایک پسندیدہ انسان تھا۔‘‘(مریم:55)

ترجمہ:بنی اسرائیل کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے نماز اور زکوٰۃ دونوں کی پابندی کا عہد لیا تھا اور وعدہ فرمایا تھا۔

’’میں تمھارے ساتھ ہوں۔اگر تم نماز پر قائم رہو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے۔‘‘(المائدہ:12)

زکوٰۃ کے لفظ سے ہی اِس کا معنی متعین ہو جاتا ہے کہ اِس سے مراد وہ مال ہے جو پاکیزگی اور طہارت حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔اِس کی ادائیگی ہر صاحب نصاب کے لیے فرض ہے۔

ذیل میں زکوٰۃ کی فرضیت،مصارف،مقاصد اور اثرات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنی

زکوٰۃ کا لغوی معنی ’’پاک ہونا‘‘ اور ’’کسی چیز کا بڑھنا‘‘ ہے۔ جب کہ اصطلاح میں ’’نصاب کے مطابق جس مال پر ایک سال گزر گیا ہو اُس میں سے چالیسواں حصہ کسی مستحق کو اللہ کی رضا کے لیے دینا،یعنی اُسے مالک بنانا۔‘‘

زکوٰۃ کا نصاب

مختلف چیزوں پر زکوٰۃ کا نصاب مختلف ہے جو کہ درج ذیل ہے: چاندی کی صورت میں: دوسو درہم/ساڑھے باون تولے چاندی۔

سونے کی صورت میں: چالیس دینار یا ساڑھے سات تولے سونا۔

مویشیوں میں: 1۔اونٹ: 5 سے 24 تک، ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری۔اور 25 سے 35 تک ایک یک سالہ اونٹنی اور اگر وہ میسر نہ ہو تو دوسالہ اونٹنی۔

گائیں: ہر 30 پر ایک یک سالہ اور ہر 40 پر ایک دوسالہ بچھڑا۔

بکریاں: 40 سے 120 تک،ایک بکری۔

زکوٰۃ کی فرضیت

مکی سورتوں میں بھی زکوٰۃ کا حکم موجود ہے۔مکہ میں مسلمان اپنی ضرورت سے زائد مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیتے تھے۔جب کہ نصابِ زکوٰۃ کے حوالے سے تفصیلی احکام اکثر علما کے نزدیک ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوئے جب کہ زکوٰۃ کی وصولی کا نظام آٹھ ہجری کے بعد قائم ہوا۔

مصارف

زکوٰۃ کے مصارف سورۃ توبہ کی آیت نمبر 60 میں بیان کیے گئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

ترجمہ:’’بے شک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں اور اُن کی وصولی پر مقرر کیے گئے کارکنوں اور ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی اُلفت پیدا کرنا مقصود ہو اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں اور مقروضوں کے بوجھ اُتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے)۔یہ (سب) اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے، اور اللہ خوب جاننے

والا بڑی حکمت والا ہے۔''

مقاصد زکوٰۃ

مقاصدِ زکوٰۃ کے حوالے سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ دولت کی منصفانہ تقسیم

اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد سود کے خاتمے اور نظامِ زکوٰۃ و عشر کے نفاذ پر ہے۔ زکوٰۃ ہی کے ذریعے دولت اُوپر سے لے کر نیچے تک منصفانہ طریقے سے گردش کرتی ہے جب کہ سودی نظام میں دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے۔ اسلام ارتکازِ دولت کو پسند نہیں کرتا اور گردش دولت میں اضافہ اور ارتکازِ دولت کے خاتمہ کے لیے بہت سے اقدامات تجویز کرتا ہے تا کہ معاشرے میں دولت اور آمدنی کی تقسیم منصفانہ ہو سکے۔

2۔ افراطِ زر کا خاتمہ

زکوٰۃ کے ذریعے افراطِ زر (Inflation) کا خاتمہ ہوتا ہے جو گردشِ دولت میں اضافے جب کہ غربت میں کمی کا سبب بنتا ہے۔

3۔ معیشت کا استحکام

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان ہوئے۔ ان میں سے چھ مصارف ایسے ہیں جن کا تعلق براہ راست غربا اور کم آمدنی والے لوگوں سے ہے۔ اِس طرح زکوٰۃ کی رقم امرا سے نکل کر غربا کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے۔ نتیجتاً غربا اِس رقم کو اپنی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں جس سے اشیا کی طلب (Demand) بھی بڑھے گی مگر طلب اور رسد (Demand and Supply) میں بہت زیادہ تفاوت نہیں ہو گا جیسا کہ سودی نظام میں ہوتا ہے۔ اِس سے معیشت مستحکم رہے گی۔

4۔ سرمایہ کاری میں اضافہ

ترقی پذیر ممالک کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سرمائے کی کمی ہے اور جن کے پاس سرمایہ ہے وہ بھی اکثر ذخیرہ اندوزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسلام کے نظامِ معیشت میں ذخیرہ اندوزی نہایت قبیح حرکت اور موجبِ عذاب ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ''اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اُنھیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ جس دن اُس (سونے، چاندی اور مال) پر دوزخ کی آگ میں تاپ دی جائے گی پھر اُس (تپے ہوئے مال) سے اُن کی پیشانیاں اور اُن کے پہلو اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے کہا جائے گا) کہ یہ وہی مال ہے جو تم نے اپنی جانوں (کے مفاد) کے لیے جمع کیا تھا سو تم (اِس مال کا) مزا چکھو جسے تم جمع کرتے رہے تھے۔''

زکوٰۃ کا فائدہ یہ ہے کہ اِس سے سرمائے کو ذخیرہ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اگر کوئی شخص اپنے سرمائے کو گردش میں نہیں لائے گا تو زکوٰۃ ہر سال اُسے دینی ہے۔ اِس طرح اُسے خدشہ ہو گا کہ اُس کی دولت کم ہو رہی ہے تو وہ اپنی دولت کو گردش میں لائے گا اور کسی جائز اور منافع بخش کاروبار میں سرمایہ کاری (Invest) کرے گا۔ جب ذخیرہ اندوزی کی نفی اور سرمائے کی گردش ہو گی تو لامحالہ غربت اور جہالت بھی ختم ہو گی۔

5۔ زکوٰۃ معاشی ترقی میں اضافے کا سبب

سودی نظامِ معیشت اور اسلامی نظامِ معیشت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ سودی نظامِ معیشت میں محنت کی کم اور سرمائے کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے جب کہ اسلامی نظامِ معیشت (جس کی بنیاد زکوٰۃ پر ہے) میں محنت زیادہ اور سرمائے کی ضرورت کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظامِ معیشت میں دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے کے بجائے ہر ایک کو بقدر محنت حصہ حاصل ہو رہا ہوتا ہے جس سے معاشی ترقی میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے جب کہ سودی معیشت میں دولت چند ہاتھوں میں چلے جانے کی وجہ سے

زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق

زکوٰۃ عبادت ہے۔	ٹیکس عبادت نہیں۔
اسلام کا اہم رُکن ہے۔	اسلام کا اہم رُکن نہیں۔
صرف صاحبِ نصاب سے وصول کی جاتی ہے۔	صاحبِ نصاب کی پابندی نہیں۔
اللہ تعالیٰ عائد کرتا ہے۔	ریاست عائد کرتی ہے۔
غریبوں سے جبراً وصول نہیں کی جاتی۔	جبراً وصول کیا جاتا ہے۔
بندے اور خدا کے درمیان معاملہ۔	بندے اور ریاست کا معاملہ۔
زکوٰۃ دینے والا صرف مسلمان۔	مسلمان یا غیر مسلم کوئی بھی ہو۔
روزِ آخرت جواب دہی ہوتی ہے۔	دنیا میں ہی جواب دہی ہوتی ہے۔
زکوٰۃ نہ دینے والے کا ایمان کمزور۔	ایمان کا نہیں بلکہ ضمیر کا تعلق۔
ریاست مقرر کرتی ہے۔	اڑھائی فیصد مقرر شدہ۔
انسان بخوشی قبول کرتا ہے۔	اپنے خلاف ظلم تصور کرتا ہے۔
مقروض پر زکوٰۃ نہ ہو گی۔	ٹیکس لگے گا چاہے مقروض ہو یا نہ ہو۔
عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے۔	عاقل و بالغ ہونا ضروری نہیں۔

زکوٰۃ معلوم کرنے کا طریقہ

قابل زکوٰۃ اثاثہ جات کی مالیت یعنی سونا، چاندی، کرنسی، بینکوں میں جمع شدہ رقم، پرائز بانڈ، مال تجارت فیکٹری میں موجود خام مال، تیار شدہ مال فیکٹری یا دکان وغیرہ میں، تجارتی پلاٹ، مکان یا فلیٹ، کرایہ مکانات و دکانات، جنرل سٹور میں سال کے دوران رکھے جانے والے اوسطاً سامان کی اصل قیمت، منافع کی رقم اور کاروبار میں قابل شراکت اثاثہ جات کی کل مالیت کا مارکیٹ ریٹ کے حساب سے تخمینہ لگائیں پھر اُس میں سے Liabilities یعنی قابل ادائیگی رقوم منہا کر لیں تو باقی بچنے والی قابل زکوٰۃ رقم ہو گی۔ اِس رقم کو چالیس پر تقسیم کریں جو جواب آئے، اُسی قدر زکوٰۃ ادا کر دیں۔ واضح رہے کہ قرضہ اگر لیا ہوا ہے تو اُس کی واجب الادا رقم، دیگر اشیا کی واجب الادا قسطیں، یوٹیلیٹی بلز، اگر سال پورا ہونے سے پہلے آ چکے ہوں، پارٹیوں کی ادائیگیاں، ملازمین کی تنخواہیں اور گزشتہ سال کی زکوٰۃ بھی Liabilities میں شامل ہے۔

معاشی ترقی اُس انداز میں نہیں ہوسکتی جو انسانیت کے لیے فائدہ مند ہو۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کی بنیاد پر قائم نظامِ معیشت میں ایک غریب کے حقوق کی حفاظت ہوسکتی ہے۔

کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے؟

اس حوالے سے سید ابوالاعلیٰ مودودی رقم طراز ہیں:

''زکوٰۃ سے متعلق یہ غلط فہمی آپ کے ذہن میں نہیں رہنی چاہیے کہ یہ کوئی ٹیکس ہے۔ دراصل یہ ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبادت ہے اور نماز کی طرح اسلام کا ایک اہم رُکن ہے۔ زکوٰۃ اور ٹیکس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ٹیکس وہ ہوتا ہے جو زبردستی کسی انسان پر عائد کیا جاتا ہے۔ اِس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ بخوشی اُس کو قبول کرے۔ اِس کے عائد کرنے والوں کا کوئی شخص معتقد نہیں ہوتا۔ اُن کے برحق ہونے پر ایمان نہیں لاتا۔ اُن کے ڈالے ہوئے اِس بار کو زبردستی کی چٹی سمجھتا ہے۔ اِس پر ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ اِس سے بچنے کے لیے ہزار حیلے کرتا ہے۔ اِس کو ادا نہ کرنے کی تدبیریں نکالتا ہے اور اِس سے اُس کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر اِن دونوں میں اُصولی فرق یہ ہے کہ ٹیکس دراصل اُن خدمات کے مصارف پورے کرنے کے لیے عائد کیا جاتا ہے جن کا فائدہ خود ٹیکس ادا کرنے والے کی طرف پلٹتا ہے۔ اِس کے پیچھے بنیادی تصور یہ کارفرما ہے کہ آپ جن سہولتوں کی ضرورت محسوس کرتے اور چاہتے ہیں کہ حکومت کے ذریعہ سے وہ سہولتیں آپ کو بہم پہنچائی جائیں، اُن کے لیے آپ اپنی دولت کے لحاظ سے مناسب چندہ دیں۔ یہ ٹیکس درحقیقت ایک طرح کا چندہ ہی ہے جو قانونی جبر کے تحت اُن اجتماعی خدمات کے لیے آپ سے لیا جاتا ہے جن کے فوائد سے متمتع ہونے والوں میں آپ خود بھی شامل ہیں۔ زکوٰۃ اِس کے برعکس ایک عبادت ہے بالکل اُسی طرح جیسے نماز ایک عبادت ہے۔ کوئی پارلیمنٹ یا قانون ساز اسمبلی اِس کی عائد کرنے والی نہیں ہے، بلکہ اِسے خدا نے عائد کیا ہے جسے ہر مسلمان اپنا معبود برحق مانتا ہے۔ کوئی شخص اگر اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا چاہتا ہو تو وہ زکوٰۃ سے بچنے یا اِس میں خورد برد کی کوشش کبھی نہیں کرسکتا۔''

روحانی، اخلاقی اور معاشرتی اثرات

1۔ زکوٰۃ کے عمومی اثرات

زکوٰۃ ادا کرنے کے عمومی اثرات درج ذیل ہیں:

i۔ محبت الٰہی کا حصول

انسان جب کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ سے اور اُس کے رسول ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ''ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔'' (البقرۃ:165)

مومن اپنی جان اور مال سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ مسلمانوں پر جہاد فرض کر کے ان کی اللہ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کو آزمایا گیا اور زکوٰۃ فرض کر کے ان کے مال سے زیادہ اللہ سے محبت کو آزمایا گیا۔

ii۔ بخل کی صفت کا زائل ہونا

زکوٰۃ ادا کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انسان سے بخل کی صفت زائل ہو جاتی ہے اور بخل سے نجات کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔
ترجمہ: ''اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے سو وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' (الحشر:9)

iii۔ نعمت خداوندی کا شکرانہ

زکوٰۃ کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُس کے بدن اور مال کی نعمت عطا فرمائی۔ انسان عباداتِ بدنیہ سرانجام دے کر بدن کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ ایک فقیر کو دیکھے جس پر رزق کی تنگی ہو اور پھر اُس کے دل میں رحم نہ آئے اور وہ اِس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے کہ اللہ نے اُس کو سوال کرنے سے اور دوسرے کی طرف محتاج ہونے سے مستغنی کر دیا ہے اور وہ اُس ضرورت مند فقیر کو زکوٰۃ، عشر اور صدقہ خیرات دے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے۔

2۔ زکوٰۃ کے معاشرتی اثرات

i۔ انسانی فلاح: زکوٰۃ انسانوں کی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ زکوٰۃ انسانیت کو غربت و افلاس کی بیماری سے محفوظ رکھتی ہے اور انسانوں میں باہمی محبت و خلوص کے جذبات کو فروغ دیتی ہے۔ یوں انسانی فلاح و بہبود کے لیے راہ ہموار ہوتی چلی جاتی ہے۔

ii۔ باہمی محبت و اخوت کا فروغ: دولت کی غیر منصفانہ تقسیم انسانوں کے درمیان اختلافات کو جنم دیتی ہے۔ اسلامی

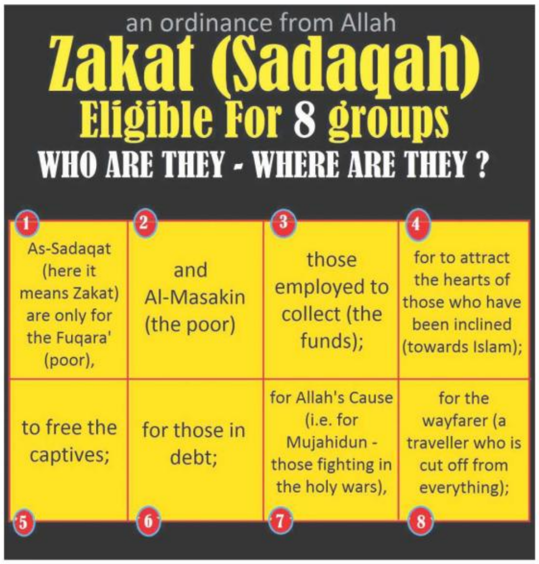

معاشرے میں چوں کہ اُمراء مستحقین کا حق مطالبے کے بغیر ہی اپنا فرض سمجھتے ہوئے ادا کر دیتے ہیں اِس لیے باہمی اختلافات کے بجائے باہمی محبت و اخوت کے جذبات فروغ پاتے ہیں اور معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں۔

iii۔ معاشرتی ترقی: کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کے افراد کے درمیان باہمی یک جہتی کی فضا موجود ہو۔ یہ مقصد زکوٰۃ کے ذریعہ بخوبی حاصل ہو جاتا ہے۔ یوں زکوٰۃ معاشرتی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

iv۔ استحکام سلطنت: کسی بھی سلطنت کے استحکام کے لیے مالی وسائل ناگزیر ہیں۔ یہ ضرورت مختلف ٹیکسوں سے پوری کی جاتی ہے۔ اسلامی سلطنت کے خزانہ میں سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ زکوٰۃ ہے جو استحکام سلطنت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

v۔ اسلامی تہذیب و تمدن کی بقا: زکوٰۃ اسلامی رکن کی حیثیت سے اسلامی تہذیب و تمدن کا لازمی جزو اور اِس کی ایک اہم علامت ہے۔ زکوٰۃ کے نظام سے اسلامی معاشرے کی ایک اہم علامت برقرار رہتی ہے۔ اِس طرح زکوٰۃ اسلامی تہذیب و تمدن کی بقا میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

3۔ زکوٰۃ کے معاشی اثرات

i۔ گردش دولت: جس طرح جسم کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اُس میں خون کی گردش مناسب طریقے سے جاری رہے اور وہ ایک جگہ منجمد نہ ہونے پائے، اِسی طرح معاشرے کی زندگی کے لیے ضروری

ہے کہ دولت مناسب طریقے سے گردش میں رہے اور چند ہاتھوں تک محدود نہ ہوجائے۔ اسلام کے نظام معیشت میں زکوٰۃ دولت کو گردش میں رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''تاکہ دولت تمھارے دولت مندوں کے مابین ہی (گردش میں) نہ رہے۔''

ii۔معاشی ترقی: کسی بھی معاشرے کی معیشت کا دارومدار سرمایہ کی مناسب تقسیم پر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر معاشرے میں امیر اور غریب موجود ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کا نظام اُمراء اور غربا کے درمیان حائل خلیج کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعے سرمایہ چند ہاتھوں سے نکل کر معاشرے کے عام افراد کے ہاتھوں میں منتقل ہوتا ہے اور یہ چیز معاشی ترقی کی بنیاد بنتی ہے۔

iii۔غربت کا خاتمہ: زکوٰۃ اُمراء کے ذمہ غربا کا حق ہے۔ جب یہ حق مستحقین تک پہنچا دیا جاتا ہے تو وہ بھی معاشی دوڑ کا حصہ بن جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ یوں غربت ختم ہونے لگتی ہے۔

iv۔ بے روزگاری اور گداگری کا خاتمہ: جب معاشرے میں دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو تو بے روزگاری اور گداگری جیسے امراض جنم لیتے ہیں۔ زکوٰۃ کی بدولت معاشرہ بے روزگاری اور گداگری جیسی لعنتوں سے پاک ہوجاتا ہے کیوں کہ مذکورہ افراد کو اُن کا حق دست سوال دراز کرنے سے پہلے ہی ادا کردیا جاتا ہے۔

v۔سودی معیشت کا خاتمہ: زکوٰۃ سودی نظام معیشت کو رخصت کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نظامِ زکوٰۃ کے باعث معاشرہ اور حکومت دونوں قرض در قرض اور سود در سود کی لعنت سے محفوظ ہوجاتے ہیں جو معاشرے اور حکومت کو گھن کی طرح چاٹتے رہتے ہیں اور بالآخر معاشی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

vi۔معقول معیاری زندگی: زکوٰۃ کا نظام کسی بھی کمزور اور ناتواں کو معقول اور خوش حال زندگی فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دراصل نظام زکوٰۃ کا مقصد ہی خوش حال زندگی کی فراہمی ہے۔

4۔زکوٰۃ کے اخلاقی اور روحانی اثرات

i۔اطاعت کے جذبہ کا فروغ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے کہ کہیں وہ دنیا کی نعمتوں میں کھو کر اپنے رب کو بھول تو نہیں گئے۔ زکوٰۃ بھی فی الحقیقت آزمائش کی کسوٹی ہے کہ آیا بندہ حکم الٰہی کے تحت اپنے اموال واسباب راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے یا نہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مومنین اطاعت الٰہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور یوں اللہ کی اطاعت کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔

ii۔جذبہ محبت کا فروغ: زکوٰۃ کی ادائیگی سے انسان فی الحقیقت اللہ اور انسان دونوں سے اپنی محبت کا عملی اظہار کرتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انسان کا جذبہ محبت فروغ پاتا ہے اور انسان دوسروں کے لیے اپنی ہمدردی اور محبت کا عملی مظاہرہ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

iii۔مال کی محبت کا خاتمہ: جب بندہ حکم الٰہی کے تحت اپنے اموال میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے تو اُس کے دل میں جہاں اللہ کی محبت فروغ پاتی ہے وہاں مال کی محبت ختم ہوجاتی ہے اور یوں مادہ پرستی بھی دم توڑ دیتی ہے۔

iv۔اطمینان قلب کا حصول: مادیت پرستی قلبی اطمینان کی تباہی کا باعث ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے جہاں مادیت پرستی کا خاتمہ ہوتا ہے وہاں فریضہ کی ادائیگی بھی ہوجاتی ہے اور یوں انسان قلبی اطمینان محسوس کرتا ہے۔

5۔زکوٰۃ کے اُخروی اثرات

زکوٰۃ کی ادائیگی اُخروی کامیابی کی ضامن ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہے، اُن کے لیے اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے اور اُن پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔'' (المائدہ:277)

نظام زکوٰۃ کی بہتری کے لیے تجاویز

1۔فیڈرل بورڈ آف زکوٰۃ

پاکستان میں بینکوں کے ذریعے کٹنے والی زکوٰۃ پر علما کے کئی طرح کے تحفظات ہیں، ان کو دُور کیا جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے کا درست نظام وضع کیا جائے۔ ''فیڈرل بورڈ آف ریونیو'' کی طرز پر ''فیڈرل بورڈ آف زکوٰۃ'' اسلامی اُصولوں کی روشنی میں تشکیل دیا جائے۔

2۔ایمان دار عاملین زکوٰۃ

زکوٰۃ کے عاملین (Collectors) ایمان دار، دیانت دار اور خوف خدا رکھنے والے افراد ہوں۔ اُن کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت دی جائے۔

3۔سخت احتساب

زکوٰۃ اکٹھی کرنے (Collection) کے نظام میں بے لاگ احتساب کا نظام نافذ ہو۔

4۔زکوٰۃ خرچ کرنے کے لیے درست جگہ کا انتخاب

جہاں زکوٰۃ کو اکٹھا کرنے کے لیے درست نظام ہو وہاں اِس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ جہاں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے وہ جگہ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں درست بھی ہو۔ پاکستان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے مقصد کانفرنسز اور سیمینارز زکوٰۃ کی رقم سے کروائے جاتے ہیں۔

5۔جہاں سے زکوٰۃ اکٹھی ہو، وہیں پر خرچ کی جائے

زکوٰۃ کو خرچ کرنے کے حوالے سے ایک اہم اُصول یہ بھی ہے کہ جہاں سے زکوٰۃ اکٹھی کی جائے اُسی جگہ کو خرچ کرنے کے حوالے سے ترجیح دی جائے۔

6۔فعال انفراسٹرکچر کا قیام

زکوٰۃ کی رقم جہاں بلاواسطہ غربا میں تقسیم کی جائے وہاں ساتھ ساتھ اِس طرح کا انفراسٹرکچر بھی فعال (Develop) کیا جائے جس سے مستقل آمدنی حاصل ہوتی رہے اور غربا کا فائدہ ہوتا رہے۔

خلاصۂ بحث

ضرورت اِس امر کی ہے کہ زکوٰۃ کو امیروں سے اکٹھا کیا جائے اور غریبوں میں تقسیم کیا جائے۔ آج دُنیا جس معاشی ابتری کا شکار ہے اُس کی بڑی وجہ سودی معیشت، بیرونی قرضے، سرمایہ دارانہ نظام تجارت، بالواسطہ محصول کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ دولت اکٹھی کرنے کی خواہش ہے۔ زکوٰۃ کے اجتماعی نظام سے جہاں اِن تمام برائیوں سے جان چھوٹ جائے گی وہاں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا نزول بھی ہوگا۔

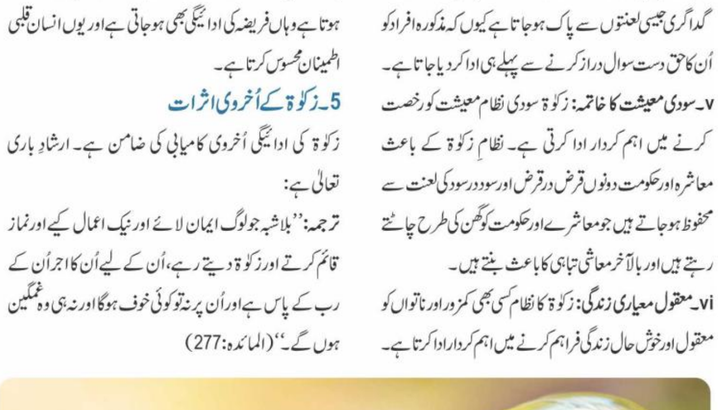

اسلام دہشت گردی نہیں سکھاتا

حالات کی یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ اسلام جو امن وسلامتی کا دین ہے اور دنیا کو امن وچین اور سکون واطمینان سے بھر دینے کے لیے آیا ہے، دنیا کے بڑے بڑے دہشت گردوں نے اپنی قوت وطاقت کے سہارے اِسے اور اِس کے ماننے والوں ہی کو دہشت گرد قرار دے کر اِن کے خلاف عالمی میڈیا پر پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ اِس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دہشت گردی کے واقعات میں بعض مسلمان ملوث رہے ہیں لیکن چوں کہ اسلام کے معنی ہی اطاعت وسپردگی اور امن وسلامتی کے ہیں لہٰذا مسلمان اپنے بنیادی نظریہ وعمل کے مطابق جہاں اطاعت الٰہی کا نمونہ ہیں، وہاں دنیا کے لیے امن وسلامتی کے پیکر بھی ہیں۔

قرآن مجید میں اسلام کی حکومت کو امن کی حکومت قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وعد الله الذين امنوا منكم و عملوا الصلحت ليستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذين ارتطى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدوننى لا يشركون بى شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفسقون (النور: 55)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کے لیے پسند کیا ہے، مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد اُن کو امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اِس کے بعد کفر کرے، تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔

اسلام میں ظلم وستم کی کسی طرح کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام نے تو مسلمانوں کو واضح طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ کسی قوم کی عداوت و دشمنی بھی تمھیں اِس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرنے لگو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يايها الذين امنوا كونوا قوامين لِله شهدآء بالقسط و لا يجرمنكم شنأن قوم على الاتعدلوأ اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ والتقوا الله ان الله خبير بما تعملون (المائدہ: 8)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لیے گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اِس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

اسلام تخریب کاری، دہشت گردی یا معصوم انسانوں کے قتل و غارت کی کس طرح اجازت دے سکتا ہے کہ اِس نے تو انسانیت کے احترام، تقدس اور عظمت کا یہ تصور دیا ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل اور ایک انسان کی جان بچانا، ساری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الارض فكانما قتل النِاس جميعاً و من احياها فكانما احيا الناس جميعاً (المائدہ: 32)

ترجمہ: جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا، اُس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی، اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین

بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ نے انسانیت کے ساتھ جس طرح محبت وشفقت اور رحمت کا درس دیا ہے، وہ آپ کے حسب ذیل ارشادات سے واضح ہے:

1- خبردار جس نے ذمی کافر پر ظلم کیا یا اُسے نقصان پہنچایا، اُس کی طاقت سے زیادہ اُس سے کام لیا یا اُس کی کوئی تھوڑی سی چیز بھی اُس کی رضا کے بغیر لی، تو کل قیامت کے دن میں ایسے شخص سے جھگڑوں گا۔ (امام ابوداؤد، السنن، الخراج، باب فی تعشیر اہل الذمۃ، حدیث: 3052 الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء)

2- اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔ (امام ابن ماجہ، السنن، الاحکام، باب من بنی......حدیث: 234، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء)

3- جو کسی جان دار (انسان یا حیوان) کی شکل وصورت بگاڑے، اُس پر لعنت ہے۔ (امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الذبائح و الصید، باب ما یکرہ من المثلۃ، حدیث: 5515، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء)

4- زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ (امام ابوداؤد، السنن، الادب، باب فی الرحمۃ، حدیث: 4941، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء)

5- ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب ہوگا۔ (امام بخاری، الجامع الصحیح، المظالم، ظلمات یوم القیامۃ، حدیث: 2447، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء)

6- ایک عورت جہنم میں گئی صرف ایک بلی کی وجہ سے، جسے اُس نے باندھے رکھا، بلی کو نہ خود کھانے کے لیے کوئی چیز دی اور نہ اُسے چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا یا جو چیز ملتی، اُسے کھا لیتی۔ (امام بخاری، الجامع الصحیح، بدأ الخلق، باب اذا وقع......حدیث: 3318، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء)

اسی طرح رحمۃ اللعالمین ﷺ کے بے شمار ارشادات کتب حدیث وسیرت میں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات وہدایات میں انسانی زندگی کے لیے امن وآشتی، رحمت و شفقت اور امن وسلامتی کی ضمانت ہے۔

اسلام دین امن۔ تاریخ کی روشنی میں

اسلام امن وآشتی کا دین ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے واضح ہے۔ اِسی طرح اسلامی تاریخ بھی اِس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے صلح وسلامتی اور امن وآشتی کو ہمیشہ

پیش نظر رکھا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ تاریخ اسلام سے چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار کے جارحانہ رویوں کے جواب میں تھے۔ مشرکین مکہ، یہود اور نصاریٰ سے آپ ﷺ نے جس قدر جنگیں کیں، وہ اُن کی جارحانہ کارروائیوں کی وجہ سے تھیں۔ شام کے سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی جارحانہ کارروائیوں کے انسداد ہی کے لیے 8 ہجری میں آنحضرت ﷺ نے ایک دستہ روانہ فرمایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حارث بن عمیرؓ کو دعوتِ اسلام کا خط دے کر شرحبیل بن عمر غسانی کے پاس بھیجا۔ اُس نے آپ ﷺ کے اِس قاصد کو جب قتل کر دیا تو اِس کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے آنحضرت ﷺ نے جنگی مہم کا پروگرام بنایا تھا۔

اِسی طرح جب شام کی سرحد پر دشمنوں کی فوجوں کے جمع ہونے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کی خبریں عام ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دفاع کا اہتمام فرمایا۔ الغرض آنحضرت ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا دشمنوں کی جارحانہ کارروائیوں کے جواب میں تھے اور اُن میں فریقین کا جانی نقصان اِس قدر کم ہوا کہ اس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

جب کہ دوسری طرف دیگر اقوام کی لڑائیوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں کروڑوں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ مثلاً مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا، اُن کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔ جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاک نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔ اکیلی سلطنت سپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا، جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین، ج 2 ص 221-219، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز)

آنحضرت ﷺ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے بھی امن وسلامتی کے مشن کو جاری رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، وہ اِس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

ترجمہ: لوگو! مجھے تمھارا حاکم بنایا گیا ہے حالاں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، لوگو! میں متبع (سنت) ہوں، بدعتی نہیں ہوں۔ اگر میں اُمور و معاملات کو اچھے طریقے سے سرانجام دوں تو میری مدد کرو اور اگر میں بھٹک جاؤں، تو مجھے سیدھا کر دو۔ تم میں سے جو طاقت ور ہے، وہ میرے نزدیک کمزور ہے، جب تک میں اُس سے حق وصول نہ کر لوں اور جو تم میں سب سے کمزور ہے، وہ میرے نزدیک بہت طاقت ور ہے، جب تک میں اُسے اُس کا حق نہ دلا دوں۔

مسلم اور غیر مسلم کے امتیاز کے بغیر امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے یہ آپؓ کی باقاعدہ طے شدہ پالیسی تھی جس کی وجہ سے معاشرہ امن، چین اور سکون کا گہوارہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب ملک شام کی طرف ایک جہادی لشکر روانہ کیا تو اپنی اِس پالیسی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اُسے یہ نصیحت فرمائی کہ:

''عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، بستیاں ویران نہ کرنا، کوئی بکری یا اونٹ کھانے کے سوا ذبح نہ کرنا، کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ جلانا، خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا۔'' (امام مالک، المؤطا، کتاب الجہاد)

حضرت عمر فاروقؓ کا عدل تو ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں ہم اُن چند معاہدات کو بطور مثال پیش کریں گے جو مختلف ممالک کی فتح کے وقت آپؓ نے اُن کے باشندوں کے ساتھ کیے تھے۔ اِن معاہدات کے مطالعہ سے جہاں اِس بات کی تصدیق ہوگی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں سکونت پذیر غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا معاملہ کیا جس سے معاشرہ امن وآشتی کا ایسا گہوارہ بن گیا کہ جس کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، وہاں اِس بات پر غور کرنے کا بھی موقع ملے گا

کہ کیا یورپ نے بایں ہمہ دعویٰ تہذیب اِس قسم کے حقوق کبھی غیر قوم کو دیے ہیں؟ یاد رہے کہ ہر قسم کی رعایا کو مکمل حقوق دینے سے ہی معاشرہ میں امن و سلامتی کا فروغ ہوسکتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے معاہدات میں سے بیت المقدس کا وہ معاہدہ بہت مشہور ہے جو خود آپؓ کی موجودگی میں اور آپؓ ہی کے الفاظ میں لکھا گیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''یہ ہے وہ امان جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے اہل ایلیا کو دی، یہ امان اُن کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور اُن کے تمام مذاہب والوں کے لیے ہے۔ اُن کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ اُن کو اور نہ اُن کے احاطہ کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا، نہ اُن کی صلیبوں اور اُن کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں اُن پر جبر نہیں کیا جائے گا، نہ اُن میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیا میں اِن کے ساتھ یہودی نہیں رہیں گے، ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں۔ اِن یونانیوں میں سے جو شہر سے نکل جائے گا، اُس کی جان اور مال کو امن ہے حتیٰ کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا ہی میں رہنا پسند کرے، تو اُس کو بھی امان ہے البتہ اُسے جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے، تو اُن کو اور اُن کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اِس تحریر میں ہے، اُس پر اللہ کا، اُس کے رسول ﷺ کا اور مومنوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ مقرر کردہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ اِس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان اور یہ 15ھ میں لکھا گیا۔'' (الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج 3، ص 434، بیروت، مکتبہ خیاط سن طبات ندارد)

دوسری طرف جب 1099ء میں اِسی بیت المقدس پر عیسائیوں نے قبضہ کیا تو:

''مفتوح و مغلوب مسلمانوں کے ساتھ اُنھوں نے وہ برتاؤ کیا کہ الامان والحفیظ۔ شہر کے گلی کوچوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے، بے دست و پا مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، اُنھیں آگ میں جلایا گیا اور مسجد اقصیٰ کی چھت اور بنیادوں پر بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا۔'' (سٹینلے لین پول (مصنف) آباد شاہ پوری (مترجم) صلاح الدین ایوبی، ص 98، اسلام آباد بک پروموٹرز، 1997ء)

اور پھر اِسی بیت المقدس کو جب دوبارہ صلاح الدین ایوبی نے فتح کیا تو:

''کسی عیسائی (غیر مقاتل) کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی اور ہلکا سا ٹیکس (جزیہ) لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی گئی۔ دوران جنگ عیسائیوں کا سپہ سالار رچرڈ اول بیمار ہوا تو صلاح الدین ایوبی اُسے کھانا، پھل اور دیگر مفرحات بھجواتا رہا۔''

حضرت عمرؓ کے اِس نوع کے اور بھی بہت سے معاہدات معروف ہیں۔ آپؓ نے اپنی وفات کے قریب اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لیے ایک مفصل وصیت بھی لکھوائی تھی، اِس وصیت کو محدثین میں سے امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ کے علاوہ بہت سے مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے۔ اِس وصیت کا آخری فقرہ یہ ہے:

اوصیہ بذمۃ اللہ ...... (امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، حدیث:223، ریاض، دارالسلام، 2000ء)

ترجمہ: میں اُن لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں جن کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمی) کہ اُن سے کیا گیا عہد پورا کیا جائے اور اُن کی حمایت میں لڑا جائے اور اُن کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

خلفائے راشدین آنحضرت ﷺ کے صحیح جانشین تھے۔ اُنھوں نے ایسا پرامن ماحول قائم کیا جسے عالمی تاریخ میں ایک مثالی حیثیت حاصل ہے۔ اِس بارے میں مشہور مغربی مؤرخ ڈاکٹر گستاولی بان کی شہادت سنیے:

''خلفائے راشدین جس ملکی خوش تدبیری کو کام میں لائے، وہ اُن کی سپہ گری اور اُس فن حرب سے مافوق تھی جسے اُنھوں نے آسانی سے سیکھ لیا تھا۔ شروع ہی سے اُنھیں ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سال ہا سال سے مختلف حکومتوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اِن نئے ملک گیروں کو قبول کرلیا جن کی حکومت میں اُنھیں بہت زیادہ آسائش تھی۔ مفتوح اقوام کا طریقہ عمل کیا ہونا چاہیے، نہایت صریح طور پر مقرر کردیا گیا اور خلفائے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین حق کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی بلکہ بعوض اِس کے کہ وہ بجبر اپنے دین کی اشاعت کرتے، وہ صاف طور پر ظاہر کردیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب و رسوم اور اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کی جائے گی اور اِس آزادی کے معاوضے میں وہ اُن سے ایک بہت خفیف سا خراج لیتے تھے جو اِن مطلوبات کے مقابل میں جو اُن اقوام کے پرانے حکام اُن سے وصول کیا کرتے تھے، نہایت ہی کم تھا۔'' (ڈاکٹر گستاولی بان، (ترجمہ: سید علی بلگرامی)، تمدن عرب، ص 131، لاہور، مقبول اکیڈمی، سن طباعت ندارد)

اِسی طرح ڈاکٹر گستاولی بان نے حضرت عمروؓ بن العاص کے بارے میں بھی لکھا ہے:

''جو سلوک عمروؓ بن العاص نے مصریوں کے ساتھ کیا، وہ اِس سے کم نہ تھا۔ اُس نے باشندگانِ مصر سے وعدہ کیا کہ پوری مذہب کی آزادی، پورا انصاف بلا رورعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیے جائیں گے اور اُن ظالمانہ اور غیر محدود مطالبوں کے عوض میں جو شہنشاہ یونان اُن سے وصول کرتے تھے، صرف ایک معمولی سالانہ جزیہ لیا جائے گا، جس کی مقدار فی کس دس روپے تھی۔'' (حوالہ مذکور، ص 132)

711ء میں راجا داہر کی ظالمانہ پالیسیوں کی وجہ سے محمد بن قاسم سندھ پر حملہ آور ہوا اور فتح حاصل کرنے کے بعد تین سال تک اِس سرزمین پر قیام پذیر رہا۔ اِن تین سالوں میں محمد بن قاسم نے اپنے حسن سلوک سے سندھیوں کو اِس حد تک اپنا گرویدہ بنالیا تھا کہ وہ اِس کی ماتحتی میں اپنے ہی فوجی سرداروں سے لڑنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ تین سال بعد جب محمد بن قاسم عراق واپس جانے لگا تو لوگوں کی اشک بار آنکھیں اُن کے اندرونی غم کی غمازی کررہی تھیں۔ لوگ عرصہ دراز تک اِس کی جرأت، نیک سلوک اور پروقار شخصیت کی باتیں کرتے رہے۔

تاریخ کی اِس شہادت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام نے انسانی زندگی کے لیے امن و آشتی، رحمت و شفقت اور سلامتی کی جو تعلیمات دی ہیں، مسلمانوں نے اُن تعلیمات کے مطابق عمل کیا اور عملی طور پر اِس کا مظاہرہ بھی کیا۔

عالمی سرمایہ دارانہ نظام

صائمہ نوید

بجٹ خسارے اور قرض کی زنجیر

> اگرچہ سوشلزم وکمیونزم کا زمینی آئیڈیل منہدم ہو چکا ہے لیکن جس مسئلہ کے حل کرنے کا مدعا لے کر وہ آیا تھا، وہ مسئلہ جوں کا توں باقی ہے۔ سماجی قوت کا بے حیائی سے اور دولت کا بے محابا استعمال جو بیش تر صورتوں میں حوادث کا رُخ متعین کرتے ہیں اور اگر بیسویں صدی کا عالمی سبق ایک صحت بخش ٹیکے کے طور پر ناکام رہا تو ایک وسیع سرخ بگولا ایک مرتبہ پھر اپنی قہر سامانیوں کے ساتھ مکمل صورت میں نمودار ہو جائے گا۔
>
> **(الیگزنڈر سولزنٹسین، ''نیو یارک ٹائمز''، 28 نومبر 1993ء)**

مالی سال 20-2019ء کے بجٹ میں وفاقی حکومت نے محصولات کا ہدف 5822 ارب روپے رکھا تھا جب کہ اخراجات کا تخمینہ 8238 ارب روپے تھا۔ اِس طرح 2416 ارب روپے کا خسارہ تھا۔ جس وقت ٹیکس وصولی کا یہ ہدف رکھا گیا تھا تو اکثر تجزیہ نگاروں کا کہنا تھا کہ یہ ہدف حاصل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن عمران خان کی حکومت کا کہنا تھا کہ ہم تبدیلی کے نعرے پر حکومت میں آئے ہیں، لہٰذا ہم یہ ہدف حاصل کرے دکھائیں گے۔ عمران خان صاحب اقتدار میں آنے سے قبل یہ دعویٰ کرتے رہے تھے کہ اگر وہ اقتدار میں آ گئے تو آٹھ ہزار ارب ٹیکس جمع کر کے دکھائیں گے، اور ایسا اِس لیے ممکن ہو گا کیوں کہ وہ ایک ایمان دار اور کرپشن سے پاک قیادت فراہم کریں گے۔ لیکن اب اقتدار میں آنے کے بعد عمران حکومت آئی ایم ایف سے یہ درخواست کر رہی ہے کہ 5822 ارب ٹیکس وصولی کے ہدف کو تبدیل کر کے 4700 ارب روپے کر دیا جائے کیوں کہ ایف بی آر اِس سے زیادہ ٹیکس کسی صورت جمع نہیں کر سکتا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پی ٹی آئی کی حکومت ایمان دار اور کرپشن سے پاک قیادت فراہم نہیں کر سکی جواب بھی پاکستان کی وفاقی حکومت ٹیکس ہدف کو حاصل نہیں کر پا رہی؟

جب سے تحریک انصاف کی حکومت آئی ہے پاکستان کے لوگوں کو یہ سبق زور شور سے پڑھایا جا رہا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو ٹیکس لازمی دینا چاہیے، کیوں کہ ہمارے ٹیکسوں سے ریاست چلتی ہے۔ جب ہم ٹیکس نہیں دیتے تو ریاست اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے قرض لیتی ہے۔ لہٰذا پاکستان اور اِس کی معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اتنا ٹیکس ادا کریں جس سے ریاست کی تمام ضروریات پوری ہوں اور ریاست اپنے تمام قرض بھی ادا کر سکے۔ جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تب ہی پاکستان اور ہم معاشی لحاظ سے مضبوط اور طاقت ور ہوں گے۔

بادی النظر میں یہ بات مکمل طور پر درست معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اِس معاملے کو دو حوالوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے:

1۔ کیا واقعی حقیقت ایسی ہی ہے جیسے حکمران بیان کرتے ہیں؟

2۔ اسلام اِس حوالے سے ہمیں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے؟

تو حقیقت کیا ہے؟ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، مالی سال 20-2019ء کے وفاقی بجٹ کا حجم 8238 ارب روپے ہے۔ ٹیکس کا ہدف 5822 ارب روپے (یہ ہدف پچھلے سال کے مقابلے میں 33 فیصد زائد ہے) یعنی 2416 ارب روپے کا خسارے کا بجٹ۔ اِس وقت پاکستان کا کل قرض 107 ارب ڈالر ہو چکا ہے۔ پاکستان کا قرض اِس کی کل ملکی پیداوار (جی ڈی پی) کا 91 فیصد ہے، اور یہ صورت حال اِس وقت ہے جب پاکستان میں جی ڈی پی کی نسبت سے ٹیکس کی شرح 11.6 فیصد ہے (جب کہ اِس سے پچھلے سال یہ شرح 13 فیصد تھی)۔ 2018ء میں آرگنائزیشن فار اکنامک کوآپریشن اینڈ ڈیولپمنٹ (او ای سی ڈی) کے رکن ممالک کی جی ڈی پی کے تناسب سے اوسط ٹیکس کی شرح 34.3 فیصد رہی۔ اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو پاکستان میں ٹیکس ٹو جی ڈی پی کی شرح عالمی معیار سے بہت ہی کم ہے۔ لیکن اگر پاکستان ٹیکس ٹو جی ڈی پی کی شرح کو عالمی معیار پر لے آتا ہے تو کیا ریاست پاکستان کے پاس اِس قدر وسائل ہوں گے کہ پھر اِس کے بجٹ، خسارے کے بجٹ نہ ہوں؟ اور جب اِس کے بجٹ خسارے کے نہیں ہوں گے تو پھر اِسے قرض بھی نہیں لینا پڑے گا۔ اور جب ہم مقروض نہیں ہوں گے تو یقیناً معاشی لحاظ سے مضبوط ہوں گے۔

اس حقیقت کو جاننے کے لیے ہم سب سے پہلے امریکا کی مثال لیتے ہیں جو اِس وقت دنیا کی سب سے بڑی معیشت اور واحد عالمی طاقت ہے۔ 1970ء سے امریکا کا وفاقی بجٹ خسارے کا بجٹ چلا آ رہا ہے۔ 2019ء میں امریکا کے وفاقی بجٹ میں اخراجات کا تخمینہ 4450 ارب ڈالر جب کہ محصولات کا ہدف 3460 ارب ڈالر ہے۔ تو اِس طرح تقریباً 1000 ارب ڈالر خسارے کا اِسے سامنا ہے۔ امریکا کا کل ملکی قرض 22670

ارب ڈالر ہے جو اِس کی کل ملکی پیداوار کا 106 فیصد بنتا ہے۔ اور یہ تمام تر صورت حال اِس وقت ہے جب امریکا میں ٹیکس ٹو جی ڈی پی کی شرح 27.1 فیصد ہے۔

اسی طرح چین جو اِس وقت دنیا کی دوسری بڑی معیشت ہے، اُس کی صورت حال بھی امریکا سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ 2018ء میں چین نے 3301 ارب ڈالر کا بجٹ پیش کیا۔ محصولات کا ہدف 2800 ارب ڈالر تھا۔ یعنی 375 ارب ڈالر کے خسارے کا بجٹ تھا۔ چین کا کل ملکی قرض 5200 ارب ڈالر ہے جو اِس کی کل ملکی پیداوار کا 47.6 فیصد بنتا ہے۔ اور یہ تمام تر صورت حال اِس وقت ہے جب چین میں ٹیکس ٹو جی ڈی پی کی شرح 21.1 فیصد ہے (2015ء کے اعداد و شمار کے مطابق)۔

کچھ یہی صورت حال تمام ترقی یافتہ ممالک یعنی برطانیہ، جاپان، فرانس، کینیڈا، جرمنی، اٹلی کی بھی ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ بھائی یہ بہت بڑے ممالک ہیں، عالمی طاقتیں ہیں، ان کے خرچے بھی بڑے ہیں، آپ اپنے جیسے ممالک سے مقابلہ کریں۔ تو آئیں بھارت اور برازیل کا جائزہ لے لیتے ہیں۔

بھارت کا بجٹ خسارہ 90 ارب ڈالر ہے جب کہ اِس کی ٹیکس ٹو جی ڈی پی شرح تقریباً 11 فیصد ہے اور کل ملکی قرض 1292 ارب ڈالر ہے جو اِس کی کل ملکی پیداوار کا تقریباً 45 فیصد بنتا ہے۔

برازیل کا بجٹ خسارہ 15 ارب ڈالر ہے جب کہ اِس کی ٹیکس ٹو جی ڈی پی شرح تقریباً 22 فیصد ہے اور کل ملکی قرض 1359 ارب ڈالر ہے جو اِس کی کل ملکی پیداوار کا تقریباً 80 فیصد بنتا ہے۔

اِن اعداد و شمار سے نظر آتا ہے کہ جن ممالک کی ٹیکس ٹو جی ڈی پی شرح 20 سے 30 فیصد ہے، اُنھیں بھی بجٹ خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تو کیا بجٹ خسارے سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ ٹیکس ٹو جی ڈی پی 30 یا 40 فیصد سے بھی زیادہ ہونا چاہیے؟

تو مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ وہ ممالک جن کے ہاں ٹیکس ٹو جی ڈی پی کی شرح 50 فیصد سے بھی زیادہ ہے اُن کے ہاں بھی سوائے ڈنمارک کے، خسارے کے بجٹ پیش ہوتے ہیں اور ملکی قرض بڑھ رہے ہیں۔ فن لینڈ میں ٹیکس ٹو جی ڈی پی شرح 54 فیصد ہے لیکن اِس کے باوجود بجٹ خسارے کا ہے اور قرض ٹو جی ڈی پی کی شرح 59 فیصد ہے۔ ڈنمارک میں ٹیکس ٹو جی ڈی پی 50 فیصد ہے اور بجٹ خسارے کا نہیں ہے، لیکن قرض اور جی ڈی پی کی شرح 34 فیصد ہے۔

جو بات اِن اعداد و شمار سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام میں چاہے کتنا ہی ٹیکس ٹو جی ڈی پی کی شرح میں اضافہ کرلیا جائے ملکی بجٹ خسارے کا ہی رہتا ہے جس کے نتیجے میں حکومتیں قرض لیتی ہیں اور اِس طرح ملکی قرض بھی بڑھتا ہی رہتا ہے۔

آخر سرمایہ دارانہ نظام میں ایسی کیا خرابی ہے کہ جس کی وجہ سے چاہے ملکی پیداوار اور ٹیکس ٹو جی ڈی پی میں کتنا ہی اضافہ کیوں نہ ہوجائے، محصولات ہمیشہ اخراجات سے کم ہی رہتے ہیں؟ بجٹ خسارے کے ہی پیش ہوتے ہیں؟ اور نتیجتاً حکومتیں قرض پر قرض لینے پر مجبور ہوتی ہیں؟

اس صورت حال کی دو بنیادی وجوہات ہیں:

1۔ آزاد ملکیت کے نام پر تیل، گیس، بجلی اور معدنیات کے ذخائر پر نجی شعبے کی اجارہ داری۔ یہ وہ شعبہ ہے جہاں سے بے پناہ دولت پیدا ہوتی ہے لیکن سرمایہ دارانہ معاشی نظام میں دولت کے اِن ذخائر کو آزاد ملکیت کے تصور کے تحت نجی شعبے کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اِس طرح یہ بے پناہ دولت چند ہاتھوں میں محدود ہوجاتی ہے اور ریاست کو ٹیکس کے نام پر چند کوڑیاں ہی ملتی ہیں جب کہ اربوں ڈالر کا منافع نجی مالکان لے جاتے ہیں۔

2۔ فری مارکیٹ اکانومی کے نام پر حکومتیں خود کو کاروبار سے الگ رکھتی ہیں جس کی وجہ سے اِن شعبوں میں جہاں بہت زیادہ سرمایہ کاری درکار ہوتی ہے اور منافع بھی بہت زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ دفاعی صنعتیں، ٹیلی کمیونیکیشن، ایوی ایشن، ریلوے، ہوائی جہاز سازی، بحری جہاز سازی، ٹرانسپورٹ، تعمیرات، ادویہ وغیرہ۔ اِس میں نجی شعبہ کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور اربوں ڈالر نفع کما کر چند کوڑیاں ٹیکس کے نام پر ریاست کے خزانے میں جمع کراتا ہے۔

اِس صورت حال میں جب ریاست قدرتی وسائل سے حاصل ہونے والے وسائل سے دست بردار ہوجائے تو پھر ریاست کا خزانہ کون اور کیسے بھرے گا؟ سرمایہ دارانہ جمہوریت میں سرمایہ داروں پر ٹیکس کم سے کم لگائے جاتے ہیں کیوں کہ اسمبلیوں میں انتخابات جیت کر آنے والے پر اُنھوں نے ہی سرمایہ کاری کی ہوتی ہے۔ اب رہ جاتے ہیں عوام، جو پہلے ہی غریب ہوتے ہیں اور ان پر ٹیکس کا کتنا ہی بوجھ ڈال دیا جائے وہ کسی صورت ریاست کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل نہیں ہوسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ چاہے امریکا ہو یا چین، بھارت ہو یا پاکستان، ریاست کے بجٹ، خسارے کے ہوتے ہیں اور عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ ڈالنے کے بعد بھی یہ خسارہ پورا نہیں ہوتا اور پھر ریاست قرض پر قرض لیتی چلی جاتی ہے۔

سرکاری مناصب اور تعلیماتِ نبوی ﷺ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام اپنے سے وابستہ لوگوں کی صرف عبادات اور رسوم ورواج کے سلسلے میں رہنمائی نہیں کرتا بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی رہنمائی قابل تحسین ہے۔ سرکاری اہل کاروں کے لیے بھی اسلامی تعلیمات اور حضور ﷺ کی سیرت میں ہدایت کے بے شمار نمونے موجود ہیں جن سے استفادہ کر کے یہ لوگ نہ صرف اپنی ذمہ داریاں کماحقہٗ ادا کرسکتے ہیں بلکہ اِن پر عمل پیرا ہو کر اپنی عاقبت بھی سنوار سکتے ہیں۔

عمران شاہد بھنڈر

نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کو عملی ہدایات فراہم کرتی ہیں۔ یہی معاملہ سرکاری مناصب کا بھی ہے۔ آپ ﷺ کے کچھ ارشادات تو عمومی نوعیت کے ہیں، جن میں دیگر افراد کے ساتھ سرکاری مناصب کے حامل لوگوں کے لیے بھی رہنمائی موجود ہے، جب کہ کئی ایک مواقع پر آپ ﷺ نے براہِ راست سرکاری ملازمین کو مخاطب کر کے اُن کی رہنمائی فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ کے چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

1۔ اخوت اور بھائی چارہ

اسلام کی عمومی تعلیمات میں اخوت اور بھائی چارے کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ سرکاری مناصب اور سرکاری اہل کاروں کی ذمہ داریوں کے پس منظر میں اِس کی اہمیت مزید واضح ہوتی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے کسی کے حوالے کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کسی حاجت کو پورا کرے گا، اللہ اِس کی حاجت پوری کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو کسی مصیبت سے نکالے گا، اللہ اُسے روزِ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت سے نکال دے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔'' (الجامع الصحیح 2443، مسلم 2580)

اِس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق سرکاری ملازمین کے لیے بڑی واضح رہنمائی موجود ہے۔ اُن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ عوام کی حاجتوں کو پورا کریں، اُن پر ظلم نہ کریں، اُنھیں بے جا پریشان نہ کریں، اُن کا استحصال نہ کریں۔ یہ سب کرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھیں کہ وہ اُن کے مسائل کو حل کرے گا اور اُن کی حاجات کو پورا کرے گا۔

2۔ خیر خواہی

یہ اسلام کی امتیازی خصوصیات میں سے اہم ترین خصوصیت ہے۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''بے شک دین خیر خواہی ہے'' (سنن ابی داوٗد، 2944)۔ صحابہؓ نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کس سے خیر خواہی؟'' فرمایا: ''اللہ سے، اور اُس کی کتاب سے، اور اُس کے رسول ﷺ سے، اور اہل ایمان کے ائمہ سے، اور اُن کے عام لوگوں سے۔''

عام لوگوں کے لیے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اُن کو اُن اُمور کی طرف دعوت دی جائے جن میں اُن کی مصلحت ہو اور دین کے کام میں اُن سے تعاون کیا جائے، ناداروں کی مالی امداد کی جائے، مسلمانوں کے عیوب کی پردہ دری نہ کی جائے، اُنھیں ضرر سے بچایا جائے اور اُنھیں فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اِس حدیث میں جو بات کہی گئی ہے وہ بلا امتیاز معاشرے کے تمام افراد کے لیے ہے، مگر خصوصاً اِس میں سرکاری مناصب کے حامل افراد کے لیے واضح ہدایت موجود ہے۔

اربابِ اختیار کی خیر خواہی اور اُن کے ساتھ حسنِ تعلق یہ ہے کہ حق بات میں اُن کی مدد کی جائے، بھلائی اور نیکی میں اُن کی اطاعت کی جائے، غلطیوں اور غفلتوں پر اُن کو متنبہ کیا جائے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ پر اُنھیں آمادہ کیا جائے، جب کہ عام مسلمانوں کی خیر خواہی اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک یہ ہے کہ اُن کو ضرر نہ پہنچایا جائے اور اُن کی ضروریات پوری کی جائیں، حسد، بغض اور دھوکا دہی سے اجتناب کیا جائے۔

3۔ کسبِ حلال

اسلام اپنے ماننے والے ہر شخص سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حلال رزق کمائے۔ تاہم اِس کا سب سے زیادہ اطلاق سرکاری اہل کاروں اور ملازمین پر ہوتا ہے، کیوں کہ اُن کے پاس حرام کمانے کے مواقع بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''قیامت کے دن کسی بھی انسان کے قدم اُس وقت تک نہیں ہل سکیں گے جب تک اُس سے اُس کی عمر کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے کہ اُس نے اُسے کہاں گزارا؟ اور اُس کے علم کے بارے میں

کہ اُس پر کتنا عمل کیا؟ اور اُس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اُس کے جسم کے بارے میں کہ کہاں استعمال کیا؟'' (سنن ترمذی، 2417)

قیامت کے روز دیگر افراد کی طرح سرکاری ملازمین کو بھی بارگاہِ خداوندی میں اس بات کا جواب دینا ہوگا کہ اُنھوں نے اپنے منصب کا استعمال کر کے جو مال کمایا ہے وہ حلال بھی تھا یا نہیں؟ اپنی عمر کہاں گزاری؟ جو ذمہ داریاں اُن پر ڈالی گئی تھیں، اُن سے کس حد تک عہدہ برآ ہوئے؟

4۔ رعایت اور نرمی

اسلام نے ہمیشہ آسانی، نرمی، رعایت اور تخفیف کا درس دیا ہے۔ یہ ہدایت اربابِ اختیار کے لیے بھی ہے۔ اِس لیے کہ اُن کے پاس اختیار ہوتا ہے، وہ چاہیں تو سختی کر سکتے ہیں اور چاہیں تو معاملے میں نرمی سے بھی کام لے سکتے ہیں۔ اِس سلسلے میں آپ ﷺ نے بڑی وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے: ''اے اللہ! جس کو میری اُمت میں کسی کام کا اختیار ملے اور وہ لوگوں پر سختی کرے، تُو بھی اُس پر سختی کر، اور جس کو میری اُمت میں کسی کام کا اختیار ملے اور وہ لوگوں پر نرمی کرے، تُو بھی اُس پر نرمی کر۔'' (مسلم، 1828)

سرکاری ملازمین نے اگر اپنے اختیارات کا درست استعمال کیا، عوام کو آسانیاں فراہم کیں تو نبی کریم ﷺ کی دعا اُن کی نجات کا باعث بنے گی اور اللہ تعالیٰ اُن پر نرمی کرے گا۔ اور اگر اُنھوں نے ایسا نہ کیا تو نبی کریم ﷺ کی دعا کے موجب اُن کو اِس سے بھی زیادہ سختی کا سامنا کرنا پڑے گا: ''جس کو مسلمانوں کے کسی کام کا اختیار ملے اور وہ کمزور مسلمانوں سے اعراض کرے، اللہ قیامت کے دن اُس سے اعراض کرے گا۔'' (معجم الکبیر)

سرکاری اداروں میں یہ بات بہت عام ہے کہ سرکاری ملازمین صرف اُنھی لوگوں کا خیال رکھتے ہیں جو اُن سے زیادہ صاحبِ اختیار ہوں، یا پھر اُن سے ان کو کوئی فائدہ ہو۔ جن لوگوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، عام طور پر اُن کے مسائل حل کیے جاتے ہیں اور نہ اُن کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑی وضاحت سے فرمایا ہے کہ ایسا کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعراض کرے گا۔ اِس سے زیادہ بدبختی کسی انسان کے لیے اور کیا ہو سکتی ہے!

5۔ خوش اخلاقی

انسان کا المیہ ہے کہ جب اُس کے پاس اختیار آتا ہے تو بسا اوقات اُس کا غلط استعمال کرنے لگتا ہے، بلکہ کبھی کبھار اخلاقی حدوں سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ اسلام خوش اخلاقی پر بہت زور دیتا ہے۔ سرکاری منصب داروں کے پاس اِس کے مواقع اوروں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اِس سلسلے میں نہ صرف اپنے فرمودات بلکہ اپنے طرزِ عمل سے بھی رہنمائی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اُسے چھوڑ دیں۔'' (ترمذی)

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ سرکاری ملازمین کی بدکلامی اور بداخلاقی کی شکایت کرتے ہیں۔ عمومی زندگی کے معاملات کے برعکس یہاں پر معاملہ عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ اگر کسی انسان سے شکایت ہو تو اُس سے قطعِ تعلق کیا جا سکتا ہے، کسی دکان دار سے شکایت ہو تو دوسری دکان پر جایا جا سکتا ہے، لیکن سرکاری ملازمین کے معاملے میں یہ ممکن نہیں ہوتا۔ لوگوں کو بار بار اُنھی سے واسطہ پڑتا ہے۔ اِس صورت میں سرکاری ملازمین کی بداخلاقی بہت سے مسائل پیدا کرتی ہے۔

بے روزگاری کا خاتمہ

معاشی ماہرین کے مطابق بے روزگاری ایسی کیفیت ہے، جس میں کام کرنے کے قابل اور خواہش مند افراد کو اُن کی تعلیمی قابلیت، صلاحیت اور کارکردگی کے معیار کے مطابق کام نہ ملے۔ قرآن مجید میں بے روزگار کے لیے ''محروم'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور مجاہدؒ کا قول ہے: ''محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو، خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو، صنعت وحرفت یاد نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کے مطابق: ''قوم کے تمام ایسے افراد جن پر وسائلِ معیشت کی تنگی کی وجہ سے معیشت کے دروازے بند ہو رہے ہوں اور اگرچہ وہ خود پوری طرح سعی (کوشش کرنے والے) ہوں لیکن نہ تو نوکری ملتی ہو نہ کوئی اور راہ معیشت نکلتی ہو یقیناً مساکین میں داخل ہیں۔''

آپ ﷺ نے تجارت کرنے والے کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور اُس کے لیے دعا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ پھیلانے اور بھیک مانگنے کے بجائے محنت اور تجارت کرنے کو ترجیح دی اور ایسا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ عصرِ حاضر کی بے روزگاری سودی نظامِ معیشت کی خامیوں میں شامل ہے۔ اِس لیے نبی مکرم ﷺ نے اپنی بیش تر احادیث میں سود کی مذمت فرمائی ہے۔ علامہ رشید رضا مصری نے ''ربا الحدیث'' (وہ سود جس کا احادیث میں ذکر ہے) کے نام سے باقاعدہ ایک قسم بتائی ہے۔ اِن میں سے بعض احادیث میں سود کو گناہ کبیرہ اور ہلاک کرنے والی چیز قرار دے کر اِس سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ دوسری قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں آپ ﷺ نے سود کی وجہ سے ہونے والے عذابوں اور بعض عذابوں کا مشاہدہ بیان فرمایا۔ بعض احادیث میں سود کے ستر مفاسد میں سے سب سے ادنیٰ ماں سے بدکاری قرار دیا گیا۔ سود کھانا زنا سے زیادہ شدید گناہ قرار دیا گیا۔

بے روزگاری جیسے مسئلے کے حل کے لیے سیرۃ طیبہ ہماری، کامل اور جامع راہنمائی کرتی ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کو عملی طور پر نافذ کر کے سود اور اس کے مفاسد کو ختم کر کے، دولت کی مساوی تقسیم، ایثار، اخوت اور محنت کی عظمت کو اُجاگر کر کے ہم اس مسئلے کو حل کر سکتے ہیں۔

جان لاک

لبرل ازم کا پیغمبر

منیر سلامت

جان لاک مغرب کی علمی تاریخ کا سب سے مؤثر سکالر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اِس کو لبرل ازم کا بانی بھی کہا جاتا ہے، یا کم از کم فلسفیانہ لبرل ازم کا بانی تو کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ برٹرینڈ رسل اپنی کتاب ''ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی'' میں لکھتا ہے: ''لبرل فلسفے پر سب سے پہلا اور جامع تبصرہ لاک کے ہاں ملتا ہے۔'' 1632ء میں پیدا ہونے والے اِس فلسفی اور طبیب نے موجودہ مغربی معاشرے کی بنیادیں تشکیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اپنے اِس مضمون میں ہم جان لاک کے مرکزی موضوع جس میں نظریۂ علم (Theory of Knowledge)، تصور، اخلاقیات (Concept of Morality)، برداشت (Tolerance) اور غلامی (Slavery) شامل ہیں، پر تبصرہ کریں گے۔

نظریۂ علم یا Epistemology جان لاک کا ایک اہم اور دلچسپ موضوع ہے جس پر اُس نے بہت کچھ لکھا ہے۔ جان لاک بنیادی طور پر تجربیت پسند آدمی تھا۔ اِس نظریے کے مطابق ہمارا علم دراصل حواس سے حاصل کردہ ہے۔ اِس کا خیال ہے کہ کوئی بھی نظریہ فطری یعنی (Innate) نہیں ہوتا۔ اپنے مشہور مضمون An Essay Concerning Human Understanding میں وہ رقم طراز ہے:

''جب ہم اِس بات پر غور کرتے ہیں کہ ذہن کو کیسا ہونا چاہیے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ایک کورا کاغذ جس میں کوئی کردار نہیں ہوتے، کوئی خیال نہیں ہوتا۔ تو پھر یہ مکمل کیسے ہوگا؟ جب کہ اِس میں خیالات اور انسانی تصورات کا ایک وسیع ذخیرہ ہوتا ہے، خیالات کی نہ ختم ہونے والی اقسام کی آماج گاہ...... یہ سب کہاں سے آتے ہیں، اِس کو بیان کرنے کے لیے میں ایک لفظ کا استعمال کروں گا: ''تجربہ'' (Experience)۔ تجربہ ہمارے تمام علم کی بنیاد ہے جس سے وہ خود کو چلاتا ہے۔'' اپنے ''تجربیت'' کے تصور کے برخلاف لاک اِس بات پر بھی یقین رکھتا ہے کہ مابعد الطبیعاتی اشیا کا تجربیت سے ایک مسلسل ٹکراؤ ہے۔ رسل ہمیں لاک کے بارے میں بتاتا ہے کہ بعض معاملات میں لاک نے اپنے پیش روؤں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے جس میں ہمارا اپنا وجود، خدا کا وجود، ریاضی کے حقائق شامل ہیں کہ اِن کو تجربیت کے اندر کس طرح شامل کیا جاسکتا ہے، جب کہ ریاضی خود ایک مابعد الطبیعاتی اور غیر تجربی زبان ہے۔ اِسی طرح خدا کے وجود کو بھی تجرباتی شواہد کی بنیاد پر ثابت نہیں کیا جاسکتا وغیرہ۔ اِس جگہ پر ہم لاک کے خیال میں ایک واضح بے ربطی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اپنے ایک اور اہم مضمون A Letter Concerning Human Understanding میں لاک رقم طراز ہے:

''وحی الٰہی (Divine Revelation) کی گواہی اعلیٰ ترین سچ ہے۔'' ایک اور جگہ اپنی کتاب کے باب 19 میں وہ یہ کہتا ہوا پایا گیا ہے: ''وحی (Revelation) کو عقل سے جانچنا ضروری ہے۔'' یہاں پہلے اور دوسرے بیان کے درمیان تضاد کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اپنے پہلے بیان میں اِس نے "Base Testimony" کو اعلیٰ ترین سچ قرار دیا ہے، جب کہ دوسرے بیان میں اِس نے عقل کو وحیِ الٰہی سے مقدم رکھا ہے۔ چنانچہ عقل مقدم ہی رہتی ہے، وحی چوں کہ مافوق الفطرت ہے لہٰذا اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

''اخلاقیات'' کے معاملے میں لاک کی پوزیشن مزید کمزور نظر آتی ہے۔ پوری تاریخ میں لاک اخلاقیات کو کمزوریوں اور غلطیوں سے بھرپور قرار دیتا ہے، اِس حوالے سے Cambridge Companion of Locke کے باب ہشتم میں جیروم لی شین ونڈ کہتا ہے کہ لاک کی ناکامیاں اِس کی کامیابیوں کی طرح ہی نمایاں ہیں۔ اِس حوالے سے اخلاقیات سے متعلق اِس کے خیالات اہم ہیں۔ اُس نے اِس موضوع پر کم لکھا ہے تاہم جتنا بھی لکھا ہے اُس نے اِس کے قارئین کو دشواری ہی میں مبتلا کیا ہے۔ لاک کی تجربیت ایک واہمہ یا مغالطہ ہی ثابت ہوئی ہے بالخصوص جب وہ خدا مرکز تصورات یا Theology کو اپنی اخلاقیات کی بنیاد ثابت کرتا ہے، کیوں کہ وہ اخلاقی مسائل کے لیے مذہبی متن کا حوالہ دیتا ہے۔ An Essay Concerning Human Understanding میں وہ لکھتا ہے:

''میں یہ سوچنے کی ہمت کرسکتا ہوں کہ اخلاقیات اظہار کی صلاحیت رکھتی ہے، اِسی طرح ریاضی بھی۔ چنانچہ وہ چیزیں جن کے لیے اخلاقیات کے الفاظ ادا کیے جاتے ہیں اُن کی جامع حقیقی روح یقینی طور پر دریافت کی جا چکی ہے جو کہ مکمل علم پر مشتمل ہوتی ہے۔

یہاں دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ اخلاقیات کا ریاضی کے ساتھ موازنہ کرتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ریاضی تجربی علم نہیں ہے بلکہ یہ ایک مابعد الطبیعاتی زبان ہے، چناں چہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ریاضی

> معروف برطانوی فلسفی اور مفکر جان لاک پہلا شخص ہے جس نے لبرل اِزم کو باقاعدہ ایک فلسفہ اور طرزِ فکر کی شکل دی۔ جان لاک کو 'عہدِ تنویر' یا دورِ روشن خیالی (Enlightenment Age) پر اثر انداز ہونے والا سب سے بڑا مفکر مانا جاتا ہے۔ لبرل ازم کے اثرات کا دائرہ سماجی رویوں تک ہی محدود نہیں رہا تھا بلکہ اِس نے معاشی اور سیاسی نظام پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے تھے۔ جان لاک خود سقراط، ارسطو اور افلاطون سے متاثر تھا، لیکن اُس کی فکر نے بابائے معاشیات ایڈم سمتھ اور برطانیہ میں آزادیِ نسواں کی علم بردار میری اسٹیل (Mary Astell) جیسے لوگوں کو بھی اپنے سحر میں لے لیا۔ برطانیہ اور پھر پورے یورپ میں آنے والی صنعتی معیشت کی صورت گری میں بھی جان لاک کے اِس فلسفے نے اہم کردار ادا کیا۔ مغرب کے جمہوری اور سرمایہ دارانہ نظام کو مستحکم فکری بنیادیں اِسی فلسفے نے فراہم کیں۔

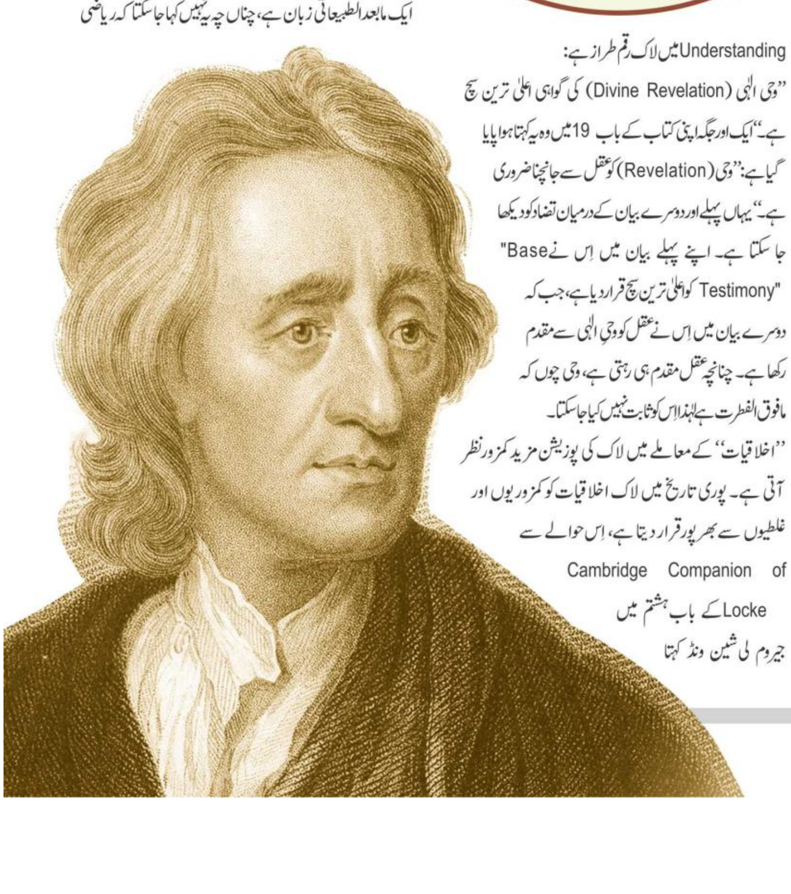

حقیقت کی دنیا میں کوئی وجود رکھتی ہے، چناں چہ یہ کہنا فضول ہے کہ کوئی چیز اتنی حقیقی ہے جتنی ریاضی کے سچ۔ یہاں ایک بار پھر لاک کی تجربیت مشکوک ٹھہرتی ہے۔ مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ یہاں پر بھی اِس کی Theological morality کا نظریہ، لذت پسندی کے نظریے کے ساتھ نظر آتا ہے۔

لاک کی لذت پسندی کی اخلاقیات، اخلاقیات کے روایتی نظریے سے متصادم ہے، کیوں کہ اِس کا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی شے لازمی خیر اور لازمی شر نہیں ہے، بلکہ جو چیز آپ کو لطف دے وہ خیر (Good) ہے، اور جو چیز کسی فرد یا گروہ کو تکلیف دے، وہ شر (Bad) ہے۔ اپنی کتاب میں جان لاک کا دعویٰ ہے کہ وہ چیز جس کی ہمیں تلاش ہے وہ سوائے خوشی اور تکلیف کے کچھ نہیں ہے، یا وہ مواقع جو ہمیں خوشی یا تکلیف دیتے ہیں۔ لاک کے دلائل کے ساتھ ایک مسئلہ یہ ہے کہ اِس کے دلائل کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے اور اِن کو ''دلیل'' یا عقل کی بنیاد پر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک مفروضہ ہے، اور مفروضہ معاشرے یا افراد کی خوش حالی کو یقینی نہیں بناتا، یا یوں کہہ لیں یقین دہانی نہیں کرواتا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ خواہشات کی تکمیل خوشی کا باعث ہوتی ہے، لیکن ضروری نہیں کہ ہر خواہش نیک ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی جنسی خواہش کی تسکین کے لیے کسی عورت پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ عورت کی رضامندی کے حق پر ڈاکا ہے۔ اِسی طرح اگر ایک گروہ صرف اِس مقصد کے لیے کسی دوسرے گروہ پر جنگ مسلط کرتا ہے کہ وہ اُن کی زمین پر قبضہ کر لے، اُن کو غلامی میں لے لے اور اُن پر حکمرانی کرے، تو یہ دوسرے گروہ کی پُرمسرت زندگی کے حق پر ڈاکا ہے اور اُن کو ایک اذیت بھری زندگی میں دھکیلنے کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ برٹرینڈ رسل نے کہا تھا: ''ہوسکتا ہے کہ ایک اذیت پسند آدمی تکلیف کی خواہش کرے، لیکن یہ بھی اِس کے لیے خواہش کی تکمیل کا باعث بنے گی، تاہم یہ ایک اِس کے برعکس احساس کے ساتھ ملتی رہے گی۔ خیر اور شر یا برائی اور بھلائی کے روایتی تصورات کی اپنی وجودیاتی یعنی Ontological بنیادیں ہیں، تاہم لبرل اخلاقیات کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہے۔

لاک کے دوستوں اور معتقدین نے اِس سے بارہا درخواست کی کہ وہ اپنے کام کو اپنے تصورِ اخلاق کے نام کردے، تاہم اِس نے ایسا کرنے سے گریز کیا۔

موجودہ دور میں ''برداشت'' کو لبرل ازم کے ایک بنیادی اُصول کے طور پر دیکھا جاتا ہے، اور ایسا لبرل فلاسفی کی بنیادی معلومات کے بغیر کیا جارہا ہے۔ لوگوں نے خود ہی اپنا تصورِ برداشت تخلیق کرلیا ہے۔ لیکن جب ہم لبرل ازم کے سکالرز کے ہاں تصورِ برداشت کو پڑھتے ہیں تو یہ ہمیں اِس کے عام تصور سے بہت مختلف نظر آتا ہے۔ اِس کو اِس کی سادہ ترین شکل میں دیکھنے کے لیے ہم جان لاک کے ''برداشت'' کے طریقہ کار کا مطالعہ کریں گے جس سے ہمیں لبرل ازم کے فلسفیوں کے اصل تصورِ برداشت کا علم ہوگا۔ مثال کے طور پر لاک نے اپنی تحریر A Letter Concerning Tolerance میں مسلمانوں کے حوالے سے لکھا ہے: ''چرچ کو اِس بات کا کوئی حق نہیں ہے کہ کوئی مجسٹریٹ اِس کو برداشت کرے جو کہ اِس کے اوپر اِس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ تمام لوگ جو اِس کے اندر داخل ہوتے ہیں حقیقت میں وہ خود کو ایک دوسرے بادشاہ کی رعیت میں دے دیتے ہیں۔ کسی بھی شخص کے لیے یہ بات انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ وہ صرف اپنے

مذہب کے حوالے سے محمڈن (مسلمان) ہو اور باقی تمام معاملات کے لیے وہ عیسائی مجسٹریٹ کی تابعداری کرے، یعنی وہ ایک وقت میں قسطنطنیہ کے مفتی کا بھی فرماں بردار ہو جو کہ عثمانی حکومت کا مکمل تابع دار رہے، اور وہ اپنے مذہب کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔''

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لاک یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کی مذہبی شناخت اُن کی قومی شناخت کے ساتھ چلتی ہے، اور اگر اُنھیں کو یہ احساس ہوجائے کہ اُن کی مذہبی شناخت اُن کی قومی شناخت سے متصادم ہے تو وہ اپنی مذہبی شناخت کو ترجیح دیتے ہیں۔ آخر میں وہ ملحدین کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کو بالکل برداشت نہیں کیا جانا چاہیے جو خدا کے وجود کے انکاری ہیں۔ وعدے، قسمیں، اور عہد نامے جو انسانی معاشرے کو جوڑ کے رکھتے ہیں، اُن کا ملحد پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا۔

مغربی طاقتوں کی تاریخ نوآبادیات، نسل کشی، جبر اور غلامی سے عبارت ہے۔ جان لاک جو کہ لبرل فلسفی ہونے کے ناتے جمہوریت اور مساوات کی بات کرتا ہے، اُس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ جبر اور غلامی کی مخالفت کرے گا، لیکن اِس نے غلامی کی نظریاتی طور پر ہی مخالفت کی ہے (بہت واضح انداز میں نہیں)۔ Two Treatises of Government میں وہ لکھتا ہے کہ ''غلامی کسی بھی انسان کی ایک انتہائی بدترین اور بدنصیبی کی حالت ہے۔'' یا اِسی کتاب کے باب سوم کے مضمون نمبر 2 میں لکھتا ہے: ''جو شخص مجھے غلام بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ مجھ سے جنگ کا آغاز کرتا ہے۔'' اور باب سوم میں "Of Slavery" میں رقم طراز ہے: ''کسی بھی انسان کی فطری آزادی یہ ہے کہ وہ زمین پر موجود ہر طاقت کی غلامی سے آزاد ہو، اور نہ وہ کسی انسانی قانونی حاکمیت یا ارادے کا پابند ہو، وہ بس اپنی اِس حکمرانی کے لیے قدرت کے قوانین کا پابند ہو۔'' لاک کے یہ بیانات اِس کی منافقت کی عکاسی کرتے ہیں، کیوں کہ اِس نے خود غلاموں کی تجارت میں سرمایہ کاری کی ہوئی تھی اور 1669ء میں Fundamental Constitutions of Carolina 1669 کا مسودہ تیار کیا تھا جس کے مضمون نمبر 110 میں واضح طور پر لکھا ہے: ''کیرولینا کے ہر آزاد باشندے کو اپنے نیگرو غلام کی رائے اور مذہب کے اوپر مکمل اختیار حاصل ہے''۔ بنیادی آئین (Fundamental constitutions) کے حوالے سے والٹیئر جو کہ فرانسیسی روشن خیالی (Enlightenment) دانش ور تھا، تحریر کرتا ہے: ''تصویر کے دوسرے رخ پر بھی نظر دوڑائیں، کیرولینا کو دیکھیں جس کا قانون ساز دانش ور لاک تھا۔''

یہ حقیقت انتہائی تکلیف دہ ہے کہ مغربی دانش ور جن خیالات کا پرچار کرتے ہیں خود اُن پر کس حد تک عمل پیرا ہیں! لاک نے "Two treatises of government" میں فرد کی آزادی کی مکمل حمایت کی ہے: ''تمام انسان اِس دنیا میں آزاد آئے ہیں اور فرد کو دبانا یا اِس پر جبر کرنا حالتِ جنگ ہے۔'' تاہم لاک نے خود غلاموں کی تجارت میں سرمایہ کاری کی۔ یہ تضاد صرف لاک کے ہاں نہیں پایا جاتا بلکہ یہ مغرب کے نظریے اور عمل کا تضاد ہے۔

اِس مضمون میں ہم نے جان لاک کے نظریات اور خیالات میں موجود تضادات کو ثابت کیا ہے۔ یہ تضادات مغربی معاشرے میں اِس قدر گہرائی کے ساتھ پیوست ہیں کہ اِن کو چیلنج کرنا یا اِن کا متبادل تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کا حصول

بین الاقوامی یونیورسٹوں میں داخلے کے لیے درکار امتحانات

ہر طالب علم کا خواب ہوتا ہے کہ وہ بیرونِ ملک کسی معیاری یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرے۔ پاکستانی طالب علموں کا بیرونِ ملک تعلیم کے حصول کے لیے اولین انتخاب امریکا یا برطانیہ ہوتا ہے اور اِس کے بعد وہ کینیڈا، آسٹریلیا اور دیگر یورپی ممالک کو ترجیح دیتے ہیں۔ اِن ممالک کی یونیورسٹیوں میں داخلے کی کچھ شرائط ہوتی ہیں، جن میں سے ایک لازمی شرط آئیلٹس، جی آر ای، ٹوفل یا جی میٹ میں سے کسی ایک امتحان میں مطلوبہ سکور کے ساتھ کامیاب ہونا ہے۔

IELTS

انٹرنیشنل انگلش لینگوتیج ٹیسٹنگ سسٹم (IELTS) انگریزی زبان کا ایک معیاری امتحان ہے، جو دیگر غیر ملکی زبان بولنے والوں کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے بالخصوص اُن طالب علموں کے لیے جو انگریزی بولنے والے ماحول میں تعلیم حاصل کرنا، کام کرنا اور رہائش پذیر ہونا چاہتے ہیں۔ IELTS کا سرٹیفکیٹ بین الاقوامی تعلیم اور روزگار کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہ امتحان دنیا کے معروف ماہرین نے زبان کی تشخیص کرتے ہوئے تیار کیا ہے کہ لوگ کن الفاظ میں بآسانی تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اِس لیے بین الاقوامی سطح پر اِس امتحان کی عمدہ ساکھ ہے۔ دنیا بھر میں ہزاروں سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، کمپنیوں، امیگریشن اتھارٹیز اور پیشہ ورانہ اداروں میں اِس امتحان کو قبول کیا جاتا ہے۔

IELTS انگریزی گفتگو کی مہارت جانچنے کا ایک نہایت مؤثر اور فطری طریقہ ہے۔ آپ اِس کی اکیڈمک یا جنرل ٹریننگ لے سکتے ہیں۔ یہ ایک معیاری ٹیسٹ ہے، جس میں زبانی مہارت پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ اُمیدواروں کو امتحان کے دوران سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی مہارت پر پَرکھا جاتا ہے۔ مجموعی سکور کا تعین ہر ایک حصے کے لیے 1 سے 9 کے پیمانے پر کیا جاتا ہے اور مجموعی اوسط کو آخری سکور سمجھا جاتا ہے۔ امتحان میں کامیابی کے بعد نوجوانوں کے لیے برطانیہ اور یورپی یونین کے ممالک میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے یا کام کرنے کی راہیں آسان ہوجاتی ہیں۔

TOEFL

ٹیسٹ آف انگلش ایز اے فارن لینگوتیج (TOEFL) کی اہمیت کا اندازہ اِس امر سے لگائیں کہ انگریزی زبان کی مہارت کے ثبوت کے طور پر اِس کے نتائج چند اہم ممالک کا ویزا حاصل کرنے کے لیے قبول کیے جاتے ہیں۔ اِس میں زبانی، تحریری، مطالعاتی اور گروپ بحث ومباحثہ کی تربیت دی جاتی ہے کہ مختلف اُمور میں کون سے الفاظ سامنے والے کو متاثر کرتے ہیں۔ ٹوفل اور IELTS کی ساخت میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکا اور ایشیا پیسیفک کے خطے میں ٹوفل سکور کو قبول کیا جاتا ہے۔ IELTS کے مقابلے میں TOEFL مکمل طور پر (CBT) کمپیوٹر پر مبنی ٹیسٹ ہوتا ہے، جہاں ٹیسٹ لینے والے کے اُسلوبِ نگارش پر تحریری حصہ بھی درج کیا جاتا ہے۔ انفرادی حصے میں 30 پوائنٹس جب کہ انگریزی سننے، پڑھنے، بولنے اور لکھنے میں مہارت کے 120 پوائنٹس ہوتے ہیں۔

GRE

گریجویٹ ریکارڈ ایگزامینیشن (GRE)، انگریزی بولنے والے ممالک خاص طور پر امریکا میں مختلف گریجویٹ سکولوں یا بزنس گریجویٹ سکولوں میں داخلے حاصل کرنے کے لیے لیا جاتا ہے۔ تقریباً 160 ممالک کے ایک لاکھ سے زائد گریجویٹ سکولوں کے طالب علم 700 ٹیسٹ مراکز میں GRE جنرل ٹیسٹ دیتے ہیں۔

گزشتہ چند برسوں کے دوران پاکستان کی نوجوان نسل میں بیرون ممالک سے تعلیم حاصل کرنے کے رجحان میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ یہ اِسی رجحان کی بدولت ہے کہ پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں غیر ملکی تعلیمی اداروں کے نمائندے وقتاً فوقتاً دورے کرتے ہیں اور بین الاقوامی تعلیمی نمائشوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ امریکا، برطانیہ اور بعض یورپی ممالک میں اپنی پسند کے شعبے میں داخلہ حاصل کرنے کے لیے آپ کو انگریزی زبان میں استعداد ثابت کرنے کے لیے مخصوص امتحانات میں کامیابی حاصل کرنا ہوتی ہے۔

ماسٹرز ڈگری، خصوصی ماسٹر کورس، ایم ایس، ایم بی اے، ایم ای ایم یا ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے یہ ٹیسٹ دے سکتے ہیں۔ GRE میں نظر ثانی شدہ عمومی امتحان کے علاوہ سات GRE سبجیکٹ ٹیسٹ ہیں جو اُمیدواروں کی اپنے اپنے میدان میں معلومات کا اندازہ لگاتے ہیں۔ GRE ٹیسٹ، ایجوکیشنل ٹیسٹنگ سروس (ETS) کے ذریعہ لیا جاتا ہے۔

یہ واحد امتحان ہے جو آپ کو بیرون ملک ایم ایس، ایم بی اے یا پی ایچ ڈی پروگرام میں داخلہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ اِس کے امتحان کا دائرہ کسی خاص خطے یا خاص ملک اور جگہ تک کے لیے محدود نہیں ہے۔

GMAT

گریجویٹ مینجمنٹ ایڈمیشن ٹیسٹ (GMAT) اپنے ڈھانچے اور نوعیت میں GRE سے مشابہ ہے لیکن جیسا کہ نام سے پتا چلتا ہے کہ یہ امتحان اُن اُمیدواروں کے لیے ہوتا ہے جو بیرون ملک یونیورسٹیوں سے ایم بی اے (ماسٹر آف بزنس ایڈمنسٹریشن) پروگرام کرنا چاہتے ہیں۔ یہ امتحان 800 پوائنٹس کے پیمانے پر نشان زد کیا گیا ہے جس میں ٹیسٹ لینے والے کی کارکردگی کا تجزیہ کرنے کے لیے ہر ایک میں 800 پوائنٹس پر مشتمل زبانی اور مقداری حصوں کا اوسط لیا جاتا ہے۔

آپ خاص طور پر کسی GMAT سکور کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے، جب تک کہ اُمیدوار کی تیاری میں کسی خاص کمی کی تجویز نہ ہو۔ پوری دنیا کی یونیورسٹیاں اپنے ایم بی اے پروگرام میں داخلے کے لیے طلبا کی GRE سکور کی مختلف حدیں قبول کرتی ہیں۔ ٹوفل اور IELTS میں اُمیدوار کی زبانی مہارت کی جانچ پڑتال ہوتی ہے۔

تاہم اِن دونوں ٹیسٹوں سے اُمیدوار کی علمی اور فکری مہارت کی واضح تصویر نہیں ملتی۔ جب تک کہ اُمیدوار کے پاس GRE یا GMAT سکور نہ ہو، اُسے یونیورسٹیوں میں داخلے کی ضمانت نہیں دی جاتی۔

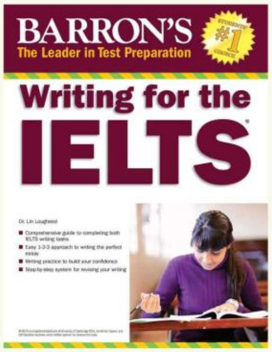

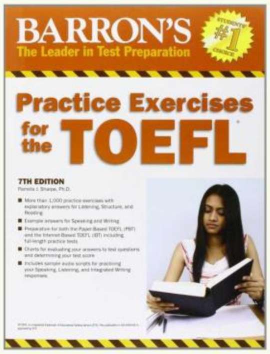

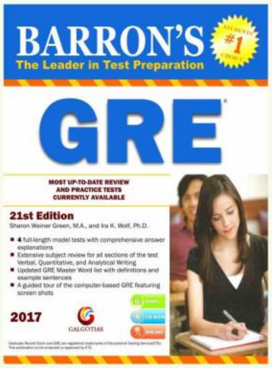

غیر ملکی طلبا کے 10 پسندیدہ ترین ممالک

ایک جائزے کے مطابق 2018ء میں پانچ ملین سے زائد طالب علموں نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دیگر ممالک کا رخ کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے کے حصول کے لیے بیرون ملک جانے والے طلبا کے پسندیدہ ترین ممالک پر نظر ڈالیں تو امریکا غیر ملکی طالب علموں کی پسندیدہ ترین منزل ہے۔ تعلیم کے لیے بیرون ملک جانے والوں میں سے 19 فیصد نے امریکی جامعات کا انتخاب کیا۔ طالب علموں کی دوسری پسندیدہ ترین منزل برطانیہ ہے۔ برطانوی یونیورسٹیوں میں 8.5 فیصد بین الاقوامی طالب علم زیر تعلیم رہے۔ تیسرے نمبر پر بھی انگریزی زبان میں تعلیم دینے والا ایک اور ملک آسٹریلیا رہا۔ مجموعی طور پر بین الاقوامی طالب علموں میں سے 6.6 فیصد نے آسٹریلوی جامعات کا انتخاب کیا۔ جرمنی قومی سطح پر انگریزی زبان نہ بولنے والے ممالک میں پہلے نمبر اور عمومی طور پر چوتھے نمبر پر رہا اور 4.9 فیصد انٹرنیشنل طلبا نے جرمن جامعات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پانچویں نمبر پر فرانس ہے، دنیا بھر سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرون ملک جانے والوں میں سے فرانس کے حصے میں 4.8 فیصد طالب علم آئے۔ غیر ملکی طالب علموں کی چھٹی پسندیدہ منزل روس تھا، جہاں مجموعی طور پر انٹرنیشنل طالب علموں میں سے 4.8 فیصد نے تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ کینیڈا کا ساتواں نمبر ہے جہاں تعلیم انگریزی زبان میں دی جاتی ہے۔ 3.7 فیصد غیر ملکی طالب علموں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے کینیڈا کی جامعات کو ترجیح دی۔ 2018 کے دوران 2.8 فیصد بین الاقوامی طلبا نے جاپان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ چین کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکیوں کی تعداد مجموعی عالمی تعداد کا 2.8 فیصد بنتی ہے، یوں اِس کا 9 واں نمبر رہا۔ ملائیشیا غیر ملکی طالب علموں کی دسویں پسندیدہ منزل رہا، جہاں کی جامعات میں انٹرنیشنل سٹوڈنٹس کی تعداد کے 2.4 فیصد حصے نے حصول تعلیم کا فیصلہ کیا۔

انسانی جسم کا مدافعتی نظام

(Immune System of Human Body)

کسی بھی بیماری سے بچنے کے لیے انسانی جسم میں ایک خودکار نظام کام کرتا ہے جو بیماری کا سبب بننے والے جراثیم کے حملے کو پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ مختلف بیماریوں کو ابتدائی مرحلے پر ہی روک دیتا ہے۔ انسانی جسم میں مزاحمت اور مدافعت کا منبع یہی نظام مدافعت ہے۔ یہ نظام آپ کو صحت مند رکھنے کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی بیماریوں، عفونت اور وائرس سے بچاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب یہ نظام کمزور پڑ جاتا ہے تو جسم میں بیماریوں سے لڑنے کی طاقت کم ہونے لگتی ہے اور بیماریوں سے صحت یاب ہونے میں بھی خاصا وقت لگتا ہے۔

سلمان منیر راجہ

مدافعتی نظام مخصوص خلیات، لحمیات (پروٹین)، بافتوں اور اعضا پر مشتمل ہوتا ہے جو ہمیں روزانہ کی بنیاد پر مختلف بیماریوں اور جراثیم سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ نظام سلسلہ وار مرحلوں سے کام کرتا ہے جسے مدافعتی ردِعمل (Immune Response) کہتے ہیں۔ یہاں دو اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے۔ ایک اینٹی جن (Antigen)، دوسری اینٹی باڈیز (Anti-bodies)۔ کوئی بھی بیرونی چیز یا جراثیم جو جسم کا حصہ نہ ہو اسے اینٹی جن کہتے ہیں، اور جب یہ اینٹی جن جسم میں داخل ہوتا ہے تو جسم کا مدافعتی نظام اِس کے خلاف پروٹین بناتا ہے جسے اینٹی باڈیز کہتے ہیں۔ مدافعتی نظام کی تین طرح سے درجہ بندی کی جاتی ہے:

1۔ پیدائشی مدافعتی نظام (Innate Immune System) اور موافقتی مدافعتی نظام (Adaptive Immune System)

Innate مدافعت ایک غیر مخصوص مدافعتی نظام ہے جو پیدائشی طور پر پایا جاتا ہے۔ یہ مدافعت بیماریوں کے خلاف پہلے ردِعمل کے طور پر کام کرتی ہے اور اِس کا ردِعمل تمام جراثیم کے لیے ایک جیسا ہوتا ہے۔ دوسری جانب Adaptive مدافعت ایک مخصوص مدافعتی نظام ہے جس میں خاص اقسام کے خلیات مخصوص جرثوموں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

2۔ رطوبتی مدافعت (Humoral Immunity) اور خلیاتی مدافعت (Cell-mediated Immunity)

Humoral مدافعت رطوبتی لحمیات جن میں Anti-bodies شامل ہیں، پر مشتمل ہوتی ہے، جب کہ Cell-mediated مدافعت خاص خلیات پر مشتمل ہوتی ہے۔

3۔ فعال مدافعت (Active Immunity) اور غیر فعال مدافعت (Passive Immunity)

Active مدافعت میں خون کے سفید خلیات بجائے خود جراثیم کے خلاف اینٹی باڈیز پیدا کرتے ہیں، جب کہ Passive مدافعت میں جسم کے باہر سے اینٹی باڈیز داخل کی جاتی ہیں۔

مدافعتی نظام کیسے کام کرتا ہے؟

مدافعتی نظام کی اقسام کے مختصر تعارف کے بعد یہ جاننے کی کوشش

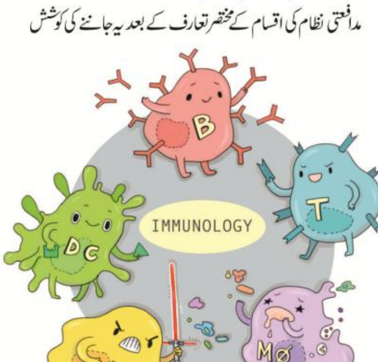

کرتے ہیں کہ یہ نظام کیسے کام کرتا ہے؟ آپ کے جسم کا مدافعتی نظام بالکل ایسا ہی ہے جیسے آرمی ایک قلعے کی حفاظت کرتی ہے۔ قلعہ دراصل خود ایک حفاظتی حصار ہوتا ہے۔ آپ کے جسم کی جلد اور میوکس (بلغمی رطوبت) جو کہ منہ، آنت، ناک اور پھیپھڑوں کی سطح پر پائی جاتی ہے، ایک قلعہ کا کام کرتی ہے۔ اِسی طرح جسم میں خون کے خلیات آرمی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ عام طور پر ہمارے جسم کا مدافعتی نظام جسم کے اپنے خلیات کے خلاف کام نہیں کرتا، کیوں کہ جسم میں اِن خلیات کی پہچان کے لیے مخصوص مارکر لگے ہوتے ہیں۔ جب کوئی بیرونی مادہ یا اینٹی جن جسم میں داخل ہوتا ہے تو جسم کا مدافعتی نظام سب سے پہلے اُسے پہچانتا ہے۔

جس طرح آرمی میں فوجیوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں اُسی طرح خون کے خلیات کی بھی درجہ بندی ہوتی ہے اور اُن کے افعال بھی اُن کی ساخت کے مطابق تقسیم ہوتے ہیں۔ کچھ خلیات آرمی کے پیادوں کی طرح ہوتے ہیں جو فوری طور پر انفیکشن کی جگہ پہنچتے ہیں اور اُن کا خاتمہ کرتے ہیں۔ کچھ خلیات حوالداروں کی مانند ہوتے ہیں۔ یہ تعداد میں کم ہوتے ہیں مگر انفیکشن کو ختم کرنے میں اِن کا اہم کردار ہوتا ہے۔ اِن میں سے کچھ خلیات انفیکشن کرنے والے جراثیم کی معلومات جمع کرتے ہیں اور اُنھیں مزید خاص قسم کے خلیات کو منتقل کرتے ہیں، جن کا کردار نیوی اور ایئر فورس کی طرح کا ہوتا ہے۔ یہ اپنی پوری تیاری کے ساتھ انفیکشن کی جگہ پہنچتے ہیں اور اپنے مختلف ہتھیاروں سے اُن کا خاتمہ کرتے ہیں۔ جب مکمل طور پر انفیکشن کا خاتمہ ہوجاتا ہے تو کچھ خلیات انفیکشن کی وجہ بننے والے جراثیم کے بارے میں مکمل معلومات اپنے پاس محفوظ کرلیتے ہیں۔ اِن خلیات کی زندگی خاصی طویل ہوتی ہے۔ پہلی بار انفیکشن کی صورت میں مدافعتی نظام کو متحرک ہونے اور اُس کا خاتمہ کرنے میں ایک سے دو ہفتوں کا وقت درکار ہوتا ہے۔ لیکن جب وہی جرثومہ دوسری بار جسم میں داخل ہوتا ہے تو جن خلیات کے پاس معلومات محفوظ ہوتی ہیں، وہ فوری طور پر اپنی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں اور براہِ راست نیوی اور ایئر فورس جیسے خلیات کو معلومات منتقل

کرتے ہیں، جن کا ردِعمل پوری تیاری کے ساتھ بہت جلد سامنے آتا ہے۔ دوسری بار انفیکشن کو ختم کرنے میں مدافعتی نظام کو ایک سے دو دن درکار ہوتے ہیں۔

خلیات میں سب سے اہم کردار خون کے سفید خلیات (Leukocytes) کا ہوتا ہے۔ ان خلیات کی پانچ اقسام ہوتی ہیں اور یہ سبھی الگ الگ طریقوں سے مختلف افعال سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے نام اور افعال درج ذیل ہیں:

1۔ نیوٹروفل (Neutrophil): یہ خلیات Innate مدافعتی نظام کا حصہ ہوتے ہیں اور جسم میں جہاں کہیں بھی انفیکشن ہو، سب سے پہلے یہ خلیات اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور جراثیم کو ختم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

2۔ لمفوسائٹ (Lymphocyte): اِن خلیات کی مزید دو اقسام ہوتی ہیں، (الف) B لمفوسائٹ جو اینٹی باڈیز پیدا کرتے ہیں اور (ب) T لمفوسائٹ جو کہ انفیکشن زدہ خلیات کو پہچاننے اور اُنھیں ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اِن دونوں خلیات میں Memory خلیات بھی ہوتے ہیں جو کہ جسم میں داخل ہونے والے جراثیم کی پہچان اپنے اندر محفوظ رکھتے ہیں، اور دوسری بار انفیکشن کی صورت میں فوری ردِعمل ظاہر کرتے ہیں۔

3۔ مونوسائٹ (Monocyte): یہ خلیات Innate اور Adaptive مدافعت میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اِن کا کام جراثیم کو نگل کر ختم کرنا اور ان کو دوسرے خلیات تک پہنچانا ہوتا ہے۔

4۔ اِیوزینوفل (Eosinophil): یہ خلیات الرجی اور طفیلیوں (Parasites) کے خلاف مدافعت پیدا کرتے ہیں۔

5۔ بیزوفل (Basophil): یہ خلیات بھی الرجی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور ایسے اجزا کا اخراج کرتے ہیں جو سوزش پیدا کرتے ہیں اور خون جمنے نہیں دیتے۔

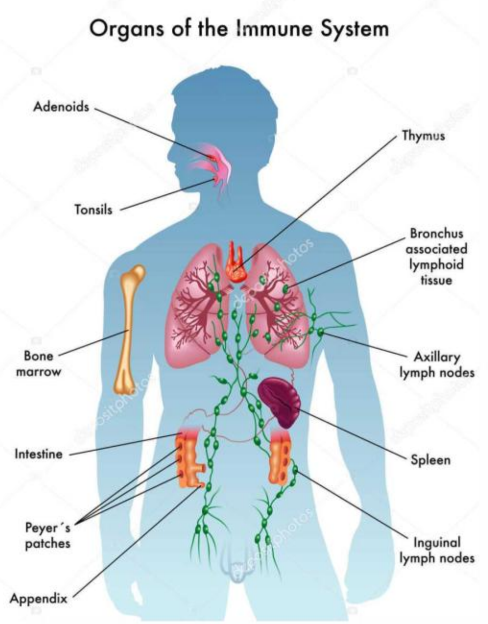

مدافعتی نظام کو کمزور کرنے والے عناصر

عمر کے ساتھ ساتھ جسم کا مدافعتی نظام کمزور ہوتا جاتا ہے چوں کہ بڑھاپے میں ذیابطیس، بلڈ پریشر، جوڑوں اور ہڈیوں کے امرض اور دیگر اعصابی امراض لاحق ہوجاتے ہیں۔ اِس لیے کمزور اور عمر رسیدہ افراد زیادہ وبائی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ دراصل غذا کے ساتھ کچھ ایسے عناصر بھی جسم میں داخل ہوجاتے ہیں جو جسم کے مدافعتی نظام کو کمزور کرتے ہیں اور Inflamation سوجن اور جلنے کی سی تکلیف میں اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً غذا میں لگنے والی پھپھوندی سے پیدا ہونے والے Mycotoxins زہریلے مادے ہیں۔ ڈبل روٹی، پھلوں، سبزیوں اور فریج میں رکھے کھانوں میں اکثر پھپوندی لگ جاتی ہے۔ اگر کسی غذا پر پھپوندی لگی ہو تو ہم صرف متاثرہ حصہ الگ کر کے وہ غذا استعمال کر لیتے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ بظاہر تھوڑی سی پھپھوندی کا زہر غذا کے بڑے حصہ میں دور تک پھیل جاتا ہے اِس لیے اگر ممکن ہو تو وہ غذا استعمال ہی نہ کریں اور اگر استعمال بے حد ضروری ہو تو پھر پھپھوندی کے اردگرد کا بہت بڑا سا حصہ ضائع کر دیں۔ اِس کے علاوہ ہوا اور ماحول میں موجود آلودگی، جو انسانی جسم میں سانس کے ذریعے تو جا ہی رہی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ کھلے بکنے والے گوشت، دودھ، پھل اور سبزیوں کے ذریعے بھی ہمارے جسم میں داخل ہو رہی ہے۔ بھاری دھاتیں (Heavey metals) مثلاً پارہ (Mercury)، لیڈ (Lead) اور کیڈیم (Cadmium) ہمارے ماحول خاص کر شہری علاقوں کو آلودہ کر رہی ہیں اور غذا کے ساتھ جسم میں داخل ہوکر ہماری صحت پر انتہائی منفی اثرات ڈالتی ہیں۔ اِسی طرح غذاؤں کا ذائقہ، رنگ، خوشبو اور محفوظ کرنے کی مدت بڑھانے کے لیے ڈالے جانے والے کیمیکلز بھی قابلِ توجہ ہیں۔ اِن کیمیکلز میں سے بہت سے ایسے ہیں جو انسانی صحت کو متاثر کرتے ہیں۔ مثلاً مونوسوڈیم گلوٹامیٹ، مصنوعی فوڈ کلر، سوڈیم نائٹریٹ (گوشت کو محفوظ کرنے والا کیمیکل) وغیرہ۔ تمباکو نوشی ایسا عمل ہے جو بالواسطہ اور بلاواسطہ جسم کے مدافعتی نظام کو تباہ کرتی ہے اور جسم کو تحفظ دینے والے وٹامن کو ناکارہ بناتی ہے۔ مثلاً وٹامن سی تمباکو نوشی سے ضائع ہوجاتا ہے یوں مدافعتی نظام مزید کمزور ہوجاتا ہے۔

ہمیں کسی بھی وبائی یا متعدی مرض سے بچنے کے لیے اپنا گھر محفوظ کرنا ہوگا۔ یعنی اپنے جسم کا مدافعتی نظام مضبوط بنانا ضروری ہے مناسب اور متوازن غذا کا استعمال، وقت پر کھانا کھانا، پراسیس غذاؤں سے اجتناب (یعنی وہ تمام کھانے جن میں محفوظ کرنے یا رنگ اور ذائقہ بڑھانے کے لیے کیمیائی اجزا ڈالے گئے ہوں) غذا کی خریداری اور تیاری میں صفائی کا خاص اہتمام، ہلکی پھلکی ورزش یا دن میں کم از کم تیس منٹ کی چہل قدمی، آٹھ سے دس گلاس پانی کا استعمال، چھے سے آٹھ گھنٹے کی پُرسکون نیند، تعمیری، فلاحی، مثبت کام اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا خاص خیال ہمیں کسی بھی قسم کے وبائی اور متعدی مرض سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ چوں کہ یہ اسباب کی دنیا ہے اِس لیے ان تمام حفاظتی اقدامات کے بعد اللہ سے عافیت کی دعا ہمیں ایمان و یقین کی وہ روحانی طاقت عطا کرتی ہے جو ہمیں ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ دیتی ہے۔

حضور ﷺ کے زیر استعمال رہنے والی اشیا

محمد عثمان بٹ

ہمارے پیارے آقا وسردار حضور نبی اکرم ﷺ اپنی تریسٹھ سالہ درخشاں حیات طیبہ کے زمانہ میں جن جانوروں، ہتھیاروں اور خانگی ساز وسامان کو اپنے استعمال میں لائے، اُن کی تفصیل کچھ اِس طرح سے ہے:

گھوڑے

آپ ﷺ کے زیر استعمال رہنے والے دس یا پندرہ گھوڑے تھے، جن کے نام یہ ہیں:

1۔سکب: یہ وہ گھوڑا ہے جس پر آپ ﷺ ''جنگ اُحد'' میں سوار تھے۔ اِس گھوڑے کی پیشانی اور تین پاؤں (دو پچھلے اور ایک اگلا بایاں) سفید تھے۔ بدن کا رنگ عنابی تھا اور اگلے دائیں پاؤں کا رنگ بھی بدن کے رنگ کے مشابہ تھا۔ گھڑ دوڑ میں آنحضرت ﷺ اِس پر سوار ہوئے اور یہ آگے نکلا۔ یہ پہلا گھوڑا تھا جس کے حضور ﷺ مالک ہوئے تھے۔

2۔مرتجز: اشہب یعنی سفید مائل بہ سیاہی۔

3۔لحیف: ربیعہ نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔

4۔لزاز: مقوقس نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔

5۔ظرب یا طرب: فروہ جذامی نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔

6۔سبحہ: یہ گھوڑا آپ ﷺ نے یمن کے سوداگروں سے خریدا تھا۔ گھڑ دوڑ میں تین بار اِس پر سوار ہوئے اور آگے بڑھے۔ اِس کو دست مبارک سے تھپکتے ہوئے فرمایا: ''یہ تیز رفتار اور لمبے قد والا گھوڑا ہے، سمندر کی طرح بہتا (چلتا) ہے۔''

7۔ورد: یہ گھوڑا حضرت تمیم داریؓ نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔

8۔ضریس

9۔ملاوح

10۔ دسویں گھوڑے کا نام معلوم نہیں ہو سکا اور اِس سے زائد پندرہ تک کی بھی روایتیں ملتی ہیں۔

خچر

آپ ﷺ کے پاس چار خچر تھے، جن کے نام یہ ہیں:

1۔دُلدُل: مقوقس نے ہدیہ میں بھیجا تھا، سفید مائل بہ سیاہی رنگ کا تھا۔ اسلام کے زمانہ میں سب سے پہلے اِس خچر پر سواری ہوئی تھی۔

2۔فضہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ یا فروہ جذامی نے پیش کیا تھا۔

3۔اَیلیّہ: مقام ''ایلہ'' کے بادشاہ نے ہدیہ میں دیا تھا۔

4۔ اِس کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ علامہ ابن قیمؒ نے صرف اِس کا ذکر کیا ہے مگر نام بیان نہیں کیا۔ ''دومۃ الجندل'' کے بادشاہ کا ہدیہ تھا۔

گدھے

دو گدھے تھے، جن کے نام یہ ہیں:

1۔یعفور یا عفیر: مقوقس نے ہدیہ کیا تھا، اِس کا رنگ سفید مائل بہ سیاہی تھا۔

2۔۔۔۔ علامہ ابن قیمؒ نے اِس کا ذکر کیا ہے لیکن نام بیان نہیں فرمایا، یہ فروہ جذامی نے ہدیہ کیا تھا۔

اونٹ

ایک اونٹ تھا، جس پر آپ ﷺ سواری فرمایا کرتے تھے۔ یہ اونٹ اصل میں ابوجہل کا تھا جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا تھا، اِس کی ناک میں چاندی کا کڑا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے ''صلح حدیبیہ'' کے دن مکہ والوں کے پاس یہ اونٹ بطور ہدیہ بھیج دیا تھا۔

اونٹنیاں

بیس یا پینتالیس دودھ دینے والی اور ساز وسامان لے کر چلنے والی اونٹنیاں تھیں، جو ''غابہ'' مقام پر چرا کرتی تھیں۔ پینتالیس کی روایت علامہ ابن قیمؒ کی ہے اور بیس کی روایت صاحب ایام النظرۃ کی ہے۔

آپ ﷺ کے پاس سواری کے لیے تین اونٹنیاں تھیں:

1۔قصواء: جس پر آپ ﷺ ہجرت کے وقت سوار تھے اور حجۃ الوداع کا خطبہ بھی اِسی پر سوار ہو کے دیا تھا۔

2۔عضباء **3۔جدعاء**

بعض علما نے جدعاء اور عضباء ایک ہی اونٹنی کے نام قرار دیے ہیں، جب کہ بعض علما نے یہ تینوں نام ایک ہی اونٹنی کے بھی قرار دیے ہیں۔

بکریاں، مرغ اور بلی

بکرے اور بکریاں ایک سو تھے۔ اُن میں سے (جب کسی کا کوئی بچہ پیدا ہوتا تو) ایک کو ذبح فرما لیتے اور سو سے زائد نہ ہونے دیتے۔ اِن میں سے ایک خاص بکری آپ ﷺ کے دودھ کے لیے مخصوص تھی۔ ایک مرغ تھا جس کا رنگ سفید تھا۔ گائے وغیرہ نہیں تھیں، ایک بلی تھی جو گھر میں رہتی تھی۔

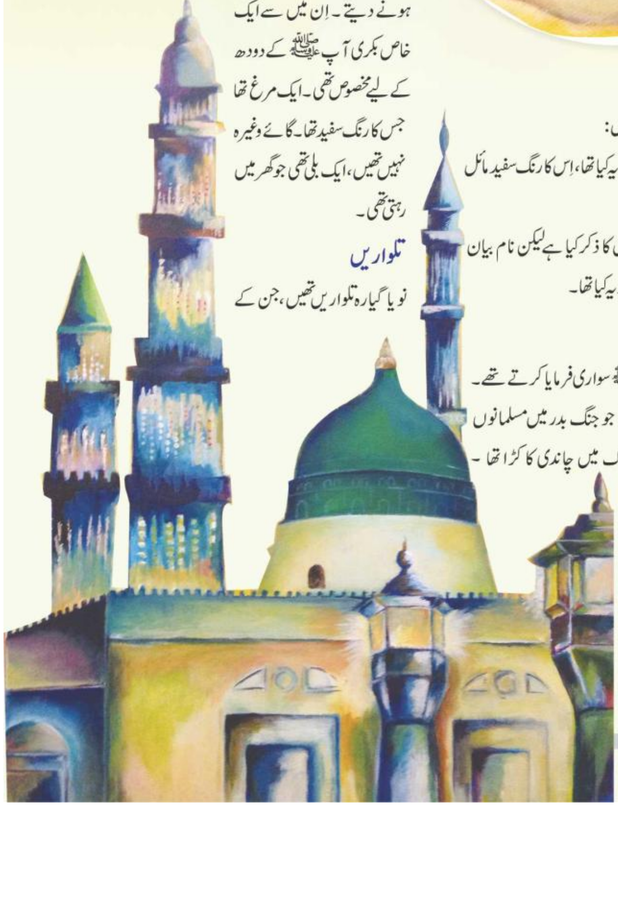

تلواریں

نو یا گیارہ تلواریں تھیں، جن کے

باندیاں

باندیوں کی تعداد دس تھی اِن سب کو بھی آپ ﷺ نے آزاد فرمادیا تھا۔ اِن کے نام درج ذیل ہیں:
سلمہ، اُم رافع، رضویٰ، اُسیمہ، اُم ضمیر، ماریہ، سیرین، اُم ایمن میمونہ، خضرہ، خویلہ رضی اللہ عنہما۔ سیرین کو آپ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو تحفہ میں دے دیا تھا (یا کسی اور صحابی کو عطا فرمادیا تھا)۔

نام یہ ہیں:

1۔ ماثور: یہ سب سے پہلی تلوار ہے جو والد ماجد کے ترکہ میں بطور وراثت آپ ﷺ کو ملی تھی۔

2۔ ذوالفقار: بنی الحجاج کی تھی جو جنگ بدر میں ہاتھ لگی تھی۔ اِس تلوار سے متعلق حضور نبی پاک ﷺ نے ''جنگ اُحد'' سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا، جس کی تعبیر یہ نکالی تھی کہ اِس جنگ میں ہمیں ''شکست'' ہوگی چناں چہ آپ ﷺ کی یہ تعبیر ''جنگ اُحد'' میں پوری ہوئی۔

3۔ قلعی

4۔ تبار

5۔ حتف: یہ تینوں تلواریں بنی قینقاع کے مال میں سے ملی تھیں۔

6۔ قضیب: یہ سب سے پہلی تلوار ہے جس کو ''حمائل'' کے طور پر حضور اکرم ﷺ نے پہنا تھا۔

7۔ عضب: حضرت سعد بن عبادہؓ نے پیش کی تھی۔

8۔ رسوب

9۔ مخذم: علامہ ابن قیمؒ نے نو (9) ذکر کی ہیں جب کہ صاحب سبل الہدیٰ والرشاد نے گیارہ (11) ذکر کی ہیں۔

نیزے

پانچ نیزے تھے، جن کے نام یہ ہیں:

1۔ مثویٰ   **2۔ مُثنیٰ**

3۔ حربہ: ایک قسم کا چھوٹا نیزہ جس کو ''نبعہ'' کہا جاتا تھا۔

4۔ بیضاء: ایک قسم کا بڑا نیزہ۔

5۔ عنزہ: ایک قسم کا چھوٹا سا نیزہ جسے بقرعید میں آگے لے جایا جاتا اور اور نماز کے وقت سامنے گاڑ کر سترہ بنایا جاتا تھا، اور کبھی کبھی اِس کو لے کر حضور اقدس ﷺ چلتے بھی تھے۔

عصا (لاٹھیاں)

تین عصا مبارک تھے، جن کے نام یہ ہیں:

1۔ محجن: موٹھ مڑی ہوئی، یہ ایک چھوٹی سی چھڑی تھی جو تقریباً ایک ہاتھ لمبی تھی۔ اونٹ کی سواری کے وقت نبی پاک ﷺ کے پاس رہتی تھی، چلنے اور سوار ہونے میں آپ ﷺ اِس سے سہارا لیا کرتے تھے۔

2۔ عرجون: پوری لاٹھی کا آدھا۔

3۔ ممشوق: شوحط نامی درخت سے بنی ایک پتلی چھڑی۔

کمانیں، خودیں اور زرہیں

چھ کمانیں تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

1۔ شداد	2۔ زدراء
3۔ روحاء	4۔ صفراء
5۔ بیضاء	6۔ کتوم (جنگ اُحد میں ٹوٹ گئی)

دو (2) ترکش تھے، جن کے نام یہ ہیں:

1۔ جمع   2۔ کافور۔

دو خودیں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

1۔ موشح   2۔ ذوالسبوع۔

ازواج مطہرات

وفات کے وقت آنحضور ﷺ کے نکاح میں کل نو ازواج مطہرات تھیں، یہ بیویاں تھیں جن کے فضائل قرآن کریم میں آئے ہیں کہ تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ سورہ احزاب میں یہ حرم نبی ہیں، اِن کو دنیا کی تمام عورتوں میں خصوصی امتیاز و فضیلت حاصل ہے۔

1۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا: آپ نے سب سے پہلے اِنھی کی خواہش و پیغام پر نکاح کیا تھا جب کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک چالیس سال کی بیوہ اور باعزت و مال دار خاتون تھیں۔ آپ ﷺ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیمؓ اِنھی کے بطن سے ہے۔ یہ ہجرت سے قبل وفات پاگئی تھیں، آنحضور ﷺ اِن کی بہت قدر فرماتے تھے اور ہمیشہ یاد کرتے رہے۔

2۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا: اِن سے قبل ہجرت نکاح فرمایا۔

3۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا: اِن سے بھی ہجرت سے قبل نکاح ہوا اور رخصتی مدینہ میں ایک ہجری میں ہوئی۔

4۔ حضرت حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہا: اِن سے شعبان 3ھ میں نکاح فرمایا۔

5۔ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: اِن سے 3ھ میں نکاح فرمایا مگر دو یا تین ماہ کے بعد یہ وفات پاگئیں۔

6۔ حضرت اُم سلمہ بنت ابی اُمیہ رضی اللہ عنہا: اِن سے شعبان 4ھ میں نکاح فرمایا۔

7۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: اِن سے 5ھ میں نکاح فرمایا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں۔

8۔ حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا: اِن سے 6ھ میں نکاح فرمایا۔

9۔ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا: اِن سے 6ھ میں نکاح فرمایا۔

10۔ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا: اِن سے 7ھ میں نکاح فرمایا۔

11۔ حضرت صفیہ بنت حی بنت اخطب رضی اللہ عنہا: اِن سے 7ھ میں نکاح فرمایا۔ یہ ایک یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں۔

اولاد الرسول ﷺ

آنحضور ﷺ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم بن محمدؓ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

☆ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا۔

☆ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اِن دونوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا؛ پہلے رقیہؓ سے، اُن کی وفات کے بعد ام کلثومؓ سے۔

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضور ﷺ کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحبزادی تھیں، اِن کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا تھا۔ اِنھی بی بی صاحبہؓ سے آپ ﷺ کا سلسلہ نسب چلا ہے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اِنھی کے شہزادگان ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ کو جاری رکھنے والے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہؓ جن کا لقب طاہر اور طیب ہے اور حضرت قاسمؓ، یہ دونوں صاحبزادے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، ہجرت سے قبل مکہ میں وفات پا گئے۔ حضرت ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ یہ دو تین سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

ساتھ (7) زرہیں تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

1۔ ذات الفضول: یہ وہی زرہ ہے جو گھر والوں کے کھانے کے لیے تیس (30) صاع یعنی تقریباً اڑھائی من غلہ کے عوض ابوشحم یہودی کے پاس ایک سال رہن رکھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ''جنگ حنین'' میں آنحضرت ﷺ نے اِسے زیب تن فرمایا تھا۔

2۔ ذات الوشاح　　3۔ ذات الحواشی

4۔ سعدیہ　　5۔ فضّہ

(یہ دونوں زرہیں بنی قینقاع کے مال میں سے ملی تھیں۔)

6۔ تبرا　　7۔ خریق۔

کپڑے اور پوشاک وغیرہ

تین جبے، دو حبری جامے، ایک صحاری کرتا، دو صحاری جامے، ایک یمنی جامہ، ایک سحول کرتا، ایک پھول دار یا دھاری دار چادر، ایک سفید کمبل، ایک کالا کمبل، ایک لحاف، تین یا چار عدد ٹوپیاں، ایک عدد عمامہ اور ایک عدد چمڑے کا بستر مبارک تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ دو کپڑے جمعہ کی نماز کے لیے مخصوص رہا کرتے تھے۔ اِن کے علاوہ ایک عدد رومال، دو عدد سادہ موزے تھے جن کو نجاشی بادشاہ نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔

برتن وغیرہ

لکڑی کا ایک بڑا بادیہ تھا جس میں تین جگہ چاندی کی پتریاں لگا کر مضبوط جوڑا گیا تھا۔

ایک پتھر کا بادیہ تھا جس سے آپ ﷺ وضو فرمایا کرتے تھے۔ پیتل یا کانسی کا ایک کونڈا تھا جس میں حنا اور وسمہ گھولا جاتا۔ حنا کو گرمی کے وقت آپ ﷺ اپنے سر مبارک پر لگاتے تھے۔ ایک شیشے کا پیالہ تھا۔ ایک پیتل کا بڑا کونڈا تھا۔ ایک اور اعزاء نامی بڑا کونڈا تھا جس میں چار کڑے لگے ہوئے تھے، اُس کو چار آدمی اُٹھایا کرتے تھے۔ ایک اور لکڑی کا بادیہ تھا جو اندر رکھا رہتا تھا اور ضرورت کے وقت آپ ﷺ اُس میں پیشاب فرمالیا کرتے تھے۔ ایک تھیلا تھا جس میں آئینہ، کنگھا، سرمہ دانی، قینچی اور مسواک رہتی تھی۔ ایک چارپائی تھی جس کے پائے سال (ساکھو) کی لکڑی کے تھے۔ اِسے حضرت اسعد بن زرارۃؓ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ ایک چاندی کی انگوٹھی تھی جس پر نقش تھا ''محمد رسول اللہ ﷺ''۔

آنحضور ﷺ کے غلام

آنحضور ﷺ کے پاس مختلف زمانوں میں کل ملا کر ستائیس غلام تھے۔ آپ ﷺ نے اُن سب کو آزاد کر دیا تھا بلکہ غلاموں کی آزادی کی تحریک بھی آپ ﷺ کے مشنِ نبوت کا ایک حصہ تھی۔

آپ ﷺ کے غلاموں کے نام یہ تھے:

زید بن حارثہ جنھیں آپ ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور یہ زید بن محمد کہلاتے تھے پھر جب متبنّیٰ سے متعلق آیت نازل ہوئی، تو اپنے والد حارثہ کی طرف منسوب ہونے لگے۔

دیگر غلامان: اسامہ بن زید، ثوبان، ابو کبشہ، انیسہ، شقران، رباح، یسار، ابورافع، ابوموبہہ، فضالہ، رافع، مدعم، کرکرہ، زید جد ہلال، عبید، طہمان، نابور قطبی، واقد، ہشام، ابوضمیر، ابوعسیب، ابوعبید، سقیہ، ابو ہند، الحبشہ، ابوامامہ (رضی اللہ عنہم)

طیب وطاہر وجود

قاضی عیاض مالکی تحریر کرتے ہیں: ''حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک کی نظافت، بطن اقدس اور اُس کے پسینے کی خوشبو اور اُس کا ہر قسم کی آلودگی اور عیوبات جسمانیہ سے پاک صاف ہونا یہ ہے کہ اِس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے سوا کسی میں پائی ہی نہیں جاتی۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرعی نفاست و پاکیزگی اور دس فطری خصلتوں سے بھی مزین فرمایا ہے، چناں چہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک سی خوشبو سے بڑھ کر کسی عنبر، کستوری اور کسی بھی چیز کی خوشبو کو نہ پایا۔
(صحیح مسلم)

حضرت جابر بن سمرۃؓ کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے میرے رخسار کو چُھوا تو میں نے آپ ﷺ کے دست اقدس کو ایسا ٹھنڈا اور معطر پایا کہ گویا ابھی آپ ﷺ نے عطار کے صندوقچے سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا ہے۔

حضرت جابرؓ اور دیگر صحابہؓ سے مروی ہے کہ خواہ آپ ﷺ نے خوشبو لگائی ہوتی یا نہیں لیکن آپ ﷺ جس شخص سے بھی مصافحہ فرماتے، وہ سارا دن اُس کی خوشبو سے معطر رہتا۔

WORLD TIMES FORCES ACADEMY

Complete Preparation for

ISSB

& Initial Test

DARE GLORY DREAMS VICTORY SACRIFICE PRIDE STRENGTH AIM DISCIPLINE

Our Aim

- Complete Initial Tests Preparation
- Complete ISSB Tests Preparation
- Step Ahead Towards Bright Future in Forces

PREPARATION JUST IN 40 DAYS

PREPARATION PLAN

Complete Preparation for Long & Short Courses in Forces

a) Initial Test Preparation including:

- Screening Test: Verbal & Non-Verbal Intelligence Test
- Academic Test
- Physical Test
- Interview Preparation

b) ISSB Complete & Comprehensive Preparation through:

- Screening Test
- Psychological Test + Interview
- Physical Training for all Tasks & Obstacles
- Group Plannings
- Group Discussion
- Interview Preparation

With all relevant written material, required skills and presentations.

Be a COMMISSIONED OFFICER in ARMY, NAVY & AIR FORCE

REGISTER NOW... LIMITED SEATS...

121-D, Near Main Market, Gulberg-II, Lhr.

Ph: 042-35757086, 0302-5556804 WorldTimesForcesAcademy

سورہ المومنون کی دس آیتیں

فرد اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے نسخہ کیمیا

میگزین ڈیسک

قرآن مجید کی سورہ المومنون کی شروع کی دس آیتوں کے ذریعہ فرد اور معاشرہ کی بہتر طور پر اصلاح ہوسکتی ہے۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سورہ اُن کے سامنے نازل ہوئی۔وہ خود نزول وحی کی کیفیت کو نبی اکرم ﷺ پر طاری ہوتے دیکھ رہے تھے۔جب حضور ﷺ اِس سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر اِس وقت دس ایسی آیات نازل ہوئی ہیں اگر کوئی اِن کے معیار پر پورا اُتر جائے تو یقینا جنت میں جائے گا۔پھر آپ ﷺ نے اِس سورہ کی ابتدائی آیات سنائیں۔(احمد، ترمذی، نسائی، حاکم)۔

آیات کا ترجمہ

''یقینا فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور اُن عورتوں کے جو اُن کی مِلکِ یمین میں ہوں کہ اُن پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اِس کے علاوہ کچھ اور چاہیں، وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں، اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے۔''

کامیابی اور فلاح کی پہلی خصوصیت یا صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں، اللہ کے سامنے عاجزی و انکساری سے جھکتے ہیں، اللہ کی ہیبت، عظمت اور جلال سے اُن کے جسم پر مرعوبیت طاری ہوتی ہے۔اللہ کے سامنے نہ صرف اُن کا سر بلکہ دل بھی جھکتا ہے۔

دوسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ لغویات، بے ہودہ اور فضول باتوں پر توجہ نہیں دیتے بلکہ اُن کی طرف رخ بھی نہیں کرتے، اُن میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ جہاں ایسی باتیں ہورہی ہوں یا ایسے کام ہورہے ہوں وہاں جانے سے پرہیز کرتے ہیں، اُن میں حصہ لینے سے اجتناب کرتے ہیں اور کہیں اُن سے سابقہ پیش آ ہی جائے تو خوب صورتی سے اپنا دامن بچا لیتے ہیں۔سورہ الفرقان آیت 2 میں اللہ تعالیٰ ایسے نیک بندوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جب کسی ایسی جگہ سے اُن کا گزر ہوتا ہے، جہاں لغو باتیں ہورہی ہوں، لغو کام ہورہے ہوں، وہاں سے بہتر طریقے سے گزر جاتے ہیں۔''

علاوہ ازیں مومن ایک سلیم الطبع، پاکیزہ مزاج، خوش ذوق انسان ہوتا ہے۔ بے ہودگیوں سے اُس کی طبیعت کو کسی قسم کا لگاؤ نہیں ہوتا۔وہ مفید باتیں کرسکتا ہے مگر فضول گپیں نہیں ہانک سکتا۔وہ ظرافت اور مزاح اور لطیف مذاق کی حد تک جاسکتا ہے، مگر ٹھٹھے بازیاں نہیں کرسکتا۔گندا مذاق اور مسخرا پن برداشت نہیں کرسکتا، تفریحی گفتگو کو اپنا مشغلہ نہیں بنا سکتا۔اُس کے لیے تو وہ سوسائٹی ایک مستقل عذاب ہوتی ہے جس میں کان کسی وقت بھی گالیوں، غیبتوں، تہمتوں، جھوٹی باتوں، گندے گانوں اور فحش گفتگو سے محفوظ نہ ہوں۔اُس کو اللہ تعالیٰ جس جنت کی اُمید دلاتا ہے اُس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی بیان کرتا ہے کہ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَة ''وہاں تو کوئی لغو بات نہ سنے گا۔''

تیسری اور انتہائی اہم خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔اُن کو صرف وہیں آزادی دیتے ہیں جہاں اِس کا اُن کو حق حاصل ہے یعنی بیویوں اور لونڈیوں پر۔یہ نہیں ہوتا کہ شہوت سے اندھے ہوکر بالکل سانڈ بن جائیں اور ہر حرمت پر دست اندازی اپنا حق سمجھ لیں۔فرمایا کہ اپنے حدود کے اندر یہ چیز مباح ہے۔اِس پر کسی کو ملامت نہیں۔یعنی کوئی اِس کو تقویٰ، دین داری اور خدا ترسی کے منافی نہ سمجھے جیسا کہ راہبانہ تصورات کے تحت عام طور پر سمجھا گیا ہے۔البتہ وہ لوگ جو اِس حد سے آگے بڑھیں گے، وہ خدا کی حدود کو توڑنے والے ہیں۔یہاں صرف ان کے جرم کا ذکر فرمایا، اِس کی سزا کا ذکر نہیں فرمایا۔

یہاں اِس امر کو یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ مغربی اور مغرب زدہ سوسائٹی میں جنسی آزادی پر اگر کوئی قدغن ہے تو صرف اِس صورت میں ہے جب جبر واکراہ کی نوبت آئے۔اگر یہ بات نہ ہو تو پھر ہر ایک کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔

مومن کی چوتھی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ تزکیہ کا کام کرنے والے ہوتے ہیں، اپنا بھی تزکیہ کرتے ہیں اور دوسروں کی زندگیوں کے تزکیہ کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔وہ اپنے اندر جوہر انسانیت کو نشوونما دیتے ہیں اور باہر کی زندگی میں اُس کے لیے سعی و جہد کرتے ہیں۔یہ مضمون قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی بیان فرمایا گیا ہے۔مثلاً سورہ الاعلیٰ میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ''فلاح پائی اُس شخص نے جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کرکے نماز پڑھی۔'' اور سورہ شمس میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ

دَسّٰىهَا ''بامراد ہوا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا، اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔'' مگر یہ آیت اِن دونوں کی نسبت وسیع تر مفہوم کی حامل ہے، کیوں کہ وہ صرف اپنے نفس کے تزکیے پر زور دیتی ہیں اور یہ بجائے خود فعل تزکیہ کی اہمیت بیان کرتی ہے جو اپنی ذات اور معاشرے کی زندگی، دونوں ہی کے تزکیے پر حاوی ہے۔

پانچویں خصوصیت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ کامیاب ترین یا فلاح پانے والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو امانتوں کا خیال رکھتے ہیں اور وعدہ کا پاس رکھتے ہیں۔

امانت سے مراد وہ تمام امانتیں بھی ہیں جو ہمارے رب نے قوتوں اور صلاحیتوں، فرائض اور ذمہ داریوں کی شکل میں یا انعامات و افضال اور اموال و اولاد کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ کی ہوں یا ازروئے حقوق اُن کی ادائیگی کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہو۔ اِسی طرح عہد میں وہ تمام عہد و میثاق بھی داخل ہیں جو ہمارے رب نے ہماری فطرت سے عالم غیب میں لیے ہیں یا اپنے نبیوں کے واسطہ سے، اپنی شریعت کی شکل میں، اِس دنیا میں لیے ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس وہ تمام عہد و میثاق بھی اِس میں داخل ہیں جو ہم نے اپنی فطرت یا انبیا علیہم السلام کے واسطہ سے اپنے رب سے کیے ہیں یا کسی جماعت یا فرد سے اس دنیا میں کیے ہیں، خواہ وہ قولاً و تحریراً عمل میں آئے ہوں یا ہر شائستہ سوسائٹی میں بغیر کسی تحریر و اقرار کیے، سمجھے اور مانے جاتے ہوں۔ فرمایا کہ ہمارے یہ بندے اُن تمام امانات اور اُن تمام عہود و مواثیق کا پاس و لحاظ رکھنے والے ہیں۔ نہ اپنے رب کے معاملہ میں خائن اور غدار ہیں نہ اُس کے بندوں کے ساتھ بے وفائی اور عہد شکنی کرنے والے ہیں۔ اِن دو صفتوں کے اندر وہ تمام شرعی و اخلاقی، قانونی اور عرفی ذمہ داریاں آ گئیں جن کا احترام ہر شریعت میں مطلوب رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ اپنے خطبات میں اکثر بیان فرماتے تھے کہ جو امانت کا خیال نہیں رکھتا اُس کے پاس کوئی ایمان نہیں اور جو وعدہ کا پاس نہیں رکھتا، اُس کا کوئی دین نہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)۔

بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''چار خصلتیں ہیں کہ جس میں چاروں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں کوئی ایک پائی جائے اُس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک وہ اُسے چھوڑ نہ دے۔ جب کوئی امانت اُس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے۔ جب عہد کرے تو توڑ دے اور جب کسی سے جھگڑے تو (اخلاق و دیانت کی) ساری حدیں توڑ ڈالے۔''

چھٹی اور آخری خصوصیت فلاح پانے والے مومنین کی یہ بتائی جا رہی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی رکھوالی کرتے ہیں اور بے پروائی

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور بے خیالی سے کام نہیں لیتے۔'' یہ غور کرنے کی بات ہے کہ نماز ہی سے اہل ایمان کی صفات کا ذکر شروع ہوا تھا اور اِسی پر آ کر ختم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کا گزر ایک ایسے بیمار سے ہوا جو سخت امراض میں مبتلا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُس کے کان میں سورہ المومنون کی آیتیں افحسبتم سے آخر تک پڑھ دیں، وہ اُسی وقت اچھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ نے اِس کے کان میں کیا پڑھا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ آیتیں پڑھی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔

(قرطبی و مظہری)

ہوا۔ شروع میں نماز کا ذکر اِس کی روح یعنی 'خشوع' کے پہلو سے ہوا اور آخر میں اِس کی محافظت، اِس کے رکھ رکھاؤ اور اِس کی

دیکھ بھال کے پہلو سے ہوا۔ اِس لیے کہ وہ برکات جو نماز کی بیان ہوئی ہیں، اُسی صورت حاصل ہوتی ہیں جب اِس کے اندر خشوع کی روح ہو اور اِس کی برابر رکھوالی بھی ہوتی رہے۔ یہ باغ جنت کا پودا ہے جو پوری نگہداشت کے بغیر پروان نہیں چڑھتا۔ ذرا غفلت اور ناقدری ہو جائے تو یہ بے ثمر ہو کے رہ جاتا ہے بلکہ اِس کے بالکل ہی سوکھ جانے کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر اِس کی حقیقی برکات سے بہرہ مند ہونے کی آرزو ہے تو شیاطین کی تاخت سے اِس کو بچایئے اور وقت کی پوری پابندی کے ساتھ آنسوؤں سے اِس کو سینچتے رہیے۔ تب کچھ اندازہ ہوگا کہ رب نے اِس کے اندر آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے!!

یہ بات کہ نماز ہی تمام دین کی محافظ ہے، قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔ یہ دین کی اِس حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ نماز ہی سے تمام نیکیاں نشوونما بھی پاتی ہیں اور اگر نماز ترک کر دی جائے تو دین و اخلاق کا سارا چمن تاراج ہو کر رہ جائے گا۔ اِسی لیے فرمایا گیا ہے کہ جس نے نماز ضائع کر دی تو وہ باقی دین کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر دے گا۔''

نمازوں کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ مومنین اوقاتِ نماز، آدابِ نماز، ارکان و اجزائے نماز، غرض نماز سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی پوری نگہداشت کرتے ہیں جسم اور کپڑے پاک رکھتے ہیں۔ وضو ٹھیک طرح سے کرتے ہیں اور اِس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ کبھی بے وضو نہ پڑھ بیٹھیں۔ صحیح وقت پر نماز ادا کرنے کی فکر کرتے ہیں، وقت ٹال کر نہیں پڑھتے، نماز کے تمام ارکان پوری طرح سکون و اطمینان کے ساتھ ادا کرتے ہیں، ایک بوجھ کی طرح جلدی سے اُتار کر بھاگ نہیں جاتے اور جو کچھ نماز میں پڑھتے ہیں وہ اِس طرح پڑھتے ہیں کہ جیسے بندہ اپنے خدا سے عرض کر رہا ہے، نہ اِس طرح کہ گویا ایک رٹی ہوئی عبارت کو کسی نہ کسی طور پر ہوا میں پھونک دینا ہے۔

آخر میں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی ہے جو اِن دس آیتوں کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیتے ہیں اور اِن آیتوں میں درج صفات کے معیار پر پورا اُترتے ہیں۔

اگر کوئی اپنی اور معاشرہ کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو وہ اِن آیتوں کے مطابق خود چلے اور معاشرہ کو چلانے کی کوشش کرے تو معاشرہ یا سماج میں سدھار اور اصلاح یقیناً آ سکتی ہے اور ایسے معاشرہ کے افراد بلا شبہ اللہ اور رسول ﷺ کے اعلان کے مطابق نہ صرف جنت کے حق دار ہوں گے بلکہ جنت کے وارث ہوں گے اور میراث میں اُنھیں فردوس عطا کیا جائے گا۔

جنرل نالج

CSS اور PMS

امتحانات کے لیے انتہائی اہم معلومات

سورج گرہن

سورج گرہن کی سائنسی حقیقت یہ ہے کہ چانداپنے مدار پر گردش کرتے ہوئے زمین اور سورج کے درمیان آجاتا ہے، جس کی وجہ سے اِس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے۔ چاند، سور کی نسبت زمین سے 400 گنا زیادہ قریب ہے۔ اِس لیے سورج کے مقابلے میں بے پناہ چھوٹا ہونے کے باوجود وہ تقریباً سورج جتنا ہی دکھائی دیتا ہے، چناں چہ جب وہ زمین اور سورج کے دومیان آتا ہے تو زمین کے کچھ حصوں پر اِس کا سایہ پڑتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ سورج گرہن کو پوری دنیا میں دیکھا جا سکے۔ سائنس دان سورج گرہن کا مشاہدہ کرنے کے لیے دور دراز سے سفر طے کر کے گرہن زدہ خطے میں جاتے ہیں۔ چاند اور زمین کے مدار بیضوی ہیں۔ اِس لیے کہ چاند کا زمین سے فاصلہ بدلتا رہتا ہے اِسی لیے ہر دفعہ مکمل سورج گرہن نہیں ہوتا۔ مکمل سورج گرہن کے وقت چاند کا فاصلہ زمین سے نسبتاً کم ہوتا ہے، سورج کے مکمل چھپ جانے کی وجہ سے خطے میں نیم اندھیرا ہو جاتا ہے اور دن کے وقت ستارے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، مگر یہ گرہن ا یک مقام پر سات منٹ چالیس سیکنڈ تک ہی ہوتا ہے اور اکثر اِس کا دور انیہ کم بھی ہوتا ہے۔

ہماری زمین

زمین کا اوپری حصہ کئی سخت طبقات یا ٹیکٹونک پلیٹوں میں تقسیم ہے جو کہ جیولوجیکل تاریخ کے دوران ایک مقام سے دوسرے مقام کو کھسک رہی ہیں۔ اِس کے 29.2 فی صد حصے پر خشکی اور 70.8 فی صد حصے پر پانی موجود ہے۔

زمین پر زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 56.7° سینٹی گریڈ، اوسط 15° سینٹی گریڈ اور کم سے کم درجہ حرارت منفی 89.2° سینٹی گریڈ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ رقبہ کے لحاظ سے سطح زمین پر تقریباً 71 فی صد نمکین پانی کے سمندر ہیں، باقی 29 فی صد میں براعظم اور جزائر اور میٹھے پانی کی جھیلیں وغیرہ شامل ہیں۔ براعظموں اور جزیروں پر موجود دریائی، نہری نظام اور پانی کے دوسرے ذخائر میں شامل ہوتے ہیں۔

زمین پر مختلف موسموں کی تشکیل اپنے گردشی محور کی سطح میں 23.4° ڈگری جھکاؤ کی وجہ سے ممکن ہوتی ہیں۔ زمین کے گھومنے کی اوسطاً رفتار 29.78 کلومیٹر فی سیکنڈ اور 107200 کلومیٹر فی گھنٹا ہے۔ اِس رفتار سے یہ اپنے محور میں چکر کاٹ رہی ہے۔ ایک مکمل چکر کو ہم ایک دن کہتے ہیں، جب کہ زمین ہمارے سورج کے مدار میں گردش 365.256363004 دن میں مکمل کرتی ہے، جسے ہم سال کہتے ہیں۔

زمین سے سورج تک فاصلہ 149,600,000 کلومیٹر جب کہ چاند تک کا فاصلہ 384,000 کلومیٹر ہے۔

ویکسین کیسے قوت مدافعت پیدا کرتی ہے؟

ویکسین لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کا ماخذ Cowpox وائرس vaccinia ہے۔ لفظ ویکسین کا استعمال سب سے پہلے برطانیہ کے ڈاکٹر ایڈورڈ جینر (Dr Edward Jenner) نے 1799ء میں کیا۔ ویکسین دراصل حیاتیاتی Preparation ہے جو کسی مخصوص بیماری کے خلاف موافقتی (Adaptive) مدافعت پیدا کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ ویکسین میں بیماری پیدا کرنے والے وائرس اور بیکٹیریا کے اجزا شامل ہوتے ہیں جو دراصل خود جسم میں ایک قسم کا انفیکشن پیدا کرتے ہیں، لیکن اِس سے مرض لاحق نہیں ہوتا بلکہ بیماری کے خلاف جسم میں قوتِ مدافعت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ جسم میں داخل ہو کر T لمفوسائٹس اور اینٹی باڈیز پیدا کرتے ہیں۔ ویکسی نیشن کے عمل کے بعد جسم میں B اور T لمفوسائٹس کے میموری خلیات پیدا ہو جاتے ہیں جو مخصوص وائرس یا بیکٹیریا کی شناخت کا باعث بنتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

الیگزینڈر گراہم بیل نے ٹیلیفون ایجاد کیا لیکن وہ اپنی والدہ اور بیوی سے ٹیلیفون پر بات نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ وہ دونوں سماعت سے محروم تھیں۔

کشش ثقل کی وجہ سے آپ کا وزن اُس وقت تھوڑا کم ہو جاتا ہے جب چاند عین آپ کے سر کے اوپر آتا ہے۔

چھ ٹانگوں والے جانوروں میں لال بیگ کا شمار دنیا کے تیز ترین جانوروں میں کیا جاتا ہے۔ یہ ایک میٹر کا فاصلہ صرف ایک سیکنڈ میں طے کر لیتا ہے۔

صرف دو جانور ایسے ہیں جو اپنے سر کو موڑے بغیر پیچھے کی جانب دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اِن میں ایک خرگوش اور دوسرا طوطا ہے۔

اٹلی کا شہر وینس 118 چھوٹے سمندری جزیروں پر تعمیر کیا گیا ہے جنھیں 400 پلوں کی مدد سے ایک دوسرے سے منسلک کیا گیا ہے۔

ایک بلیو وہیل روزانہ 3 ٹن غذا کھا سکتی ہے لیکن اِس کے ساتھ ہی ایک دلچسپ حقیقت یہ بھی ہے کہ یہ بغیر کچھ کھائے 6 ماہ تک زندہ رہ سکتی ہے۔

اگر گھنٹوں آپ کمپیوٹر اسکرین کے سامنے گزارنے کے بعد سفید کاغذ کے کسی خالی ٹکڑے کو دیکھیں گے تو وہ آپ کو گلابی دکھائی دے گا۔

مینڈک کی زبان میں تین گنا بڑا شکار دبوچنے کی طاقت ہوتی ہے۔

بلیاں اپنی زندگی کا 66 فیصد حصہ سو کر گزارتی ہیں۔

ربڑ کے زیادہ تر درخت جنوب مشرقی ایشیا میں ہوتے ہیں۔

موٹے گلاس میں گرم مشروب ڈال دیا جائے تو پتلے گلاس کی نسبت اِس کے ٹوٹنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

روہڑی کینال

ایشیا کا سب سے بڑا نہری نظام رکھنے والے سکھر بیراج سے سات نہریں نکلتی ہیں، تین نہریں دادو، رائیس اور کیرتھر کینال دریا کے دائیں جانب جب کہ چار نہریں سکھر بیراج کے بائیں جانب نکلتی ہیں جن میں روہڑی، نارا، خیر پور ایسٹ، خیر پور ویسٹ کینال شامل ہیں۔ سکھر بیراج سے نکلنے والی نہروں میں نارا کینال سب سے بڑی نہر ہے۔ نارا کینال کی لمبائی 226 میل ہے اور اِس میں پانی کی گنجائش 18 ہزار کیوسک ہے۔ روہڑی مین کینال اپنی افادیت واہمیت کے حوالے سے نہ صرف سکھر بیراج سے نکلنے والی نہروں بلکہ پاکستان کی تمام نہروں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ روہڑی مین کینال 25 لاکھ ایکڑ سے زائد زمین کو سیراب کرتی ہے، اِتنی بڑی مقدار میں پاکستان کی کوئی بھی نہر کسی زمین کو سیراب نہیں کرتی۔ روہڑی کینال کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ اِس میں پورا سال پانی چلتا ہے اور روہڑی کینال سکھر بیراج سے نکل کر کنڈیارو، نوابشاہ، بھٹ شاہ، سکرنڈ، ہالا سے ہوتی ہوئی حیدرآباد تک نیشنل ہائی وے کے ساتھ ساتھ چلتی ہے جب کہ اس نہر کے ساتھ موجود تمام اراضی آباد ہے کسی بھی علاقے کی زمین بنجر نہیں ہے، اِس لیے اسے اریگیشن سسٹم کے حساب سے سندھ کی دلھن بھی کہا جاتا ہے۔ روہڑی کینال کا مجموعی ایریا 25 لاکھ ایکڑ سے زائد ہے، اِس کی مجموعی لمبائی 208 میل ہے جب کہ سکھر بیراج سے شروع ہوتے وقت اِس کی چوڑائی 300 فٹ ہے جو کہ آگے جا کر کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ 1932ء میں سکھر بیراج کی تعمیر کے ساتھ ہی روہڑی کینال کی تعمیر مکمل کی گئی۔

قرآن پاک پر اعراب کس نے لگوائے؟

ابتدائی زمانے میں قرآن پاک پر اعراب نہیں لگے ہوتے تھے، لوگ بغیر اعراب کے ہی قرآن پاک پڑھ لیتے تھے، لیکن جب عجمی لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے اور اُنھیں بغیر اعراب کے قرآن پڑھنے میں مشقت ہونے لگی، تو حضرت ابوالاسود دؤلیؒ نے قرآن پاک پر اعراب (حرکات) لگانے کی ابتدا فرمائی، اِس کے بعد حجاج بن یوسف کے حکم سے تین حضرات (حسن بصری، یحییٰ بن یعمر، نصر بن عاصم) نے اِس کی تکمیل فرمائی۔

بلڈ ٹیسٹ کے لیے رنگ فنگر سے خون کیوں نکالا جاتا ہے؟

اول، انگوٹھا اور چھوٹی انگلی کلائی سے جڑے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کو انفیکشن ہو تو اِس سے آپ کے بازو پر اثر پڑ سکتا ہے۔ اِسی لیے مشورہ یہی دیا جاتا ہے کہ سوائے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے تمام انگلیوں سے خون لیں۔ دوم، تیسری یا انگوٹھی والی انگلی میں سب سے کم تکلیف ہوتی ہے۔ یہ دوسری انگلیوں کی نسبت کم کام کرتی ہے اور اِس کی جلد پتلی ہوتی ہے۔ اگر آپ اِس انگلی کو زیادہ استعمال نہیں کرتے تو اِس میں پِن سے ہونے والا چھوٹا سا زخم بھی جلد بھر جائے گا۔

اُم قیصر بندرگاہ

بصرہ میں موجود اُم قیصر عراق کی اہم ترین خلیجی بندرگاہ ہے۔ چوں کہ عراق کا غذائی اِنحصار بیرون ممالک سے درآمد کی گئی اشیا پر ہوتا ہے، اِس لیے اس بندرگاہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیوں کہ یہاں اناج، تیل او رچینی جیسی اشیا بیرون ملک سے آتی ہیں اور اِس سے ملک کو غذا فراہم ہوتی ہے۔

ویکسین کی اقسام

ویکسین کی درج ذیل پانچ اقسام ہوتی ہیں:

1۔ Live/Attenuated ویکسین

اِس ویکسین میں زندہ وائرس موجود ہوتے ہیں جنھیں کمزور کردیا جاتا ہے تاکہ وہ بیماری پیدا کرنے کا باعث نہ بن سکیں۔ اِن میں خسرہ، ممپس، روبیلا اور چکن پاکس کی ویکسین شامل ہیں۔

2۔ Inactivated ویکسین

اِس ویکسین میں مُردہ یا غیر فعال وائرس ہوتے ہیں۔ اِن میں پولیو، ہیپاٹائٹس A، ریبیز اور انفلوئنزا ویکسین شامل ہیں۔

3۔ Toxoid ویکسین

اِس ویکسین میں وائرس اور بیکٹیریا نہیں ہوتے بلکہ اِن سے خارج ہونے والے زہریلے مادے پائے جاتے ہیں۔ ان میں ٹیٹنس اور خناق کی ویکسین شامل ہیں۔

4۔ Subunit ویکسین

اِس ویکسین میں مکمل وائرس اور بیکٹیریا کے بجائے اُن کے اجزا ہوتے ہیں۔ ان میں خناق، ٹیٹنس اور کالی کھانسی کی ویکسین شامل ہیں۔

5۔ Conjugate ویکسین

یہ ویکسین مختلف قسم کے بیکٹیریا کے خلاف استعمال کی جاتی ہے۔ اِن بیکٹیریا کی بیرونی دیوار پر اینٹی جنز پائی جاتی ہیں۔ Hib ویکسین اِس کی مثال ہے۔

آنکھوں کے اندر سردی کا احساس کیوں نہیں ہوتا؟

باہر اگر بہت زیادہ سردی ہو تو ہمارا جسم اِسے محسوس کرتا ہے لیکن آنکھ کے اندر سردی کا احساس نہیں ہوتا۔ آنکھ میں درجہ حرارت کے آخذے (ٹمپریچر ریسپٹر) نہیں ہوتے۔ آنکھ کے ڈھیلے کا بیش تر حصہ جسمانی ڈھانچے کے اندر ہوتا ہے اور اندر دوڑنے والا خون اسے گرم رکھتا ہے۔

سمندری تہ کے اندر میٹھے پانی کا نایاب ذخیرہ

سائنس دانوں نے سمندری تہ سے بھی بہت اندر، گہرائی میں پوشیدہ، تازہ پانی کا ایک بڑا ذخیرہ دریافت کیا ہے جس کا حجم دو ہزار مربع کلومیٹر، یعنی اونٹاریو جھیل سے بھی زیادہ ہے۔ پانی کا یہ ذخیرہ نیوزی لینڈ کے جنوبی جزیرے کے قریب سمندری تہ کے اندر دریافت کیا گیا ہے اور اِس کے لیے زلزلیات (سیسمولوجی) اور برقی مقناطیسی شعاعوں کے ذریعے سمندری تہ کی چھان بین کی جدید تکنیکوں سے مدد لی گئی۔ یہ دونوں تکنیکیں ایک ساتھ استعمال کرتے ہوئے سمندری تہ کی گہرائی کا تھری ڈی نقشہ بنایا گیا جس میں تازہ پانی کا یہ ذخیرہ واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ دریافت آٹھ سال سے جاری تحقیق کے نتیجے میں ہوئی ہے جس کے مطابق، تازہ پانی کا یہ ذخیرہ سمندری تہ میں تقریباً 65 فٹ گہرائی میں واقع ہے جب کہ یہ نیوزی لینڈ کے ساحلی شہر تیمارو سے 60 کلومیٹر دور ہے۔ تازہ پانی کے اِس ذخیرے میں اتنا پانی ہے جو اولمپک سائز کے 80 کروڑ سوئمنگ پولز جتنا ہے۔ ایسے ذخیروں کی دریافت مستقبل میں تازہ پانی کی دستیابی کے حوالے سے خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ اب تک میٹھے پانی کے صرف چند ایک ہی ''زیرِ سمندر'' ذخیرے دریافت ہوئے ہیں اس لیے یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ سمندروں میں ایسے ذخیرے کتنی تعداد میں ہیں۔

شیل گیس

شیل ایک چٹان کا نام ہے، جس طرح سینڈ سٹون اور لائم سٹون چٹانیں ہوتی ہیں۔ لیکن شیل انتہائی باریک ذرات والی چٹان ہے جیسے مٹی یا ریت کے بہت باریک دانوں پر مشتمل چٹان۔ جب یہ ریت اور مٹی سمندروں کی تہ میں بیٹھتی ہے تو اِس کے ساتھ ہی بہت سا نباتاتی اور حیوانی مواد بھی مٹی کی تہوں میں دب جاتا ہے۔ یہی مواد زمین کی گہرائی میں حرارت اور دباؤ کے باعث میتھین گیس میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ گیس اِس شیل والی چٹان کے ذرات میں جذب ہوتی ہے اور لاکھوں سال سے اِسی طرح محفوظ رہتی ہے۔ اب اگر ہم ڈرلنگ کرتے ہوئے اِس شیل تک پہنچ بھی جائیں تو گیس کا نکالنا ممکن نہیں ہوتا کیوں کہ شیل کے ذرات اِتنے باریک ہوتے ہیں کہ اُن میں گیس کا بہاؤ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ البتہ اگر ہم اِس چٹان کو پانی کی تیز دھار سے چُورا کر دیں تو پھر گیس خارج ہونے اور کنویں سے باہر آنے لگے گی۔ یوں Hydraulic fracturing کی مدد سے شیل گیس کا حصول ممکن ہے۔

نظامِ شمسی کا اہم ستارہ: سورج

ہمارے نظامِ شمسی کے مرکز میں موجود سورج ایک بہت بڑا ستارہ ہے۔ اِس کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے۔ یہ انسانوں کے لیے جتنا لازمی ہے اُتنا پراسرار بھی ہے۔ اِس کی کمیت اپنے نظام کی کل کمیت کا 99.86 فی صد بنتی ہے۔ اس کا قطر 13 لاکھ 92 ہزار کلو میٹر ہے۔ یعنی ہماری زمین جیسی 109 زمینیں ملیں گی تو ایک سورج بنے گا۔ یہ زمین سے 14 کروڑ 96 لاکھ (تقریباً 149.6 ملین) کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اِس کا اپنا رنگ سفید ہے، تاہم زمین سے دیکھنے میں پیلا یا نارنجی دکھائی دیتا ہے اور ہم تک اِس کی روشنی 8 منٹ 19 سکینڈ میں پہنچتی ہے۔ سورج پر یہ حرارت نیوکلیئر فیوژن کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اِس میں موجود ہائیڈروجن گیس فیوژن سے ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ حرارت برقرار رہتی ہے۔ سورج کی کل کمیت کا تین چوتھائی ہائیڈروجن پر اور باقی کا زیادہ تر ہیلیم پر مشتمل ہے، بہت ہی کم مقدار میں لوہا، آکسیجن، کاربن اور دیگر عناصر موجود ہیں۔ اِس کے اندر سب سے زیادہ ہائیڈروجن 73.46 فی صد، ہیلیم 24.85 فی صد اور دیگر گیسز صرف 1.69 فی صد ہیں۔ جن میں آکسیجن 0.77 فی صد، کاربن 0.29 فی صد، فولاد 16.0 فی صد، سلفر 0.12 فی صد، نیون 0.12 فی صد، نائیٹروجن 0.09 سلیکون 0.07 اور میگنیشیم 0.05 فی صد شامل ہے۔ ماہرین کے مطابق اِن گیسز کی وجہ سے سورج کے اندر ہلچل رہتی ہے اور اِسی وجہ سے اِس کی سطح پر بھنور پڑے ہیں۔ جنھیں ہم سورج کے دھبے یا sun spots کہتے ہیں۔ سورج کی سطح پر نمودار ہونے والے دھبے سورج کے ایکٹیو یعنی فعال حصے ہیں۔ عموماً یہ اُس وقت بنتے ہیں جب مقناطیسی لکیریں پیدا ہوتی ہیں۔ اِن کا کچھ حصہ اِس عمل کے دوران ٹوٹ جاتا ہے اور سورج کی سطح پر نمودار ہوتا ہے جو سورج کے کُرے میں بہت زیادہ ریڈی ایشن (تابکاری) کا باعث بنتا ہے۔ اس ریڈی ایشن کے نتیجے میں سورج کے ذرات فضا میں بہنے لگتے ہیں جنھیں ''شمسی ہوا'' کہا جاتا ہے۔ سورج کے دھبوں میں اِس کے باعث زوردار دھماکے بھی ہوتے ہیں۔ اور اِن دھماکوں سے solar flares کی صورت میں بے پناہ توانائی کا اخراج ہوتا ہے جس میں برقی مقناطیسی اور ریڈیائی شعاعوں سمیت اربوں چارج پارٹیکلز یا برقی ذرات بڑی مقدار میں خارج ہوتے ہیں جسے کورونول ماس اَنجکشن (CMES) کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ خلا میں بکھر کر نظامِ شمسی کے مختلف اجزام اور حصوں تک پہنچتے ہیں۔ تاہم زمین سے سورج کافی فاصلے پر ہے اِسی لیے یہ طوفانی لہریں کرۂ ارض تک نہیں پہنچتی ہیں، مگر ہر سو سال بعد لازمی زمین سے اِن کا ٹکراؤ ہوتا ہے۔

انسانی آنکھ کی ریزولوشن کیا ہے؟

اِس سوال کا مختصر جواب ہے 576 میگا پکسلز۔ ڈیجیٹل تصویر ٹائلز کی طرح کے لاکھوں چھوٹے اجزا سے مل کر بنی ہوتی ہیں۔ یہ چھوٹے اجزا، جنھیں پکسل کہا جاتا ہے، جتنے زیادہ ہوں گے، ریزولوشن اِتنی زیادہ ہوگی۔ ایک میگا پکسل تصویر 10 لاکھ پکسلز کے برابر ہوتی ہے۔ اگر آپ کو کسی تصویر کی چوڑائی اور اونچائی معلوم ہو تو اُنھیں ضرب دے کر آپ اپنے کیمرے کے پکسلز شمار کر سکتے ہیں۔ اِن کے معیار کا انحصار فوکس، روشنی، کیمرے کے لینز وغیرہ پر ہوتا ہے۔

آکسیجن کے بغیر زندہ رہنے والا پہلا جانور

زمین پر ہر طرح کے کثیر خلیاتی یا آسان الفاظ میں جاندار لاکھوں یا کروڑوں سال سے آکسیجن کی بدولت زندہ رہ رہے ہیں۔ لیکن اب ماہرین نے ایک ایسا ننھے طفیلی جاندار Henneguya salminicola دریافت کیا ہے جو سامن مچھلی کے مسل ٹشو کے اندر رہتا ہے اور اِس میں 10 سے بھی کم خلیات ہوتے ہیں۔ جیلی فش جیسا یہ جاندار آکسیجن کے بغیر زندہ رہتا ہے، اور بظاہر یہ پہلا کثیر خلیاتی 'جانور' ہے جو زندگی کے لیے انتہائی ضروری آکسیجن کے بغیر بھی زندہ رہ پاتا ہے۔ محققین کے مطابق ایروبک عملِ تنفس (پودے اس طرح آکسیجن حاصل کرتے ہیں جس کے دوران کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کی جاتی ہے، مگر اِس عمل میں آکسیجن سے سانس لینے کی ضرورت نہیں ہوتی) کے بارے میں سوچا جاتا ہے کہ جانوروں میں ہوتا ہے، مگر اب ہم تصدیق کرتے ہیں کہ اِس معاملے میں ایسا نہیں۔

دنیا کا سرد ترین شہر

روس کے شہر نورلسک کے رہائشی جنوری کے وسط تک سورج کی روشنی بھی نہیں دیکھ پاتے اور اِسے دنیا کا سرد ترین شہر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اِن 2 سائبیرین شہروں میں سے ایک ہے جو پورا سال منجمد رہتے ہیں اور سردیوں میں یہاں کے ایک لاکھ 75 ہزار سے زائد رہائشیوں کو اوسطاً منفی 61 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کا سامنا ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر پورے سال کا اوسط درجہ حرارت منفی 10 سینٹی گریڈ رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اِسے سرد ترین شہر بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ سائبریا کے ایک اور شہر یاکوتسک کا اوسط درجہ حرارت اِس سے زیادہ ہے۔ روس کے انتہائی شمال میں واقع یہ شہر پورا سال 270 دن برف سے ڈھکا رہتا ہے اور ہر 3 میں سے ایک دن یہاں کے رہائشیوں کو برف کے طوفان کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ شہر دنیا سے بالکل کٹا ہوا ہے، اور بڑے رقبے کے باوجود یہاں کوئی سڑک نہیں جاتی۔ یہ شہر ماسکو سے 1800 میل دور واقع ہے اور یہاں پر پہنچنا طیارہ یا کشتی کے ذریعے ہی ممکن ہے اور یہ باقی دنیا سے اتنا الگ ہے کہ یہاں کے رہائشی اکثر روس کو مین لینڈ پکارتے ہیں۔

اِس شہر میں پلاٹینیم، نکل اور پالاڈئم کے ذخائر ہیں اور اِسے روس کا امیر ترین شہر بھی قرار دیا جاتا ہے۔

دنیا کا سرد ترین گاؤں بھی اسے خطے میں ہے جہاں جنوری میں اوسط درجہ حرارت منفی 50 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے اور آنکھوں کی پلکوں پر چار دیواری سے باہر نکلتے ہی برف جم جاتی ہے۔

یہاں گھروں پر پائپ نہیں لگائے جاتے کیوں کہ پانی جمنے سے ان کے پھٹنے کا ڈر ہوتا ہے، گاڑیاں ہمیشہ چلتی رہتی ہیں تاکہ پیٹرول جم نہ جائے۔

آسمانی بجلی کیوں گرتی ہے؟

آسمانی بجلی کا ایک کوندا (کڑاکا) فضا میں 8 سے 20 ہزار درجے سینٹی گریڈ تک حرارت پیدا کرتا ہے جو سورج کی سطح پر پائی جانے والی حرارت سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ آسمانی بجلی اونچے بادلوں میں پیدا ہوتی ہے جنھیں کیومولونمبس بادل کہا جاتا ہے۔ آسمانی بجلی برق سکونی (سٹیٹک الیکٹریسٹی) کی ایک مثال ہے جس کا ہم عام مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر اونی سویٹر یا بالوں سے پلاسٹک کا ایک ٹکڑا رگڑا جائے تو وہ دھاگے اور کاغذ کے ٹکڑوں کو اپنی جانب کشش کرتا ہے جو برقِ سکونی کی ایک مثال بھی ہے۔ بارش کے دوران بادل میں پانی کے قطرے انتہائی سرد ہو کر برفیلے ذرات میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور بارش برسنے سے بادل کے اُوپری حصے پر مثبت چارج آ جاتا ہے جب کہ بادل کے نچلے حصے پر منفی چارج بنتا ہے۔ جب یہ چارج ایک خاص سطح تک پہنچ جائے تو برقِ سکونی کی وجہ سے بجلی نیچے کی جانب سفر کرتی ہے۔

عموماً بجلی بادل کے اندر، ایک بادل سے دوسرے بادل اور پھر دوسرے بادل سے زمین پر سفر کرتی ہے۔ اِس کے علاوہ آسمانی بجلی کو ظاہری طور پر دو اہم اقسام میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ جب آسمان پر کیمرے کے فلیش کی طرح روشنی دکھائی دے تو اُسے چادر والی بجلی (شیٹ لائٹننگ) کہا جاتا ہے جب کہ دوسری قسم میں آسمان پر بجلی ٹیڑھی میڑھی لکیروں کی طرح دکھائی دے تو اِسے دراڑ نما بجلی یا فورک لائٹننگ کہا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ شاخوں کی طرح کی دراڑ نما آسمانی بجلی بادل سے زمین کی جانب سفر کرتے ہوئے پیدا ہوتی ہے اور بسا اوقات زمین پر گر جاتی ہے۔ جب اِس طرح کی آسمانی بجلی پیدا ہوتی ہے تو اِس کی توانائی سے اطراف کی ہوا بہت گرم ہو کر پھیلتی ہے جس سے ایک زوردار دھماکا سنائی دیتا ہے جسے بادلوں کی گرج سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہماری زمین پر موجود اشیا پر عموماً مثبت چارج ہوتا ہے اور یوں بجلی کا کڑاکا زمین کی جانب لپکنے کی کوشش کرتا ہے جسے زمین پر بجلی گرنا کہتے ہیں۔

دنیا کا سب سے گہرا سوراخ

زمین میں دنیا کا سب سے گہرا سوراخ روس میں ہے جسے 'کولا سپر ڈیپ بور ہول' کہا جاتا ہے۔ یہ ناروے کی سرحد کے قریب روسی علاقے مورمانسک میں واقع ہے۔ کولا سپر ڈیپ بور ہول کی گہرائی تقریباً ساڑھے سات میل یعنی سوا بارہ کلومیٹر کے لگ بھگ ہے۔ زمین کے اندر اِتنی گہرائی تک پہنچنے میں سائنس دانوں اور انجینئرز کو 20 سال کا عرصہ لگا، کیوں کہ اِس مقام پر زمین کے نیچے کی تہیں چٹانی تھیں، جن میں سوراخ کرنا آسان نہیں تھا۔

یہ ایک خالص سائنسی پراجیکٹ تھا جس میں سائنس دان یہ جاننا چاہتے تھے کہ زمین کے اندر کی ساخت کیسی ہے تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ ایک جلتا ہوا گولا جانداروں کے رہنے کے قابل ایک سیارہ کیسے بنا۔

سائنس دان تقریباً 9 میل نیچے جا کر چٹانوں کے نمونے اکھٹے کرنا چاہتے تھے لیکن جب ڈرل مشین کا نوکیلا برما ساڑھے سات میل کی گہرائی میں واقع چٹان سے ٹکرایا تو انجینئرز کو محسوس ہوا کہ اب مزید نیچے جانا ممکن نہیں رہا۔ اِس گہرائی میں موجود چٹانیں تقریباً پونے تین ارب سال پہلے کی حالت میں تھیں۔ اِس مقام کا درجہ حرارت 356 ڈگری فارن ہائیٹ تھا جو سائنس دانوں کے اندازے سے تقریباً دُگنا تھا۔ اِتنے زیادہ درجۂ حرارت پر مزید کھدائی کرنا اِس لیے بھی ممکن نہیں رہا تھا کہ اسٹیل کے پائپ اور برمے کی نوک ٹیڑھی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اِس درجۂ حرارت پر زیرِ زمین چٹانیں بھی چٹان جیسی نہیں رہی تھیں بلکہ پراجیکٹ کے سائنس دانوں کے بقول اُن کا طرزِ عمل پلاسٹک جیسا ہو گیا تھا۔

اگرچہ یہ سوراخ مکمل طور پر سیل کر دیا گیا ہے لیکن اِس کے اندر سے چیخوں جیسی خوف ناک آوازوں کی وجہ سے یہ جگہ سیاحت کا ایک مرکز بن گئی ہے۔

اِن آوازوں سے متعلق علاقے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہیں۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سوراخ زمین سے دوزخ میں جانے کا راستہ ہے۔

تاہم سوراخ کا دہانہ صرف نو اِنچ ہے۔ اگر اِسے سیل نہ بھی کیا گیا ہوتا تو بھی یہ ناممکنات میں سے ہے کہ کوئی شخص اِس کے اندر گر سکے۔

دنیا کا سب سے بلند درخت

امریکی ریاست کیلیفورنیا میں 379 فٹ اونچا درخت دریافت ہوا ہے جسے دنیا کا بلند ترین درخت قرار دیا گیا ہے۔ دو ماہرین نباتات کرس ایٹکنس اور مائیکل ٹیلر نے امریکی ریاست کیلی فورنیا کے ''ریڈ ووڈ نیشنل پارک'' میں یہ درخت دریافت کیا جسے اُنھوں نے 'Hyperion' کا نام دیا ہے۔

کم و بیش 600 سال پرانے اِس درخت کی لمبائی 379.1 فٹ ہے اور یہ اب بھی بڑھ رہا ہے۔ Hyperion کی لمبائی کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر امریکا کے مشہور زمانہ مجسمہ آزادی کی بنیادوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ درخت سے اِس سے بھی بلند اور امریکا کی مشہور زمانہ ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ سے کم و بیش دو گنا طویل القامت ہے۔ پاکستان کی سب سے اونچی عمارت سے موازنہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ پاکستان کی موجودہ سب سے اونچی عمارت 29 منزلہ ایم سی بی ٹاور ہے جس کی اونچائی 116 میٹر کے برابر ہے۔ یعنی یہ درخت ایم سی بی کی کثیر منزلہ مارت جتنا بلند ہے۔

چاند کے بعد سب سے زیادہ دمکتا سیارہ

رات کے وقت چاند کے بعد زہرہ سیارہ آسمان پر چمکنے والے تمام فلکی اجسام میں سب سے روشن ہے۔ زہرہ ہمارے نظام شمسی (Solar system) کا سب سے گرم سیارہ بھی ہے، اِس کا اوسط درجہ حرارت 462 ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ زہرہ کا اوربیٹل پیریڈ بھی ہمارے نظام شمسی میں سب سے لمبا ہے (کسی سیارے یا ستارے وغیرہ کا اپنے محور کے گرد ایک چکر لگانا اوربیٹل پیریڈ Orbital period کہلاتا ہے)

عطارد اور زہرہ ہمارے نظام شمسی کے دو ایسے سیارے ہیں جن کے پاس اپنا کوئی بھی قدرتی چاند نہیں ہے۔ زہرہ سیارہ اِس قدر روشن ہوتا ہے کہ زمین کے بعض حصوں سے اِسے دن کی روشنی میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ سیارہ سورج غروب ہونے سے ذرا بعد یا سورج طلوع ہونے سے ذرا قبل دکھائی دیتا ہے۔ اِس وجہ سے اِسے صبح یا شام کا ستارہ بھی کہا جاتا ہے۔

Global Arms Trade

International transfers of major arms during the five-year period 2015–19 increased by 5.5 per cent compared with 2010–14

Conventional weapons export/import, $ billion

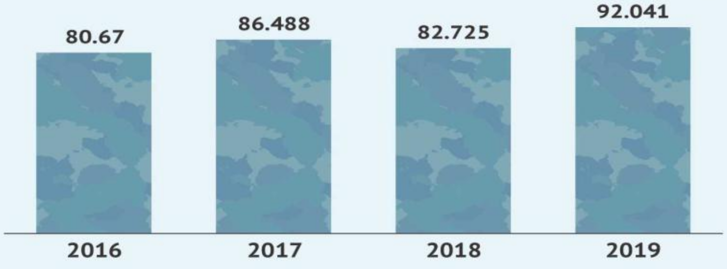

The largest exporters of arms during the period of 2016-2019, $ billion

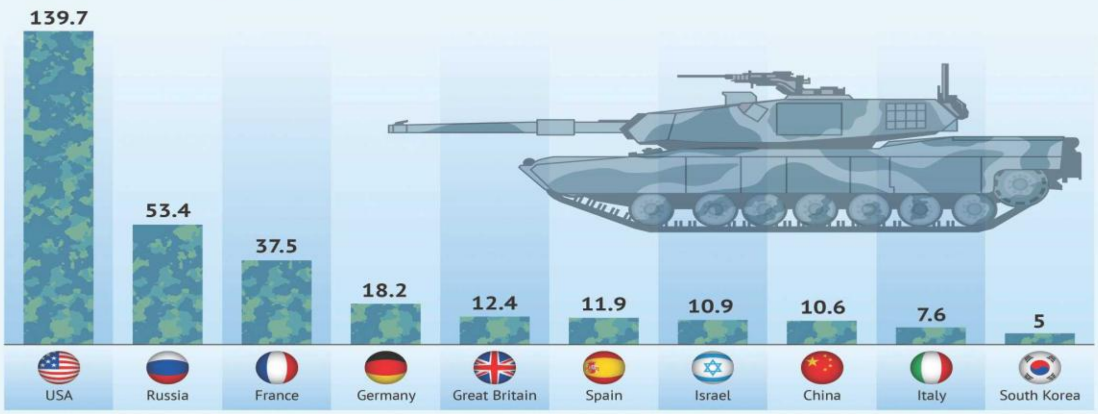

10 largest exporters (%)

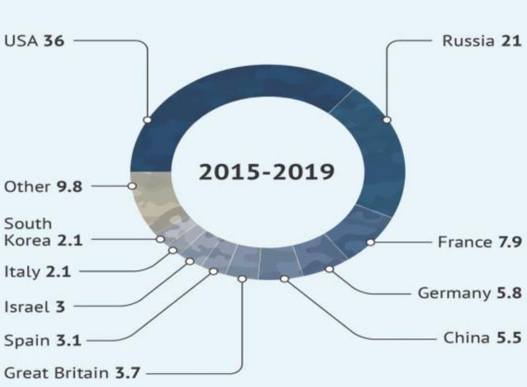

10 largest importers (%)

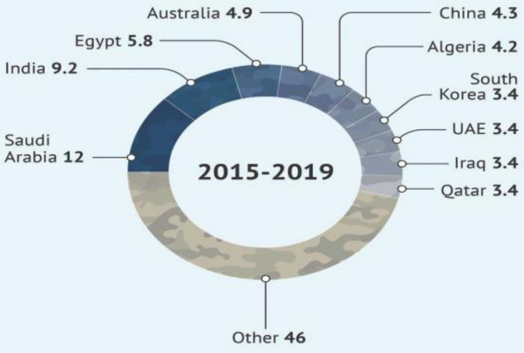

محمد عثمان بٹ

نیشنل

16فروری: اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیوگوٹیرش نے اسلام آباد میں موسمیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے ایک تقریب کے دوران مسئلہ کشمیر پر ثالثی کی پیش کش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل ہونا چاہیے۔

16فروری: وزارت موسمیاتی تغیر کے زیراہتمام دیرپا ترقی اور موسمیاتی تبدیلی پر خصوصی مذاکرہ منعقد ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم کے مشیر برائے موسمیاتی تبدیلی ملک امین اسلم نے کہا ہے پاکستان عالمی آلودگی کا صرف اعشاریہ 5 فیصد پیدا کرتا ہے، تاہم اسے شدید موسمیاتی چیلنجز درپیش ہیں اورموسمیاتی تغیر کی وجہ سے پاکستان کو 6 سے 14 ارب ڈالر کا نقصان ہورہا ہے۔ پاکستان موسمیاتی تبدیلی سے دنیا کے متاثرہ ممالک میں 5ویں نمبر پر ہے۔

16فروری: کبڈی ورلڈ کپ 2020ء کے فائنل میں پاکستان روایتی حریف بھارت کو شکست دے کر ورلڈ چیمپین بن گیا۔

16فروری: ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان نے سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور کو فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت مختلف پروگرامز میں داخلوں کی اجازت دے دی۔

16فروری: 15ویں چولستان جیپ ریلی نادر مگسی نے جیت لی۔ اُنھوں نے مقررہ فاصلہ 4 گھنٹے 28 منٹ اور 51 سیکنڈ میں طے کیا۔

17فروری: فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) کے پیرس اجلاس میں رکن ممالک نے پاکستان کی جانب سے ایکشن پلان پر عمل درآمد پر اطمینان کا اظہار کیا۔

17 فروری: نیویارک اوپن ٹینس ٹورنامنٹ کے مینز ڈبلز ایونٹ کے فیصلہ کن معرکے میں پاکستان کے اعصام الحق اور اُن کے برطانوی پارٹنر ڈومینک انگلوٹ نے امریکی جوڑی سٹیو جانسن اور رلی اوپیلکا کو مات دے کر ٹرافی جیت لی۔

17 فروری: وزارت سمندر پار پاکستانی و ترقی انسانی وسائل اور سوشل سکیورٹی ملائیشیا کے درمیان اہم معاہدے پر دستخط کیے گئے جس کے بعد پاکستانی محنت کشوں کی ملائیشین سوشل سکیورٹی میں رجسٹریشن کا عمل شروع ہوگیا۔

17 فروری: اسلام آباد میں مہاجرین سے متعلق عالمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اِس موقع پر سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ نے کہا کہ

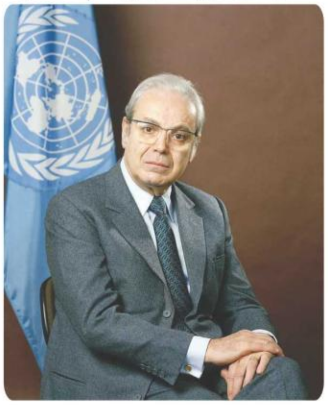

پاکستان کی کوششوں کے مقابلے میں عالمی تعاون بہت کم رہا، اِس لیے دنیا کو آگے بڑھنا چاہیے۔

17فروری: وفاقی حکومت نے لیفٹیننٹ جنرل بلال اکبر کو چیئرمین پی او ایف بورڈ واہ تعینات کردیا۔ یہ وزارت دفاعی پیداوار کا ذیلی ادارہ ہے۔

17فروری: حکومت پاکستان اور آسٹریلوی سینٹر برائے بین الاقوامی زراعت ریسرچ کے درمیان معاہدے پر دستخط ہوگئے۔ اِس معاہدے کے تحت آسٹریلیا پاکستان کو 1.2 ملین آسٹریلوی ڈالر گرانٹ دے گا۔ یہ رقم مشترکہ علاقائی دیہی ترقیاتی پروگرام کے لیے دی جائے گی۔

17فروری: اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوٹیرش نے چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ نے سے ملاقات کی جس میں اُنھوں نے انسداد دہشت گردی اور امن مشنز میں پاکستان کے کردار کی تعریف کی۔

17فروری: وفاقی وزیر داخلہ بریگیڈیئر (ر) اعجاز شاہ نے کالعدم تنظیم تحریک طالبان پاکستان کے سابق ترجمان احسان اللہ احسان کے ملک سے فرار ہونے سے متعلق خبروں کی تصدیق کردی۔

17فروری: ایک مطالعاتی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ایٹمی جنگ کی صورت میں سمندروں میں تیزاب کی سطح تیزی سے بڑھ جائے گی اور اُن کی کیمیائی ہیئت بھی تبدیل ہوسکتی ہے۔

18فروری: اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوٹیرش نے کرتار

پور راہداری کا دورہ کیا۔ اِس موقع پر اُنھوں نے کہا کہ پاکستان اقلیت نواز ملک ہے اور اِس کرتار پور کوریڈور اِس کی امن و دوستی کی خواہش کا عملی اقدام ہے۔

18 فروری: پاکستان نے فضا سے مار کرنے والے کروز میزائل رعد 2 کا کامیاب تجربہ کیا۔

رعد 2 فضا سے لانچ کیے جانے والا میزائل ہے جو زمین اور سمندر کے اہداف کو 600 کلومیٹر تک نشانہ بنا سکتا ہے۔

19 فروری: انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے واہگہ بارڈر دھما کا کیس میں جرم ثابت ہونے پر 3 مجرمان کو 5، 5 بار سزائے موت اور 3، 3 سو سال قید کی سزا سنادی۔

19 فروری: برطانوی حکام اور پی آئی اے کے درمیان نیا سکیورٹی سسٹم بنانے پر اتفاق کر لیا گیا۔

19 فروری: چیئرمین ٹیوٹا علی سلمان اور بیلارس کے اعزازی قونصلر ولید مشتاق نے باہمی تعاون کے ایم او یو پر دستخط کیے۔

19 فروری: سینئر صحافی فصیح الرحمان انتقال کر گئے۔

19 فروری: جامعات کی عالمی درجہ بندی کرنے والے ادارے دی ٹائمز ہائر ایجوکیشن نے اُبھرتی ہوئی معیشتوں کی جامعات کی درجہ بندی برائے 2020ء جاری کر دی جس ٹاپ ٹین میں سات جامعات کا تعلق چین سے ہے جب کہ پاکستان کی قائداعظم یونیورسٹی 85 ویں نمبر پر رہی۔

19 فروری: فرانس کے دارالحکومت پیرس میں فنانشل ایکشن ٹاسک فورس کے اجلاس میں پاکستان کو رواں سال 31 جنوری تک مکمل نہ ہونے والے باقی ماندہ کارکردگی اہداف کو جون اور ستمبر تک مکمل کرنے کے لیے مہلت دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

دنیا کے امیر ترین خاندان

نیا کے سرفہرست 10 امیر ترین خاندانوں میں ایک بھارتی ندان بھی شامل ہے۔ دنیا کا امیر ترین خاندان والٹن فیملی کا ہے جس کے پاس 190 اعشاریہ 5 ارب ڈالرز ہیں۔ دوسری نمبر مارس فیملی ہے جس کے پاس 126 اعشاریہ 5 ارب ڈالرز ہیں۔ تیسری نمبر پر کوچ فیملی ہے، جس کے پاس 124 اعشاریہ 5 ب ڈالرز ہیں۔ چوتھے نمبر پر آل سعود براجمان ہیں، جن کے س 100 ارب ڈالرز ہیں۔ پانچویں پر ورتھائمر فیملی، جس کے پاس 57 اعشاریہ 6 ارب ڈالرز ہیں۔ چھٹے پر ہرمز فیملی جس کے پاس 53 اعشاریہ 1 ارب ڈالرز، ساتویں پر وین ڈیم فیملی، جس کے پاس 52 اعشاریہ 9 ارب ڈالرز، آٹھویں نمبر پر بوئے رنگر فیملی جس کے پاس 51 اعشاریہ 9 ارب روپے، نویں نمبر پر بھارت کا امبانی خاندان ہے جس کے پاس 50 اعشاریہ 4 ارب ڈالرز ہیں اور دسویں نمبر پر کارگل میکملن فیملی ہے جس کے پاس 42 اعشاریہ 9 ارب ڈالرز ہیں۔

20 فروری: کراچی میں منعقدہ سی ای او سمٹ سے خطاب کرتے ہوئے گورنر اسٹیٹ بینک رضا باقر نے کہا ہے کہ پاکستان کی برآمدات انتہائی کم ہیں، پاکستان افغانستان، یمن، سوڈان، جنوبی سوڈان اور ایتھوپیا کے ساتھ کھڑا ہے اور ملک ایسے نہیں چلا کرتے۔ ہمیں اپنی پیداوار بڑھانے اور جدت لانے پر توجہ دینا ہوگی۔

20 فروری: کراچی میں ایک رنگا رنگ تقریب کے ساتھ پاکستان سپر لیگ کے پانچویں ایڈیشن کا آغاز ہوگیا۔

20 فروری: پاکستان کرکٹ بورڈ نے قومی بلے باز عمر اکمل کو معطل کر دیا۔

20 فروری: مسابقتی کمیشن نے اوبر اور کریم کے انضمام کی مشروط منظوری دے دی۔ اِس سلسلے میں مسابقت سے متعلق شرائط عائد کی گئی ہیں جو کہ اِس ٹرانزیکشن سے 3 سال کے عرصے تک یا مارکیٹ میں نئے اہم پلیئر کے ذریعے بامعنی اضافہ تک نافذ رہیں گی۔

20 فروری: وزیراعظم عمران خان سے برطانوی رکن پارلیمنٹ سر ہوگو سوائر نے ملاقات کی۔

20 فروری: چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ نے کویت کا ایک روزہ سرکاری دورہ کیا۔ اُنھوں نے کویت کی سیاسی و فوجی قیادت سے ملاقاتیں کیں جن کے نتیجہ میں دونوں ملکوں نے دفاع اور سکیورٹی کے متعدد شعبوں، دفاعی مصنوعات کی برآمد، تربیت یافتہ افرادی قوت و انسانی وسائل کی فراہمی اور دہشت گردی کے خاتمے میں دوطرفہ تعاون بڑھانے پر اتفاق کیا۔

20 فروری: انور منصور خان نے اٹارنی جنرل فار پاکستان کے عہدے سے استعفا دے دیا۔

20 فروری: وفاقی حکومت نے سابق آئی جی سندھ پولیس اور موجودہ انسپکٹر جنرل موٹر ویز اینڈ ہائی ویز اللہ ڈینو خواجہ (اے ڈی خواجہ) کو تبدیل کر کے نارکوٹکس کنٹرول کا سیکرٹری تعینات کر دیا۔

20 فروری: پاکستان کو اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے ایشیا پیسفک ڈیزاسٹر مینجمنٹ کی گورننگ کونسل کا چیئرمین منتخب کر لیا گیا۔

21 فروری: منی لانڈرنگ اور ٹیرر ازم فنانسنگ کی روک تھام سے متعلق عالمی ادارے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) نے پاکستان کو ایکشن پلان پر عمل درآمد کے لیے مزید وقت دینے کا فیصلہ کرتے ہوئے اِسے جون 2020 تک گرے لسٹ میں

- سردموسم اور برف کورونا وائرس کو نہیں مار سکتیں
- ہینڈ ڈرائیر (ہاتھ خشک کرنے کی مشینیں) کورونا وائرس کو مارنے کے لیے کارگر نہیں ہیں
- کورونا وائرس ان علاقوں میں بھی پھیل سکتا ہے جہاں موسم گرم اور مرطوب رہتا ہے
- کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے الٹرا وائلٹ شعاؤں کو استعمال نہیں کرنا چاہیے اس سے جلد متاثر ہو سکتی ہے
- کورونا وائرس مچھروں کے ذریعے نہیں پھیلتا
- تھرمل اسکینر یہ تو بتا سکتے ہیں کہ کسی شخص کو بخار ہے مگر وہ یہ بتا سکتے کہ کسی کو کورونا وائرس ہے یا نہیں
- اس بات کے کوئی شواہد سامنے نہیں آئے ہیں کہ کورونا وائرس پالتو جانوروں مثلاً بلیوں یا کتوں کے ذریعے پھیلا ہو
- شراب یا کلورین کا جسم پر اسپرے ان وائرسز کو نہیں مار سکتا جو کہ اپ کے جسم میں پہلے ہی داخل ہو چکے ہیں
- گرم پانی سے نہانے سے کورونا سے نہیں بچا جا سکتا
- نمونیا کی ویکسین کورونا وائرس سے نہیں بچاتی ہے
- اس بات کے بھی کوئی شواہد موجود نہیں ہیں کہ نمکین پانی سے ناک صاف کرنے سے لوگ کورونا انفیکشن سے بچ سکتے ہیں
- اینٹی بائیوٹک وائرس کے خلاف کارگر نہیں ہوتی وہ صرف بیکٹیریا کے خلاف کام کرتی ہیں
- لہسن صحت بخش ہوتا ہے مگر حالیہ وبا کے دوران لہسن کھانے سے لوگوں کو فائدہ پہنچنے کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے
- ابھی تک کورونا وائرس سے بچاؤ یا علاج کی دوا موجود نہیں ہے

برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔

21 فروری: ایشیائی ترقیاتی بینک نے راولپنڈی، سرگودھا، رحیم یار خان، مظفر گڑھ، ملتان، ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور کے لیے از سر نو سماجی خدمات اور سہولیات کا نیا بنیادی ڈھانچا تعمیر کرنے کے لیے ان شہروں کے نئے ماسٹر پلان بنوانے کے لیے ایشیائی ترقیاتی بینک پنجاب کو آئندہ دو مالی سالوں میں 54 ارب روپے کے قریب (350 ملین ڈالر) رعایتی شرح سود پر قرض فراہم کرے گا۔

21 فروری: سابق اولمپین باکسر عثمان اللہ خان انتقال کر گئے۔

21 فروری: پاکستان میں لیفٹ کی سیاست کو نئے رجحانات اور طریقہ ہائے کار سے روشناس کروانے والے ممتاز کالم نگار کامریڈ ڈاکٹر لال خان 64 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

21 فروری: وزیراعظم عمران خان سے جاپان انٹرنیشنل تعاون ایجنسی (جائیکا) کے صدر شنی چی کیتاؤ نے ملاقات کی جس میں اُنھوں نے وزیراعظم کو جائیکا کے تعاون سے پاکستان میں جاری مختلف منصوبوں پر بریفنگ دی۔

21 فروری: انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے تفتیشی افسر کو وہ 5 جائدادیں ضبط کرنے کا عمل مکمل کرنے کی ہدایت کر دی جن کے بارے میں ایف آئی اے نے دعوی کیا تھا کہ وہ افغان طالبان کے رہنما ملا اختر منصور نے خریدی تھیں۔

21 فروری: چیف جسٹس پاکستان جسٹس گلزار احمد نے کراچی سرکلر ریلوے کی بحالی کے لیے 5 ماہ میں تمام کارروائی مکمل کرنے کا حکم دے دیا۔

21 فروری: معروف کامیڈین ندیم برال انتقال کر گئے۔

22 فروری: پاک فوج کے شعبہ تعلقات عامہ (آئی ایس پی آر

)اور ایفینیٹی کے باہمی اشتراک سے منعقدہ ہیلی سکی مہم اختتام پذیر ہو گئی۔ مختلف ممالک سے اہم شخصیات سمیت 60 غیر ملکی سکیئرز نے اِس مہم میں حصہ لیا، جس کا مقصد سیاحت کو فروغ دینا اور پاکستان کے برف سے ڈھکے پہاڑوں میں ایڈونچر سپورٹس کے مواقع سامنے لانا تھا۔

22 فروری: وفاقی حکومت نے بیرسٹر خالد جاوید خان کو نیا اٹارنی جنرل تعینات کر دیا۔ وہ ملک کے 35ویں اٹارنی جنرل ہیں۔ اُن کا عہدہ وفاقی وزیر کے برابر ہوگا۔

22 فروری: کریڈٹ سوئز نے پاکستانی معیشت کے حوالے سے اپنی تازہ ترین رپورٹ جاری کر دی رپورٹ میں پاکستانی معیشت کو مستحکم قرار دیا گیا اور روپے کی قدر میں 4 فیصد تک اضافے کا امکان ظاہر کیا۔

22 فروری: وفاقی وزیر برائے بین الصوبائی رابطہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے ترکی میں عالمی ایتھنوسپورٹ فورم میں شرکت کی۔

22 فروری: برطانوی پارلیمنٹ میں تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل کل جماعتی پارلیمانی کشمیر گروپ کی سربراہ ڈیبی ابراہمز نے تیرہ رکنی پارلیمانی وفد کے ہمراہ گلپور مہاجر کیمپ کا دورہ کیا۔

22 فروری: تجمل اینڈ عباس میموریل آئی ٹی ایف پاکستان جونیئر ٹینس چیمپین شپ کا بوائز سنگلز اور بوائز ڈبل کا ٹائٹل پاکستان جب کہ گرلز سنگلز کا ترکمانستان نے جیت لیا۔

23 فروری: وزیراعظم عمران خان نے کندیاں میں ''گرین پاکستان'' مہم کے تحت موسم بہار کی شجرکاری مہم کا افتتاح کر دیا۔

23 فروری: پاکستان نے ایران کے ساتھ سرحد بند کر کے زائرین سمیت دیگر افراد کی آمد و رفت اور تجارتی سرگرمیاں معطل کر دیں۔

23 فروری: آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ نے مراکش کے چار روزہ سرکاری دورے کے دوران اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ اِس موقع پر دونوں ملکوں کے درمیان سکیورٹی، مشترکہ تربیت اور انسداد دہشت گردی میں تعاون پر اتفاق کیا گیا۔

23 فروری: آل پاکستان بزنس فورم نے پاکستان میں ہنگری کے سفارت خانے کے ساتھ مفاہمتی یادداشت پر دستخط کیے ہیں جس سے پاکستان اور ہنگری کے درمیان تجارتی وفود کے تبادلوں سے اقتصادی رابطوں کے فروغ میں مدد ملے گی۔

23 فروری: عالمی بینک کی ''روڈ سیفٹی کنٹری پروفائلز'' رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ آئندہ 10 سال کے دوران پاکستان میں سڑک کے سفر میں تحفظ یقینی بنانے کے لیے 5.15 ارب ڈالرز کی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ اِس سے بنیادی ڈھانچے کے شعبہ کی ترقی کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی جب کہ پاکستان کو مجموعی طور پر 49.48 ارب ڈالر کا معاشی فائدہ حاصل ہوگا۔

23 فروری: سعودی عرب نے اعلان کیا کہ امریکی، مغربی ویزا رکھنے والے پاکستانی سعودی عرب کا آن آرائیول وزٹ ویزا حاصل کر سکیں گے، اِس کے لیے فیس 18 ہزار پاکستانی روپے ہوگی جب کہ ایک سال کے لیے حاصل ویزے پر صرف عمرہ کیا جا سکے گا۔

23 فروری: ورلڈ بینک نے 10 بلین ٹری سونامی منصوبے کے لیے 18.8 کروڑ ڈالر فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔

23 فروری: پشاور نے چوتھی خیبر زلمی ٹی 20 بلائنڈ کرکٹ ٹرافی جیت لی۔

24 فروری: وزیراعلیٰ سندھ نے اعجاز علی خان کو محتسب سندھ تعینات کر دیا۔

24 فروری: انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ اور ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان کے درمیان مشترکہ ٹریننگ اور کیپیسٹی بلڈنگ کے

ہمارا نظام شمسی

عطارد اور زہرہ نظام شمسی کے دو ہی سیارے ہیں جن کے چاند نہیں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہمارے نظام شمسی میں کل 176 چاند ہیں جو مختلف سیاروں کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ اُن میں سے کچھ عطارد سے بھی بڑے ہیں۔

ہمارے نظام شمسی کا سب سے گرم سیارہ زہرہ ہے۔ بہت سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ عطارد ہوگا کیوں کہ وہ سورج کے سب سے قریب ہے۔ دراصل زہرہ کی فضا میں بہت سی ایسی گیسیں ہیں جو ''گرین ہاؤس ایفیکٹ'' پیدا کرتی ہیں۔ اِس کی وجہ سے وہاں کا درجہ حرارت 462 سینٹی گریڈ رہتا ہے۔

مریخ کا دن 24 گھنٹے 39 منٹ اور 35 سیکنڈ طویل ہوتا ہے۔ اب غالباً آپ کا خیال ہوگا کہ مریخ میں سال زمین کی نسبت چھوٹا ہوتا ہوگا۔ نہیں! مریخ زمین کی نسبت سورج کے گرد آہستہ چکر لگاتا ہے اور مریخ کا ایک سال دراصل 687 دنوں کا ہوتا ہے۔

پروگرام ترتیب کے حوالے سے معاہدہ طے پا گیا۔

24 فروری: صومالیہ کی پاکستان میں سفیر خدیجہ محمد المخز ومی نے نیول ہیڈکوارٹرز اسلام آباد کا دورہ کیا اور چیف آف نیول سٹاف ایڈمرل ظفر عباسی سے ملاقات کی جس میں باہمی دلچسپی کے امور، خطے کی سکیورٹی صورت حال اور دوطرفہ بحری تعاون پر بھی بات چیت کی گئی۔

25 فروری: پنجاب کابینہ نے نواز شریف کی ضمانت میں توسیع کے لیے درخواست کو مسترد کر دیا۔

25 فروری: اسلام آباد ہائی کورٹ نے سابق وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کی ایل این جی کرپشن کیس اور سابق وفاقی وزیر احسن اقبال کی نارووال سپورٹس کمپلیکس کیس میں ضمانتیں ایک، ایک کروڑ روپے مچلکوں کے عوض منظور کر لیں۔

25 فروری: 40 سال پرانا تجارتی تنازع حل کرنے کے لیے پاکستان نے روس کو 9 کروڑ 35 لاکھ ڈالرز کی ادائیگی کر دی ہے جس کے بعد پاکستان میں 8 ارب ڈالر کی روسی سرمایہ کاری کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔

25 فروری: سول ایوی ایشن نے پاکستان ن آنے والے مسافروں کے لیے ہیلتھ ڈیکلیریشن لازمی قرار دے دی، فارم جمع نہ کروانے والی ائیر لائنز کے خلاف کارروائی ہو گی۔

25 فروری: جماعت اسلامی کے رہنما اور سابق ناظم کراچی نعمت اللہ خان انتقال کر گئے۔

25 فروری: پاک بحریہ کے ریئر ایڈمرل فیصل رسول لودھی اور ریئر ایڈمرل زاہد الیاس کو وائس ایڈمرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

26 فروری: ایڈووکیٹ جنرل پنجاب جمال احمد سکھیرا نے استعفا دے دیا۔

26 فروری: امریکا کے سیکرٹری آف کامرس ولبر رووس نے پاکستان کا دورہ کیا۔ تاہم اُن کے دورے کے دوران پاکستان اور امریکا تجارتی تعلقات کے فروغ کے لیے کسی بریک تھرو میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

26 فروری: ریکوڈک کیس میں عالمی ثالثی ٹربیونل کی کمیٹی نے پاکستان کی درخواست پر حکم امتناع جاری کر دیا۔

26 فروری: پشتو، اُردو، ہندکو، پنجابی، فارسی، سرائیکی، ترکش اور سندھی گانوں کی معروف گلوکارہ ثریا خانم المعروف مہ جبیں قزلباش 72 سال کی عمر میں انتقال کر گئیں۔

27 فروری: سندھ اسمبلی میں خواتین کی مخصوص نشست پر پیپلز پارٹی رہنما شرمیلا فاروقی کو کامیاب قرار دے دیا گیا۔

27 فروری: آئی ایم ایف اور پاکستان کے مابین 6 ارب ڈالر کے قرضہ پروگرام کے تحت تیسری قسط کے اجرا کے لیے مذاکرات کا دور مکمل ہو گیا اور سٹاف لیول کا معاہدہ طے پا گیا۔

27 فروری: پاکستان نے بھارت امریکا دفاعی معاہدے پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اِس معاہدے سے خطے میں طاقت کا توازن مزید بگڑے گا۔

27 فروری: سعودی عرب اور پاکستانی افواج کے بری دستوں کی 'الصمصام' کے نام سے جاری فوجی مشقیں مکمل ہو گئیں۔

27 فروری: کورونا وائرس کے باعث پاکستان نے ایران کے لیے براہ راست پروازیں بند کر دیں۔

27 فروری: وزیر اعظم عمران خان نے قطر کا ایک روزہ سرکاری دورہ کیا جہاں اُنھوں نے قطر کی اعلیٰ قیادت سے ملاقاتوں میں باہمی تعاون کے فروغ اور علاقائی صورت حال سے متعلق امور پر بات چیت کی۔

28 فروری: امریکا کے ڈپٹی انڈر سیکرٹری فار مینجمنٹ ولیم ایڈورڈ ٹوڈ کو پاکستان کے لیے امریکا کا نیا سفیر نامزد کر دیا گیا۔

28 فروری: وفاقی کابینہ کی جانب سے مشتاق مہر کو آئی جی سندھ تعینات کرنے کی منظوری کے بعد اُنھیں باقاعدہ طور پر آئی جی سندھ تعینات کر دیا گیا۔

28 فروری: پاکستان ویمن ٹیم کی معروف آل راؤنڈر ندا ڈار نے ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچز کی سنچری مکمل کر لی، یہ اعزاز حاصل کرنے والی وہ پاکستان کی تیسری ویمن کرکٹر ہیں۔

29 فروری: مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ختم کرنے کے لیے نریندر مودی حکومت نے 37 قوانین کے نفاذ کی منظوری دے دی۔ اِن قوانین کا مقصد مقبوضہ کشمیر کی ڈیموگرافی تبدیل کر کے اِس کا مسلم اکثریتی تشخص ختم کرنا ہے۔

29 فروری: قائداعظم کے زیر استعمال سیٹھ موسیٰ جی کی کار سیٹھ موسیٰ جی کی صاحبزادی نے لوک ورثہ میوزیم اسلام آباد کو عطیہ کر دی۔ بلوچستان میں قیام کے دوران سیٹھ موسیٰ جی مرحوم کی کار ہڈسن لیموزن ماڈل 1920 بانی پاکستان کے زیر استعمال رہی۔ ہڈسن موٹر کار کمپنی یو ایس اے کی تیار کردہ اِس گاڑی کا رجسٹریشن نمبر KA-1396 ہے جو اِس وقت سیٹھ موسیٰ جی کی صاحبزادی مسز طاہرہ موسیٰ جی کی ملکیت میں ہے۔

29 فروری: ملتان سلطانز کے بلے باز رلی روسو نے 44 گیندوں پر 100 رنز بنا کر پی ایس ایل کی تاریخ کی تیز ترین سنچری بنا ڈالی۔

29فروری: کوئٹہ گلیڈی ایٹرز کے بیٹسمین شین واٹس نے پی ایس ایل میں سب سے زیادہ چھکے لگانے کا ریکارڈ اپنے نام کرلیا۔

29فروری: لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے انتخابات میں عاصمہ جہانگیر گروپ کے طاہر نصراللہ وڑائچ صدر منتخب ہوگئے۔

29فروری: ڈیجیٹل پاکستان پر وزیراعظم کی خصوصی معاون کی حیثیت سے تانیہ ایدروس کی شمولیت سے وفاقی کابینہ کے 47 ارکان ہوگئے۔

01مارچ: جویریہ خان ٹی ٹونٹی انٹرنیشنل میچوں کی سنچری مکمل کرنے والی چوتھی پاکستانی خاتون کرکٹر بن گئیں۔

02مارچ: خیبر پختونخوا حکومت نے سابقہ فاٹا ہاؤس اسلام آباد کا نام خیبر پختونخوا ہاؤس نمبر III اسلام آباد رکھ دیا۔

02مارچ: عالمی شہرت یافتہ ماہرِ امراض ذیابطیس اور انٹرنیشنل ڈائیبٹیز فیڈریشن کے اعزازی صدر پروفیسر ڈاکٹر صمد شیرا انتقال کر گئے۔

- **02مارچ:** ریئر ایڈمرل محمد شعیب ہلال امتیاز (ملٹری) نے پاکستان میری ٹائم سکیورٹی ایجنسی کی کمان بطور ڈائریکٹر جنرل سنبھال لی۔

ریئر ایڈمرل محمد شعیب نے جنوری 1988 میں پاکستان نیوی میں کمیشن حاصل کیا۔وہ پی اے ایف ایئر وار کالج اور نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی اسلام آباد سے فارغ التحصیل ہیں۔امریکا سے نیشنل کمانڈ کورس، نیشنل سکیورٹی وار اینڈ سٹریٹجک سٹڈیز میں ماسٹرز کیا، اُنھیں مختلف تقرریوں پر خدمات انجام دینے کا اعزاز حاصل ہے۔

02مارچ: پنجاب دانش سکولز اور آغا خان یونیورسٹی ایگزامینیشن بورڈ کے مابین اکیسویں صدی کے جدید رجحانات اور مہارت کے لیے مڈل سکول پروگرام کا معاہدہ طے پا گیا۔

امریکا، طالبان معاہدہ

یہ صرف ڈیل ہے۔ اِس میں امریکا اور طالبان کی جانب سے افغانستان کے زمینی حقائق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اِس ڈیل میں امن کے لیے چار شرائط رکھی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ قیدیوں کی رہائی ہوگی یعنی طالبان کے پاس موجود ایک ہزار قیدی رہا کیے جائیں گے اور افغان حکومت بھی طالبان کے پانچ ہزار قیدی رہا کرے گی لیکن افغان صدر اشرف غنی نے قیدیوں کی رہائی سے انکار کردیا ہے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ افغانستان کی سرزمین تشدد کے لیے استعمال نہیں ہوگی، امریکی افواج کے انخلا کے لیے چودہ ماہ کا ٹائم فریم طے پایا ہے۔ پہلے مرحلے میں امریکی فوجیوں کو جزوی طور پر نکلنا تھا، افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لیے دس مارچ کی تاریخ دی گئی تھی۔ دو شرائط تو پہلے ہی چار دن میں ختم ہوگئیں۔ 29 فروری کو طالبان اور افغان حکومت کو مہلت دی گئی تھی کہ افغانستان میں تشدد کم سے کم ہونا چاہیے لیکن اشرف غنی نے قیدیوں کی رہائی سے انکار کردیا تو افغانستان میں پرتشدد کارروائیاں پھر سے شروع ہوگئیں۔ افغانستان میں ستر حملے ہوئے پھر امریکا نے بھی ایک بڑا حملہ کیا۔ اب افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات ہوں گے یا نہیں، یہ ایک الگ بحث ہے۔

03مارچ: وزیراعظم نے ایف آئی اے ملازمین کو نیب کے برابر مراعات دینے کی منظوری دے دی۔

03مارچ: رائٹ ٹو انفارمیشن قانون کو سول سروس اکیڈمیوں کے سلیبس میں شامل کرلیا گیا ہے۔

آئین کے آرٹیکل 19A کے تحت معلومات تک رسائی کے بنیادی حق اور پنجاب ٹرانسپیرنسی اینڈ رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ 2013ء کو سول سروسز اکیڈمی والٹن، سول سروسز اکیڈمی (مال روڈ) نیشنل انسٹیٹیوٹ آف مینجمنٹ اور مینجمنٹ ڈیپارٹمنٹ (ایم پی ڈی سی) میں بطور لازمی مضمون شامل کرلیا گیا۔

03مارچ: بحیرہ عرب میں پاک بحریہ کی سمندری مشق سی سپارک 20ء اختتام پذیر ہوگئی۔ مشقوں میں اینٹی شپ میزائل فائر کرنے کا مظاہرہ کیا گیا۔ اِن مشقوں کا مقصد امن اور جنگ کے دوران پاک بحریہ کے دفاعی اور سلامتی کے نظام کو جانچنا تھا۔

03مارچ: خیبر پختونخوا کے وزیر اطلاعات شوکت یوسفزئی کو اُن کے عہدے سے ہٹا کر مشیر برائے ضم اضلاع اجمل خان وزیر کو محکمہ اطلاعات کا قلم دان دے دیا گیا۔

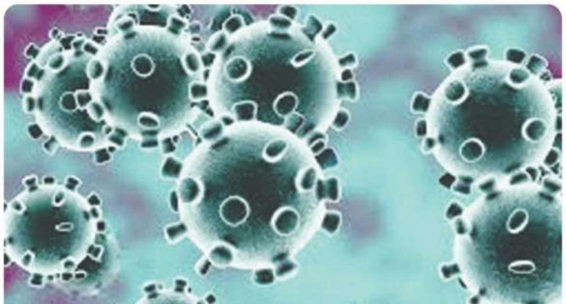

شوکت یوسفزئی کو ثقافت اور محنت کے محکمے دیے گئے ہیں۔

04مارچ: سندھ ہائیکورٹ نے چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ آغا سہیل پٹھان کو عہدے سے فوری طور پر ہٹانے کا حکم دے دیا۔

04مارچ: امریکا کے سٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے اعلان کیا کہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والی سماجی کارکن جلیلہ حیدر سمیت دنیا بھر سے 12 خواتین کو سالانہ انٹرنیشنل ویمن کوریج (آئی ڈبلیواوسی) ایوارڈ دیا جائے گا۔

04مارچ: صوبہ میں مستحق فنکاروں کو مالی امداد کی بروقت اور آسان فراہمی کے لیے محکمہ اطلاعات وثقافت اور پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔ معاہدہ کے تحت پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاتے ہوئے 8 کروڑ روپے کے آرٹسٹ سپورٹ فنڈ کی مستحق فنکاروں میں شفاف اور بروقت تقسیم کو یقینی بنائے گی۔

04مارچ: گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی رائے ونڈ اور گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف ایمرجنگ سائنسز کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔

04 مارچ: صومالی فضائیہ کے کمانڈر بریگیڈیئر جنرل محمد شیخ علی نے ایئر چیف مارشل مجاہد انور خان سے ملاقات کی۔

05مارچ: پاکستان سے تعلق رکھنے والے امن واکر کے نام سے مشہور کھرلزادہ کثرت رائے کی قیادت میں نیوزی لینڈ کے شہر آکلینڈ سے ''پیس واک'' منعقد کی گئی۔

05مارچ: صوبائی وزیر قانون پارلیمانی امور اور سماجی بہبود راجہ بشارت نے ''خواندگی کی پالیسی'' متعارف کروادی۔

05مارچ: وفاقی حکومت نے سعدیہ خان کو تین سال کے لیے سکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان میں کمشنر تعینات کردیا۔

05 مارچ: ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل شان گل کو قائم مقام ایڈووکیٹ جنرل پنجاب بنا دیا گیا۔

06 مارچ: معروف فنکار اور کامیڈی کے بادشاہ امان اللہ خان 70 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

06 مارچ: یورپی یونین نے پاکستانی مصنوعات کو یورپی منڈیوں تک رسائی کے لیے مراعات برقرار رکھتے ہوئے جی ایس پی پلس کی سہولت میں 2023 تک توسیع کردی۔

06 مارچ: سابق وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل کے ایم عارف انتقال کر گئے۔

06 مارچ: لاہور ہائیکورٹ نے لاہور کے تمام سٹورز، بیکریز اور ہوٹلوں پر پولی تھین بیگز کے استعمال پر پابندی عائد کردی۔

07 مارچ: بھارتی پنجاب کی دل خالصہ تنظیم نے گورونا نک شاہی کیلنڈر پر وزیراعظم عمران خان کی تصویر چھاپ دی۔

07 مارچ: رومانیہ میں پاک بحریہ کے لیے تیار کیے گئے جہاز پی این ایس یرموک نے پاکستان روانگی کے سفر کے دوران ترکی کی بندرگاہ گل چک (Golcuk) کا دورہ کیا۔

07 مارچ: اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ برائے خوراک وزراعت نے ٹڈی دل کے حوالے سے پاکستان سمیت دنیا میں ''ای لوکسٹ 3 ایم'' کے نام سے موبائل ایپلی کیشن متعارف کرادی۔

08 مارچ: پاکستان تحریکِ انصاف کے سینئر مرکزی رہنما اور سابق وفاقی وزیر برائے قانون بابر اعوان کی والدہ بیگم زیب النساء ملک کا انتقال ہوگیا۔

09 مارچ: چیئرمین سرمایہ کاری بورڈ زبیر گیلانی مستعفی ہو گئے۔

10 مارچ: خیبر پختونخوا کے ضلع ٹانک سے تعلق رکھنے والی لیڈی کمانڈو گل ثنا کو اقوام متحدہ کے امن مشن کے لیے منتخب کرلیا گیا۔

11 مارچ: پاکستان نے سفارتی فہرست میں پانچ نئے ممالک شامل کرنے کا اعلان کیا۔ پاکستان نے جن نئے پانچ ممالک میں سفارت خانے کھولنے کا فیصلہ کیا ہے اُن میں افریقی ممالک جبوتی، آئیوری کوسٹ، روانڈا، گھانا اور یوگنڈا شامل ہیں۔

11 مارچ: پاک فضائیہ کا ایف 16 طیارہ اسلام آباد میں گر کر تباہ ہوگیا، جس کے نتیجے میں پائلٹ ونگ کمانڈر نعمان اکرم شہید ہو گئے۔

11 مارچ: انٹرنیشنل ریسلنگ مقابلے میں پاکستان کے محمد بلال (کوور بینڈن) نے بھارتی پہلوان گوپال شرما کو ہرا دیا۔

11 مارچ: سینیٹ کے بعد قومی اسمبلی نے بھی زینب الرٹ بل کثرت رائے سے منظور کرلیا جس کا اطلاق ملک بھر میں ہوگا۔

11 مارچ: اسلامی نظریاتی کونسل نے سرعام سزائے موت کو درست قرار دے دیا اور کہا کہ اس کے لیے تعزیرات پاکستان میں ترمیم کی ضرورت نہیں۔

12 مارچ: وزیراعظم عمران خان نے آئندہ پانچ سالہ 2020-2025 کے لیے تجارتی پالیسی اور ٹیکسٹائل پالیسی کی اُصولی منظوری دے دی۔

13 مارچ: پاک فوج کے 36 بریگیڈیئرز کو میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

13 مارچ: سپریم کورٹ نے قرار دیا ہے کہ ریاست کی زمین بولی کے بغیر کسی کو نہیں دی جاسکتی۔

13 مارچ: معروف اداکار عبدالقادر قریشی المعروف سہیل قریشی خالق حقیقی سے جاملے۔

14 مارچ: پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی رکن، ترقی پسند دانشور ڈاکٹر مبشر حسن 98 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔

14 مارچ: کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے پیش نظر وزیراعلیٰ پنجاب عثمان بزدار نے قیدیوں کی سزا کم کرکے اُنھیں دو ماہ کی معافی دینے کا اعلان کر دیا۔

14 مارچ: سپریم کورٹ آف پاکستان نے ضمانت قبل از گرفتاری سے متعلق بڑا فیصلہ جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسی ضمانت کی قانون میں کوئی گنجائش نہیں۔

15 مارچ: الیکٹرونکس مصنوعات تیار کرنے والی چینی کمپنی ہائی سینس نے پاکستان میں سال 2020 میں 3 ملین امریکی ڈالرز کی سرمایہ کاری کا اعلان کیا۔

15 مارچ: پاکستان کی 72 سالہ پارلیمانی تاریخ میں پہلی بار پارلیمنٹ میں ہونے والی تمام مصروفیات معطل کردی گئیں۔

15 مارچ: سابق گورنر خیبر پی کے لیفٹیننٹ جنرل (ر) سید افتخار حسین شاہ وفات پا گئے۔

وہ پرویز مشرف دور میں گورنر خیبر پختونخوا مقرر ہوئے اور 14 اگست 2000ء سے 15 مارچ 2005ء تک اِس عہدے پر فائز رہے۔

15 مارچ: کرونا وائرس کے خاتمے کے لیے بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی درخواست پر سارک ممالک کی ایک ویڈیو کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پاکستان نے بھی شرکت کی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

محمد ابنِ موسیٰ الخوارزمی ایک مسلمان سائنس داں تھا، جس نے ہندسوں میں صفر کا اضافہ کیا تھا۔

لاؤڈ اسپیکر، رائسن کیلاگ نے 1924 میں ایجاد کیا۔

بیرومیٹر سے ہوا کا دباؤ چیک کرتے ہیں۔ یہ ٹوری سیلی نے 1946 میں ایجاد کیا تھا۔

سورج پر سب سے زیادہ ہائیڈروجن گیس پائی جاتی ہے۔

برف جمانے کے لیے امونیا گیس استعمال کی جاتی ہے۔

پہلا موسمی سیارہ ٹائیرس اول تھا جسے امریکا نے چھوڑا تھا۔

''کیوی'' وہ واحد پرندہ ہے جو اپنے شکار کو سونگھ لیتا ہے۔

انسانی ہڈیاں سٹیل سے 5 گنا زائد مضبوط ہوتی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُنھیں توڑا جاسکتا ہے۔

دنیا کے سب سے بڑے جانور بلیو وہیل کا وزن 200 ٹن (1 لاکھ 81 ہزار کلوگرام) تک ہوتا ہے۔

انٹرنیشنل

16فروری: جرمنی کے شہر میونخ میں سکیورٹی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اِس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے افغان صدر اشرف غنی نے افغان امن کے لیے پاکستان کے مرکزی کردار کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے افغان امن عمل کے لیے اچھا کردار ادا نہیں کیا۔

16فروری: بھارتی ریاست نئی دہلی میں عام آدمی پارٹی کے سربراہ اروند کیجریوال نے بطور وزیر اعلیٰ اپنی کابینہ کے ساتھ حلف اُٹھالیا۔

17فروری: امریکی تھنک ٹینک ورلڈ پاپولیشن ریویو کی نئی رپورٹ کے مطابق بھارت، برطانیہ اور فرانس کو پیچھے چھوڑتے ہوئے دنیا کی پانچویں بڑی معیشت بن گیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 2 کھرب 94ارب ڈالر کے ساتھ بھارت تیزی سے ایک اوپن معاشی مارکیٹ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اِس وقت برطانوی معیشت کی مالیت 2 کھرب 8ارب 30لاکھ ڈالر ہے جب کہ فرانسیسی معیشت کی مالیت 2 کھرب 7ارب ڈالر سے زائد ہے۔

17فروری: متحدہ عرب امارات نے براکا نیوکلیئر پاور پلانٹ میں عرب دنیا کے پہلے ری ایکٹر کا لائسنس جاری کردیا۔

17فروری: مقبوضہ کشمیر کے مسئلہ پر مودی سرکار پر تنقید کرنے والی لیبر پارٹی سے تعلق رکھنے والی برطانوی رکن پارلیمنٹ ڈیبی ابراہمز کو دہلی ایئرپورٹ سے ڈی پورٹ کردیا گیا۔

17فروری: امریکی ٹیکنالوجی کمپنی مائیکروسافٹ نے بینگلورو اور حیدرآباد دکن کے بعد نوئیڈا میں تیسرا انڈیا ڈویلپمنٹ سینٹر (آئی ڈی سی) کھولنے کا اعلان کردیا۔

17فروری: بھارتی سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ بھارت کی بری فوج میں خواتین فوجیوں کو مرد اہل کاروں کے شانہ بہ شانہ معیار اور اصول کی بنیاد پر کمانڈ اور مستقل کمیشن دیا جائے۔

18فروری: افغان الیکشن کمیشن نے 28 ستمبر کو ملک میں ہونے والے صدارتی انتخابات کے حتمی سرکاری نتائج کا اعلان کردیا ہے جن کے مطابق، اشرف غنی 50.64 فیصد ووٹ حاصل کر کے ایک مرتبہ پھر ملک کے صدر بن گئے ہیں۔ چیف ایگزیکٹو عبداللہ عبداللہ نے نتائج تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔

18فروری: جرمنی کے شہر برلن میں سالانہ لاریس سپورٹس ایوارڈ 2020 کی تقریب ہوئی جس میں سٹار ہسپانوی فٹبالر لائنل میسی اور فارمولا ون کار ریس کے برطانوی چیمپین لوئس ہیملٹن مشترکہ طور پر سپورٹس مین آف دی ایئر قرار دیے گئے جب کہ امریکی جمناسٹ سیمون بائلز نے سپورٹس ویمن کا اعزاز حاصل کیا۔

18فروری: ایمزون کے چیف جیف بیزوس نے ماحولیاتی تحفظ کے لیے 'بیزوس ارتھ فنڈ' میں دس ارب یورو عطیہ کرنے کا اعلان کردیا۔

18فروری: امریکا نے تیل کی روسی کمپنی روزنیفٹ کے 'روزنیفٹ ٹریڈنگ ایس اے' نامی تجارتی یونٹ پر اور وینزویلا کی سرکاری ایئرلائن 'کنویاسا' پر پابندیاں لگادیں۔

19فروری: فرانس کے صدر ایمانوئل میکروں نے تبلیغ کے لیے غیر ملکی اماموں کی فرانسیسی مساجد آمد پر پابندی کا اعلان کردیا۔

19فروری: مصر نے غزہ کا واحد سرحدی راستہ رفح کراسنگ بند کر کے وہاں کنکریٹ کی دیوار تعمیر کرنا شروع کردی۔

20فروری: امریکا کے مذہبی آزادی کے کمیشن کی نئی رپورٹ میں اعتراف کیا گیا کہ بھارت میں مسلمانوں، سکھوں اور مسیحی بھائیوں کے علاوہ دلتوں کے خلاف تشدد، دھمکیاں اور ہراساں کرنا عام ہوگیا ہے۔

20فروری: یوکرین سکینڈل سے وابستہ پینٹاگون کے اعلیٰ عہدہ دار جان روڈ مستعفی ہوگئے۔

20فروری: امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے جرمنی میں موجودہ سفیر رچرڈ گرینل کو نیشنل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر مقرر کردیا۔

20فروری: بھارتی بحریہ کا بجٹ 18 فیصد سے کم کر کے 13 فیصد کرنے پر بھارتی نیول چیف ایڈمرل کرم بیر سنگھ مودی حکومت پر برس پڑے۔ اُنھوں نے کہا کہ 18 فیصد بجٹ بحریہ کے لیے مختص تھا لیکن اس مالی سال میں اسے گھٹا کر 13 فیصد کر دیا گیا ہے۔ یہ بھارتی بحریہ کے لیے ایک دھچکا ہے، جسے پہلے ہی کئی طرح کی فنڈز کی کٹوتی سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

20فروری: کمپیوٹر میں کٹ، کاپی، پیسٹ جیسی اہم جدت لانے والے سائنسدان لیری ٹیسلر 74 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔

21فروری: FATF نے ایران کو انسداد عالمی دہشت گردی کی مالی معاونت کے طے شدہ اُصولوں کی پاس داری میں ناکامی پر بلیک لسٹ میں شامل کرلیا۔

21فروری: پس ماندہ ترین بھارتی ضلع سون بھدرا میں 2 مقامات پر سونے کے بھاری ذخائر دریافت ہوئے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق دونوں کانوں میں سونے کی مقدار 3350ٹن سے زائد ہے جو بھارت کے موجودہ سونے کے سرکاری ذخائر سے پانچ گنا زیادہ ہے جو کہ دسمبر 2019 میں 618 ٹن تھے۔

21فروری: امریکی حکومت نے ایران کی گارڈین کونسل کے

سربراہ احمد جنتی سمیت 5 ایرانی شخصیات پر نئی پابندیاں عائد کردیں۔

21 فروری: تھائی لینڈ کی ایک عدالت نے ملک کی ایک اہم اور بڑی سیاسی جماعت فیوچر فارورڈ پارٹی، جسے گزشتہ برس ہونے والے عام انتخابات میں چھ ملین ووٹ پڑے اور تیسرے نمبر پر آئی، غیر قانونی سرمایے کے حصول پر کالعدم قرار دے دیا۔

21 فروری: ہالینڈ کی حکومت نے 18 ویں صدی کا چوری ہونے والا قیمتی تاج ایتھوپیا کے حوالے کر دیا۔ ایتھوپیا کا یہ 'شاہی تاج' 21 سال قبل ایک گرجا گھر سے غائب ہو گیا تھا اور یہ وہاں کے لوگوں کے لیے مذہبی اعتبار سے بھی بہت اہمیت کا حامل تھا۔

22 فروری: سعودی عرب میں منعقدہ جی 20 ملکوں کے وزرائے خزانہ اور مرکزی بینکوں کے گورنروں نے کورونا وائرس کو عالمی معیشت کے لیے نیا خطرہ قرار دیتے ہوئے موزوں پالیسیاں مرتب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔

22 فروری: جنوبی سوڈان کے باغی رہنما ریک مشار نے نائب صدر کے عہدے کا حلف اُٹھالیا۔

22 فروری: آئرش ایئر لائن رائن ایئر کے سربراہ مائیکل اولیری نے کہا ہے کہ وہ ہوائی اڈوں پر تنہا سفر کرنے والے مسلمان مرد مسافروں کی پروفائلنگ کے حامی ہیں کیوں کہ 'عام طور پر دہشت گرد مسلمان مرد' ہی ہوتے ہیں۔

23 فروری: امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اُردنی نژاد امریکی خاتون جولیا نشیوات کو ملک کی داخلہ سیکورٹی کا نیا مشیر مقرر کر دیا۔

23 فروری: ایران میں قدامت پسندوں نے پارلیمانی انتخابات میں کامیابی حاصل کر لی۔ خراب موسم اور کورونا وائرس کی وبا سے انتخابی عمل میں ٹرن آؤٹ 42.57 فیصد رہا جو 1979 کے اسلامی انقلاب کے بعد سے کم ترین سطح پر ہے۔

24 فروری: امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سرکاری دورے پر بھارت پہنچ گئے۔ اپنی آمد کے فوراً بعد اُنھوں نے احمد آباد گجرات میں سب سے بڑے کرکٹ سٹیڈیم میں نریندر مودی کے سامنے نمستے ٹرمپ ریلی سے خطاب کے دوران پاکستان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اچھا دوست ہے جس کا دہشت گردی کے خلاف کردار مثبت ہے۔

24 فروری: ملائیشیا کے وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد نے عہدے سے استعفا دینے کا اعلان کر دیا۔

24 فروری: سعودی عرب اور امریکا کی نیول فورسز کے اشتراک سے خلیج عرب میں مشترکہ مشقیں 'میرین ڈیفنڈر' کا آغاز ہو گیا۔

24 فروری: امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے دورہ کے موقع پر نئی دہلی میں بدترین مسلم کش فسادات پھوٹ پڑے۔

24 فروری: اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوٹیرش دنیا بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بڑھتے واقعات کے خلاف 7 نکاتی حکمت عملی کا اعلان کر دیا۔

24 فروری: سعودی وزیر برائے ثقافت شہزادہ بدر بن عبداللہ بن فرحان نے مملکت کی سینئر گلوکارہ جہاد الخالدی کو میوزیکل اتھارٹی کا چیف ایگزیکٹو مقرر کر دیا۔

24 فروری: لیبیا میں برسرپیکار دونوں فریقوں نے جنیوا میں امن مذاکرات معطل کر دیے۔

25 فروری: مصر کے سابق صدر حسنی مبارک انتقال کر گئے۔ اُن کی عمر 91 برس تھی۔

25 فروری: امریکا نے گوئٹے مالا کی 64 سالہ سابق چیف پراسیکیوٹر تھیلما الڈانا کو سیاسی پناہ دے دی۔

25 فروری: اومان کے فرمانروا سلطان ہشیم طارق نے قومی پرچم، لوگو اور قومی ترانے میں تبدیلی کا فرمان جاری کیا جس کے بعد قومی ترانے کے آخری فقرے جن میں ملک کے سابق فرمانروا سلطان قابوس بن سعید کا نام شامل تھا، حذف کر دیے گئے۔

25 فروری: روس کے سابق وزیر دفاع اور سوویت یونین کے آخری مارشل دیمیتری یازوف 95 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

25 فروری: دنیا کا سب سے عمر رسیدہ مرد چیٹیتسو واتانابے 112 برس کی عمر میں انتقال کر گیا۔

26 فروری: امریکا نے ایرانی میزائل پروگرام میں مدد فراہم کرنے کے الزام میں 13 غیر ملکی ادارے بلیک لسٹ کر دیے۔

26 فروری: سینٹرل سنی وقف بورڈ نے ایودھیا میں شہید کی گئی بابری مسجد کے متبادل مقام پر نئی مسجد تعمیر کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے متبادل زمین کی پیش کش قبول کر لی۔

26 فروری: جاپان نے بنگلا دیش میں روہنگیا مسلمان پناہ گزینوں کے لیے ایک کروڑ 70 لاکھ ڈالر فراہم کرنے کا

اعلان کیا۔

26 فروری: روسی ٹینس سٹار ماریا شراپوا نے 32 برس کی عمر میں ٹینس سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔

پانچ بار گرینڈ سلم کا اعزاز اپنے نام کرنے والی ٹینس کی روسی کھلاڑی کو اکیسویں صدی کے معروف اور امیر ترین کھلاڑیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے 2004 میں صرف 17 برس کی عمر میں ٹینس کی لیجنڈ کھلاڑی سرینا ولیمز کو ویمبلڈن میں شکست دی جس کے بعد وہ اِس کھیل کے شائقین کے ساتھ ساتھ دنیا کی نگاہوں کا مرکز بن گئیں۔

27 فروری: آسٹریلیا نے تیسرے ٹی ٹونٹی میچ میں جنوبی افریقہ کو ہرا کر تین میچوں پر مشتمل سیریز دو، ایک سے جیت لی۔

27 فروری: بھارتی ایئر چیف راکیش کمار سنگھ نے کہا کہ اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پاکستان ایئر فورس ٹیکنالوجی کے اعتبار سے ہم (بھارتی ایئر فورس) سے بہت آگے ہے۔ اُنھوں نے اعتراف کیا کہ پاکستانی پائلٹ کی مہارت، ایئر کرافٹ اور میزائل بہت اچھے ہیں۔

28 فروری: برطانیہ کے ایک عدالت نے ہیتھرو ایئر پورٹ کی توسیع کا منصوبہ غیر قانونی قرار دے دیا۔

28 فروری: ڈا نے برطانوی شہزادہ ہیری اور اُن کی اہلیہ میگھن کے لیے سکیورٹی کی فراہمی روکنے کا اعلان کر دیا۔

28 فروری: امریکی عدالت نے ٹرمپ کو فوجی منصوبے کے لیے مختص 8 کروڑ 90 لاکھ ڈالر میکسیکو کی سرحدی دیوار کی تعمیر پر خرچ کرنے سے روک دیا۔

28 فروری: برگ عوام کے لیے سفری سہولیات بالکل مفت فراہم کرنے والا دنیا کا پہلا ملک بن گیا۔

29 فروری: قطر کے دارالحکومت دوحا میں امریکا اور طالبان کے مابین امن معاہدے پر دستخط کر دیے گئے۔ 50 ممالک کے نمائندوں کی موجودگی میں نائب طالبان امیر ملا برادر اور امریکی خصوصی نمائندے زلمے خلیل نے معاہدے پر دستخط کیے۔

29 فروری: ملائیشیا کے بادشاہ نے مہاتیر محمد کی جگہ محی الدین کو وزیراعظم بنانے کا اعلان کیا۔

29 فروری: تھائی لینڈ کے وزیراعظم پرایوت چن اوچا پارلیمان سے اعتماد کا ووٹ لینے میں کامیاب ہو گئے۔

29 فروری: دبئی کے حکمران شیخ المکتوم کی لندن کی عدالت میں دائر کی گئی اپنے مقدمات کو خفیہ رکھنے کی درخواست مسترد کر دی گئی۔

01 مارچ: ملائیشیا کے سابق وزیر داخلہ محی الدین یاسین نے مہاتیر محمد کے استعفے کے بعد ملک کے نئے وزیراعظم کی حیثیت سے حلف اُٹھا لیا۔

01 مارچ: ایران نے امریکا اور طالبان کے درمیان ہونے والے امن معاہدے کو مسترد کرتے ہوئے اُسے امریکا کی جانب سے افغانستان میں اپنی غیر قانونی موجودگی کا جواز دینے کی کوشش قرار دے دیا۔

01 مارچ: صر اور فلسطین کی ایک ممتاز دینی شخصیت الشیخ ڈاکٹر محمد عمارہ 89 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

01 مارچ: سلواکیا میں مرکزیت پسند دائیں بازو کی کرپشن مخالف اپوزیشن جماعت اولانو پارٹی نے حکمران پاپولسٹ بائیں بازو کی جماعت سمر ایس ڈی کو پارلیمانی انتخابات میں شکست دے دی۔

01 مارچ: ملائیشیا کے شہر ایپو میں ہونے والا سلطان اذلان شاہ ہاکی ٹورنامنٹ کورونا وائرس کے خدشے کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔

0202 مارچ: سری لنکا کے صدر گوٹابایا راج پکسے نے مقررہ وقت سے تقریباً 6 ماہ پہلے ملکی پارلیمنٹ تحلیل کر دی۔

02 مارچ: سری لنکا کے صدر گوٹابایا راج پکسے نے مقررہ وقت سے تقریباً 6 ماہ پہلے ملکی پارلیمنٹ تحلیل کر دی۔

02 مارچ: نیوزی لینڈ نے ون ڈے کے بعد ٹیسٹ سیریز میں بھی بھارتی کرکٹ ٹیم کو کلین سویپ کر دیا۔

02 مارچ: سمرسٹ نے سابق انگلش بیٹسمین مارکوس ٹریسکوتھک کی کرکٹ میں گراں قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ٹاؤنٹن کاؤنٹی گراؤنڈ میں اُن سے ایک پویلین منسوب کر دیا۔

02 مارچ: شمالی کوریا نے سلامتی کونسل کی پابندی اور امریکی دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنی تجربہ گاہ سے کھلے سمندر میں 2 خطرناک اور جدید بیلسٹک میزائل کا کامیاب تجربہ کیا۔

03 مارچ: اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی ہائی کمشنر مچل باچلیٹ نے بھارت میں متنازع شہریت بل کے خلاف بھارتی سپریم کورٹ میں درخواست دائر کر دی۔

03 مارچ: لیبیا کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے غسان سلامے نے اپنے عہدے سے استعفا دے دیا۔

04 مارچ: سعودی عرب کی حکومت نے کورونا وائرس کے پیش نظر اپنے شہریوں کو بھی عمرے کی ادئیگی سے روک دیا۔

04 مارچ: یوکرین کی پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے ڈینیس شامگال کی بطور وزیراعظم تقرری کی منظوری دے دی۔

04 مارچ: عالمی مالیاتی ادارے آئی ایم ایف کی مینجنگ ڈائریکٹر کرسٹالینا جارجیوا نے کورونا وائرس سے نمٹنے کے لیے 50 ارب ڈالر کے امدادی پیکیج کا اعلان کیا۔

04 مارچ: عالمی بینک نے دنیا بھر میں تیزی سے پھیلنے والے

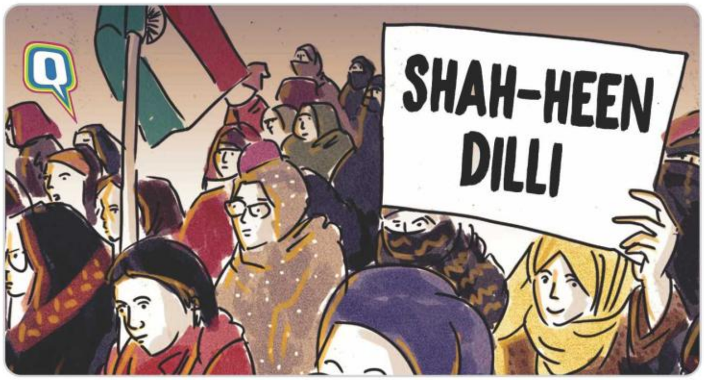

ہلاکت خیز کورونا وائرس سے نمٹنے کے لیے 12 ارب ڈالر کے امدادی پیکیج کا اعلان کردیا۔

05 مارچ: سعودی حکام نے کورونا وائرس سے زائرین کو محفوظ رکھنے کے لیے مسجد حرام اور مسجد نبوی میں داخلہ عارضی طور پر بند کردیا۔

05 مارچ: ترکی اور روس نے جنگ زدہ ملک شام کے شمالی علاقے ادلب میں ہونے والے سیز فائر معاہدے پر عمل درآمد شروع کردیا۔

05 مارچ: برطانیہ اور یورپی یونین کے مابین تجارتی مذاکرات کو پہلا دور متنازعہ امور پر پیش رفت کے بغیر ختم ہوگیا۔

05 مارچ: اقوام متحدہ کے ادارے یو این ڈی پی نے رپورٹ دی کہ دنیا میں 90 فیصد لوگ خواتین کے خلاف تعصب رکھتے ہیں اور 50 فیصد کے خیال میں عورتوں کی نسبت مرد بہتر لیڈر ثابت ہوتے ہیں۔

05 مارچ: اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل پیریز ڈی کوئیار اپنے آبائی وطن پیرو میں انتقال کرگئے۔

05 مارچ: امریکا نے نائیجیریا اور ہمسایہ ممالک میں دہشت کی علامت بوکوحرام کے سرغنہ ابوبکر شیخو کے سر کی قیمت 70 لاکھ ڈالر مقرر کردی۔

05 مارچ: کرونا وائرس کے سبب ماند پڑتی معاشی سرگرمیوں کو سہارا دینے کی خاطر دنیا کے گیارہ ممالک نے شرح سود میں کمی کا اعلان کردیا۔

06 مارچ: ویسٹ انڈیز نے سری لنکا کو آخری ٹی ٹونٹی میں شکست دے کر دو میچوں کی سیریز میں کلین سویپ کردیا۔

06 مارچ: بنگلا دیش نے زمبابوے کو تیسرا ون ڈے میچ ہرا کر سیریز میں کلین سویپ مکمل کرلیا۔

06 مارچ: بھارتی صوبہ راجستھان کے دارالحکومت جے پور میں پہلی مرتبہ خواتین قاضیوں نے نکاح پڑھانا بھی شروع کردیے۔

07 مارچ: ملائیشیا میں ون ایم بی ڈی میں کرپشن کی تحقیقات کرنے والی اینٹی کرپشن کی سربراہ لطیفا کویا نے استعفا دے دیا۔

07 مارچ: بھارت کے شہر بنگلور میں انتہا پسند ہندوؤں کے اعتراض اور دباؤ پر مسیحی برادری کے قبرستان کے داخلی راستے پر نصب 12 فٹ لمبے مجسمے کو ہٹا دیا گیا۔

07 مارچ: اقوام متحدہ نے 9 مختلف ممالک کو عالمی ادارے کے امن دستوں میں اپنے فوجی بھیجنے سے فی الحال روک دیا۔ اِن ممالک میں نیپال، کمبوڈیا، تھائی لینڈ، بھارت، اٹلی، جرمنی، چین، جنوبی کوریا اور فرانس شامل ہیں۔

08 مارچ: سعودی عرب میں شاہ سلمان بن عبدالعزیز کے بھائی احمد بن عبدالعزیز کی گرفتاری کے بعد ولی عہد پرنس محمد بن سلمان کے حکم پر مزید 20 شہزادوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

08 مارچ: افغانستان نے دوسرے ٹی 20 انٹرنیشنل میں آئرلینڈ کو شکست دے کر تین میچز کی سیریز میں 2-0 کی فیصلہ کن برتری حاصل کرلی۔

08 مارچ: اٹلی میں کورونا وائرس کے پیش نظر مسیحیوں کے روحانی پیشوا پوپ فرانسس نے لائیو سٹریمنگ کے ذریعے لوگوں سے خطاب میں کہا کہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعے کورونا وائرس کے متاثرہ لوگوں کے قریب ہیں۔

08 مارچ: بھارت کی 16 سالہ شیفالی ورما آئی سی سی ورلڈ کپ فائنل کھیلنے والی کم عمر ترین کھلاڑی بن گئیں۔ اُن سے قبل ویسٹ انڈیز کی شاقوانا کوئن منفرد اعزاز پر فائز تھیں جنھوں نے 17 سال 45 دن کی عمر میں میگا ایونٹ کا فائنل کھیلا تھا۔

08 مارچ: خواتین کے ٹی 20 کرکٹ ورلڈ کپ میں آسٹریلیا نے انڈیا کو شکست دے کر پانچویں مرتبہ یہ ٹائٹل اپنے نام کرلیا۔

09 مارچ: افغانستان سے امریکی فوجیوں کا جزوی انخلا شروع ہوگیا۔

09 مارچ: عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں 30 فیصد کم ہوگئیں جس کے باعث سٹاک مارکیٹس کریش کرگئیں۔

09 مارچ: سعودی فرمانروا شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے عالمی ادارہ صحت کو کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے ایک کروڑ امریکی ڈالر امداد دینے کا اعلان کردیا۔

09 مارچ: کابل میں دو صدور نے بیک وقت حلف اٹھا لیا۔ اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ نے بطور افغان صدر حلف اٹھایا۔

09 مارچ: سٹاک ہوم انٹرنیشنل پیس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (سپری) نے اپنی تازہ ترین رپورٹ جاری کی جس کے مطابق

عالمی سطح پر ہتھیاروں کی فروخت میں امریکا نے روس پر برتری حاصل کر لی۔ ادارے کے محققین کا کہنا ہے کہ 2015 سے 2019 کے دوران عالمی سطح پر ہتھیاروں کی برآمدات میں 2010 سے 2014 کے مقابلے میں ساڑھے 5 فیصد اضافہ ہوا۔ گزشتہ پانچ برسوں میں امریکی ہتھیاروں کی فروخت میں 23 فیصد اضافہ ہوا اور ہتھیاروں کی عالمی برآمدات میں اِس کا حصہ 36 فیصد رہا۔ 2015 سے 2019 کے مابین امریکا نے دنیا کے 96 ممالک کو بڑے ہتھیار فروخت کیے۔

09 مارچ: ترکی کے صدر رجب طیب ایردوان کے سابق سیاسی رفیق واتحادی سابق نائب وزیراعظم علی باباجان نے اپنی سیاسی جماعت قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔

09 مارچ: اسرائیلی تاریخ میں پہلی بار ایک باحجاب فلسطینی نژاد اسرائیلی مسلمان خاتون ایمان یاسین خطیب نے رکن پارلیمنٹ منتخب ہو کر تاریخ رقم کر دی۔ وہ سکارف پہننے والی پہلی مسلم خاتون رکنِ پارلیمان ہیں۔ 55 سالہ ایمان یاسین خطیب اسرائیل کی 120 رکنی پارلیمان (کنیسٹ) میں جوائنٹ لسٹ کولیشن کے دیگر 15 ارکان کے ساتھ پہنچی ہیں۔

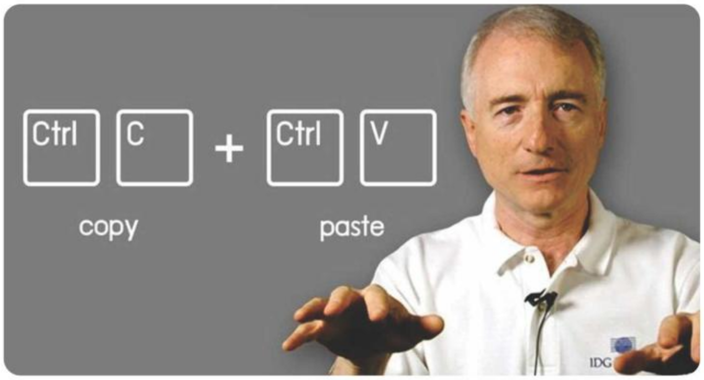

09 مارچ: شمالی کوریا نے صوبہ ہما گونک سے مشرقی سمندر یعنی بحیرہ جاپان کی طرف میزائلوں کا تجربہ کیا۔

10 مارچ: متحدہ عرب امارات نے 2021 سے پلاسٹک بیگز پر پابندی کا اعلان کر دیا۔

10 مارچ: افغان صدر اشرف غنی نے طالبان قیدیوں کی رہائی کے مسودے پر دستخط کر دیے۔

11 مارچ: بنگلا دیش نے دوسرے میچ میں کامیابی کی بدولت زمبابوے کے خلاف ٹی ٹونٹی سیریز دو، صفر سے جیت لی۔

11 مارچ: عالمی ادارہ صحت نے کورونا کو عالمی وبا (Pandemic) قرار دے دیا۔

11 مارچ: اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے امریکا اور افغان طالبان ڈیل کی متفقہ طور پر توثیق کر دی۔

12 مارچ: امریکی ایوانِ نمائندگان نے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے اختیارات میں کمی کرتے ہوئے اُنھیں ایران پر حملے سے روکنے کی قرارداد حتمی طور پر منظور کر لی۔

12 مارچ: روسی صدر ولادی میر پوٹن نے اپنی تاحیات صدارت سے متعلق قانون سازی کی منظوری دے دی۔

13 مارچ: یونان کی پہلی خاتون صدر 64 سالہ ساکیلا روپولو نے حلف اٹھالیا۔

13 مارچ: مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ اور نیشنل کانفرنس کے رہنما فاروق عبداللہ پر پبلک سیفٹی ایکٹ کا نفاذ ہٹاتے ہوئے اُنھیں رہا کر دیا گیا۔

13 مارچ: بھارتی ریاست دلی کی اسمبلی نے متنازعہ شہریت قانون کے خلاف قرارداد منظور کر لی۔ واضح رہے کہ دیگر پانچ ریاستیں پنجاب، مغربی بنگال، کیرالا، پودوچری اور مدھیا پردیش کی اسمبلیاں پہلے ہی شہریت قانون کے خلاف قراردادیں منظور کر چکی ہیں۔

13 مارچ: برطانوی ہوائی کمپنی ''برٹش ایئرویز'' کے ملازمین نے نامور کھلاڑیوں کے ہمراہ ہاتھوں کی مدد سے 201.6 ٹن وزنی مسافر بردار طیارہ کھینچ کر عالمی ریکارڈ قائم کر دیا۔

13 مارچ: ترک اور روسی حکام کا شامی صوبہ ادلب میں مشترکہ پٹرولنگ شروع کرنے پر اتفاق ہو گیا۔

14 مارچ: امریکا نے بیت المقدس کے فلسطینی باشندوں کو اسرائیل کے غیر آئینی باشندے قرار دے دیا۔

14 مارچ: مائیکروسافٹ کے بانی بل گیٹس نے کمپنی کے بورڈ سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

14 مارچ: کروشیا میں کرتب دکھانے والے پہلے انسان بردار ڈرون نے کامیاب اُڑان بھری، بگ ڈرون 87 میل فی گھنٹا کی رفتار سے اڑان بھر سکتا ہے۔ کروشیا کی کمپنی کے تیار کردہ اِس ایروبیٹک ڈرون میں ایک شخص کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔

GK Tidbits

1. Heiko Maas is the Foreign Minister of: **Germany**
2. The swimmer who has won the most number of medals at the Olympics for Germany is: **Roland Matthes (4G, 2S, 2B)**
3. Nelson Mandela won the Nobel Peace Prize in: **1993**
4. The Khisar dam is located in Balochistn's district of: **Nushki**
5. Sri Lanka posted their lowest total of 71 in Test cricket against: **Pakistan (in 1994)**
6. Lee Myung-bak was the President of South Korea from 2008 to: **2013**
7. Addis Ababa is the capital of: **Ethiopia**
8. The current Prime Minister of Ethiopia is: **Abiy Ahmed**
9. The American President Richard Nixon historic embarked on a historic visit to China in: **1972**
10. When Richard Nixon visited China, the host country's prime minister was: **Chou En-lai**
11. Bronze is an alloy consisting primarily of Copper and: **Tin**
12. A modulator-demodulator is a hardware device better known as: **Modem**
13. The art and practice of garden cultivation and management is called: **Horticulture**
14. A temperature reading of -459.67 degrees Fahrenheit or -273.15 degrees Celsius, is known as: **Absolute zero (zero Kelvin)**
15. Three nautical miles at sea is also called: **A league**
16. The name for the unit of measurement of power that is roughly equal to 746 watts is: **Horsepower**
17. The number of furlongs in one mile is: **Eight**
18. In welding terminology, the letters MIG stand for: **Metal inert gas**
19. The atmospheric temperature at which water vapour begins to condense and form dew is called: **Dew point**
20. The two players that have appeared in the most number of cricket World Cups are: **Javed Miandad and Sachin Tendulkar (6 each)**
21. The first official meeting between British and Soviet prime ministers was held in: **1959**
22. Harold Macmillan was the prime minister of: **Great Britain**
23. The first Arab nation to hold the G20 presidency is: **Saudi Arabia**
24. Prince Charles and Lady Diana Spencer married in: **1981**
25. The British tennis player who has won the most matches in US Open is: **Andy Murray (44)**
26. FAO representative in Pakistan is: **Mina Dowlatchahi**
27. Pakista's current Federal Minister for National Food Security and Research is: **Makhdoom Khusro Bakhtiar**
28. General Ziaul Haq died in a C-130 plane crash on: **Aug. 17, 1988.**
29. The Kuwaiti capital was liberated from the Iraqi occupation by the Gulf War Allies in: **1991**
30. The number of countries that have, to date, won the hockey world cup is: **5**
31. The IMF Mission Chief for Pakistan is: **Ernesto Ramirez Rigo**
32. Kais Saied is the president of: **Tunisia**
33. The Swedish prime minister, Olof Palme, was assassinated in: **1986**
34. The Great Red Spot is a gigantic storm located on a planet in our solar system. It is: **Jupiter**
35. When there are two full moons in the same month, the second one is called: **Blue moon**
36. On June 16, 1963, the Soviet cosmonaut that became the first woman in space was: **Valentina Tereshkova**
37. The term used for the speed that a rocket needs to be travelling to break free of Earth's gravity is: **Escape velocity**
38. Ganymede, the largest moon in our solar system, belongs to: **Jupiter**
39. The planet that has an axis tilted by 98 degrees is: **Uranus**
40. Olympus Mons is a large volcanic mountain on: **Mars**
41.]Halley's Comet will be visible from Earth in: **2061**
42. The planet that has the most volcanoes is: **Venus**
43. Pluto was reclassified from a planet to a dwarf planet in: **2006**
44. Pierre Trudeau was the Prime Minister of: **Canada**
45. The capital of Canada is: **Ottawa**
46. Bangladesh's highest score in T20Is is: **190 against Ireland.**
47. In 1954, The United States tested its hydrogen bomb in the Pacific archipelago of: **Bikini**
48. Bikini is a part of: **Marshall Islands**
49. The record for sailing solo around the world in the least number of days is held by: **Francois Gabart (42 days and 16 hours)**
50. The Pakistani batsman who has hit the most number of fours in ODI cricket is: **Inzamamul Haq (971)**
51. Renowned writer, women's rights activist and essayist, Elif Shafak, is from: **Turkey**
52. The current men's 100m world champion in sprinting is: **Justin Gaitlin**
53. OIC secretary general's special envoy on Jammu and Kashmir is: **Yousef M. Al Dobeay**
54. Accra is the capital of: **Ghana**
55. Ghana gained independence in: **1957**
56. Ghana's first prime minister was: **Dr Kwame Nkrumah**
57. The first Governor-General of Ghana was: **Sir Charles Arden-Clarke**
58. The number of medals Pakistani athletes have won at summer Olympics is: **8**
59. IRNA is the official news agency of: **Iran**
60. Revered Arab singer Umm Kulthum belonged to: **Egypt**
61. Umm Kulthum was affectionately known in Egypt as: **"El Sett" ("The Lady")**
62. Umm Kulthum was born at the end of the 19th century and died in: **1975**
63. China won its first Olympic medal in: **1984**
64. The Highest Court in the Land is a basketball court above the: **US Supreme Court building**
65. A referendum on the future of the Northern Ireland—whether to leave or remain within the United Kingdom— was held in: **1973**
66. The player who won 470 consecutive tennis matches was: **Esther Vergeer**
67. The boxer that holds the record for youngest professional debut is: **Alberto (Baby) Arizmendi**
68. Abdalla Hamdok is the prime minister of: **Sudan**
69. The capital of Sudan is: **Khartoum**
70. Sir Alexander Fleming - the man who first discovered the life-saving drug penicillin - died in: **1955**
71. For many years, Sir Alexander was Professor of Bacteriology in: **University of London**
72. The first notable discovery by Sir Alexander Fleming was: **Lysozyme in 1922**
73. A naturally-occurring antibacterial substance, found in tears and other body fluids, is: **Lysozome**
74. Mikhail Gorbachev took over as Soviet leader in: **1985**
75. Gorbachev succeeded: **Konstantin Chernenko**
76. The youngest man to take over as general secretary of the Soviet communist party is: **Mikhail Gorbachev**
77. The nation that spends time on reading more than any country on Earth is: **India**
78. The record for most consecutive Wimbledon titles is held by: **Martina Navratilova**
79. The sport that uses a broom is: **Curling**
80. Before he became president, Abraham Lincoln was wrestling champion of his country in: **Illinois**
81. The Eiffel Tower leans slightly toward the shade on sunny days. :
82. Takht Hazara is the native village of renowned folklore character: **Ranjha**
83. The telescope that was used for the first time to give commands to a rocket in space was: **The Jodrell Bank**
84. The highest wicket-taker spinner for South Africa is: **Hugh Tayfield (170)**
85. The only team that has play in every football World cup is: **Brazil**
86. The first woman to run a marathon in less than 2½ hours was: **Grete Waitz**
87. The winner of the first Twenty20 Women's World Cup was: **England**
88. The Swine flu (H1N1) pandemic hit the world in: **2009-10**
89. 7th NFC Award was announced in: **2010**
90. The color of a star indicates its: **Temperature**
91. The metal that is mostly used for filaments of electric bulbs is: **Tungsten**
92. The element having the symbol W, atomic number 74, and atomic weight 183.85 is: **Tungsten**
93. The EU currency "Euro" was founded under the treaty of: **Maastricht**
94. The first person to reach the North Pole was: **Robert Edwin Peary**
95. Alexander the Great invaded India in: **326 BC**
96. Quito is the capital of: **Ecuador**
97. The United Nations adopted first resolution on Coronavirus on: **April 3, 2020**
98. The total number of British overseas territories is: **14**
99. Bohai Sea is coterminous with: **Yellow sea**
100. The Helium atoms that have lost two electrons are called: **Alpha rays**

2nd CSS
Online Evening Batch

From
17th April
2020

World Times Institute
Distance Learning Department

Registration Open
0302-5556803, 0302-5556806
0302-5556807, 0300-4242363

WORLD TIMES
INSTITUTE FOR CSS, PMS

Your Future Starts Here

Why WORLD TIMES Institute?

- ☑ Senior/Examiner-level Faculty
- ☑ In-house, Purpose-built Library
- ☑ In-house Counsellors
- ☑ 4 ½-month Study Plan
- ☑ Teachers Handouts
- ☑ Special Lectures by Eminent Personalities
- ☑ Special G. Knowledge & English Classes
- ☑ Weekly, Monthly and Grand Tests
- ☑ Exclusive Tips & Tricks Sessions
- ☑ Daily MCQs through SMS
- ☑ Zakia Jahangir Scholarship
- ☑ Complimentary Jahangir's World Times
- ☑ Special Discount on JBD Books

CSS
Executive/ Weekend Prog.

Register Now...
(SAT & SUN)

- ☑ Weekend Classes for in-job Candidates
- ☑ 4½ -Month Study Plan
- ☑ Provision of Detailed Notes + Teacher' Handouts
- ☑ Comprehensive Preparation of MCQs (SMS Service)
- ☑ Free Monthly Jahangir's World Times Magazine
- ☑ Daily Articles on National & International Affairs via email
- ☑ Special Lectures on Current Affairs
- ☑ Paper Attempting Techniques
- ☑ Weekly & Monthly Assessments
- ☑ Grand Tests (FPSC Pattern)…etc.

227- Upper Mall, Sikandar Road, Lahore. **042-35714747, 0302-5556806 - 07**

www.worldtimesinstitute.com info@worldtimesinstitute.com; wtalahore@gmail.com